ایم ۔ جے ۔ عالم
S.IMTIAZ

ایک سنسنی خیز جاسوسی ناول

ایم۔ جے۔ عالم

قیمت

چار روپے

ناشر

نسیم بک ڈپو لاٹوش روڈ لکھنؤ۔ فون نمبر ۴۵۵۹

ناشر:- عزیز الرحمٰن
پرنٹر: سرفراز قومی پریس لکھنؤ

پہلا باب

پیش کش

ٹرین حرکت میں آچکی تھی کہ ایک قلی اچھل کر پلیٹ فارم پر کودا اور چند لمحے تک حیرت سے اس مزدوری کو دیکھتا رہا جو چند لمحے پیشتر اسے اس شخص نے دی تھی جو بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے دور جاتی ہوئی ٹرین کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ اگر ایسے ہی دو چار مسافر اسے روزانہ مل جایا کریں تو وہ اپنی زندگی آرام سے گذارنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

اس درمیان منظر اقبال اس سامان کو کھسکا کر ایک گوشے میں بیٹھ چکا تھا جسے قلی نے جلدی میں سیٹ پر ہی پٹک دیا تھا۔ منظر کے لئے اس ٹرین پر سوار ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی کیونکہ بیس منٹ بعد اسے دوسری ٹرین مل سکتی تھی لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس ٹرین سے سفر کرے گا اور جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا تھا تو اسی پر اٹل رہا کرتا تھا۔

چند لمحے تک وہ کھڑکی سے باہر بڑی بڑی عمارتوں کو اپنے سامنے سے گذرتا دیکھتا رہا پھر کتاب کھولنے سے پیشتر اس نے اپنے ڈبے میں موجود مسافروں پر ایک نظر ڈالی۔ ان میں صرف دو ہی مسافر تھے۔ ایک مرد جو اپنے اوور کوٹ میں لپٹا ہوا ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا اور جس کی عمر تقریباً پچپن سال کی رہی ہوگی۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے صاف، ناک کچھ لمبی اور بالوں نے سفیدی اختیار کرنا شروع کر دی تھی۔ ظاہری شکل و صورت سے وہ کوئی عفریت معلوم ہو رہا تھا۔

لیکن مظہر کی توجہ اپنی سمت کھینچنے والی وہ لڑکی تھی جو اس کمپارٹمنٹ کی تیسری مسافر تھی۔ وہ ٹھیک اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مظہر کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک آگئی کیونکہ نہ صرف اس نے ہی اسے شناخت کر لیا تھا بلکہ دوشیزہ کی نظریں بھی کہہ رہی تھیں کہ اس نے بھی اسے پہچان لیا ہے۔

تریب دو گھنٹے پیشتر اس نے اس مرد اور دوشیزہ کو احمد آباد کے ایک ہوٹل میں صرف چند لمحے کے لئے دیکھا تھا اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہی اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ دوشیزہ کچھ گھبرائی اور کچھ خوفزدہ سی معلوم ہو رہی تھی لیکن مظہر نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور وہ چند منٹ بعد اپنے ساتھی مرد کے ساتھ ہوٹل سے چلی گئی تھی۔

اب اس وقت ٹرین میں بھی اس کی شکل سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ابھی تک گھبرائی ہوئی ہے۔ اس مرد کی موجودگی کے باوجود مظہر نے اس سے گفتگو کا سلسلہ چھیڑ دیا ہوتا لیکن دوشیزہ نے اس کا ارادہ سمجھتے ہی اس طرح بے بسی نظروں سے مرد کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اس مرد کی موجودگی میں وہ اس سے کسی طرح گفتگو نہیں کر سکتی اور پھر کھڑکی کے باہر کی سمت گذرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔

مظہر نے معمولی حالات میں اسے نظرانداز کر دیا ہوتا اور کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گیا ہوتا لیکن یہاں حالات کسی طرح بھی معمولی نظر نہیں آرہے تھے پہلی بات، تو یہ صاف ظاہر تھی کہ وہ دوشیزہ اتنی خوبصورت تھی کہ ہزاروں میں سے اس کا انتخاب کیا جا سکتا تھا۔ اس کے کانوں میں دوشیزہ کی وہ آواز اب بھی گونج رہی تھی جو اس نے ہوٹل میں سنی تھی۔ اسکی عمر بیس اکیس سال کے درمیان تھی اور وہ اپنے میں ایک خاص قسم کی مقناطیسی کشش رکھتی تھی۔ چہرے کو دیکھ کر یہ بھی معلوم کیا جا سکتا تھا کہ وہ تعلیم یافتہ ہے اور وقتِ ضرورت ہوشیاری سے اپنی عقل کو بھی کام میں لا سکتی ہے۔

وہ کسی سے خوفزدہ تھی۔ کیا اُس عفریت سے جو ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا لیکن اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو اس عفریت کو بھی کچھ پریشان نظر آنا چاہیے تھا کیونکہ اسے بھی تو کسی بات کا خدشہ ہو سکتا تھا لیکن برخلاف اس کے وہ بہت ہی مطمئن نظر آرہا تھا۔ البتہ مظہر نے اتنا اندازہ لگا لیا کہ وہ باپ بیٹی نہیں ہیں۔

ٹرین اپنا سفر طے کرتی رہی اور مظہر نے دیکھا کہ اس عفریت کی آنکھ آہستہ آہستہ بند ہوتی جارہی ہے۔ شائد ٹرین کی حرکت سے اسے غنیند آرہی تھی لیکن دوشیزہ اب بھی پہلے ہی کی طرح ہوشیار نظر آرہی تھی۔ وہ کبھی گوشے میں سمٹ کر بیٹھے ہوئے مرد کو دیکھتی کبھی مظہر کو اور پھر باہر دیکھنے لگتی۔

مظہر اپنی کتاب کے اوپر سے اس کی ہر حرکت کا بغور مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ اس کتاب کے پہلے جملے کو ابھی تک پانچ بار پڑھ چکا تھا لیکن مطلب اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آسکا تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر کی سمت دیکھ رہی تھی لیکن مظہر کو یقین تھا کہ اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا ہوگا کیونکہ وہ ابھی تک مضطرب نظر آرہی تھی۔

اس کی اس مضطربانہ کیفیت نے ہی آخر مظہر کے دل میں اس کے لئے ہمدردی پیدا کر دی اور اس نے طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو اسے اس کے دل کی بات معلوم کر کے اس کی مدد کرنا چاہیے۔

اس نے کتاب کے ایک ایسے صفحے کو کھولا جو سادہ تھا۔ پھر جیب سے پن نکال کر اس پر بڑے بڑے حرفوں میں لکھا تاکہ اسے دور سے بھی دیکھ کر پڑھا جا سکے۔ اور اس نے کتاب کو ایسی حالت میں لے لیا کہ سر گھماتے ہی دوشیزہ کی نظر اس پر پڑ جائے۔

چند منٹ کے بعد اس دوشیزہ نے اپنا سر گھمایا۔ اس کی نظر کتاب پر گئی اور وہ پھر باہر کی سمت دیکھنے لگی لیکن اتنے ہی عرصے میں اس نے پڑھ لیا تھا کہ اس کتاب پر لکھا ہے۔

"کیا میں آپ کی مدد کسی طرح کر سکتا ہوں"۔

دوشیزہ نے کچھ دیر بعد پھر پلٹ کر منظر کی طرف دیکھا۔ اسے ایک تندرست و خوبصورت نوجوان نظر آیا جس کا قد لمبا، آنکھیں سیاہ اور چہرے پر اس قسم کے آثار چھائے ہوئے تھے جیسے اسے اس سے گہری ہمدردی ہے۔

وہ چند لمحے تک اس کی طرف دیکھتی رہی لیکن اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا کہ اس نے منظر کی خدمات قبول کر لی ہیں۔ منظر سمجھ گیا کہ وہ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آخر میں دوشیزہ کے لب آہستہ سے جنبش میں آئے اور پھر وہ باہر کی سمت دیکھنے لگی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے منظر کی پیش کش منظور نہیں ہے۔

منظر نے کتاب کا دوسرا پیراگراف پڑھا۔ اس کے بعد تین چار بار پھر پڑھا لیکن اس کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آسکا۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات چکر لگا رہی تھی کہ سامنے بیٹھی ہوئی دوشیزہ کسی وجہ سے گھبرائی ہوئی اور خوفزدہ ہے اور وہ وہاں گوشے میں موجود عفریت کی وجہ سے اپنا منہ بند کئے ہوئے ہے۔

وہ بار بار اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا ذہن کتاب کی طرف متوجہ ہو جائے لیکن بار بار اس کا ذہن بھٹک جاتا تھا اور اسے پھر وہیں سے پڑھنا شروع کرنا پڑتا تھا جہاں سے اس نے شروع کیا ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا اس نے کتاب کے صفحے الٹنا شروع کئے اور ایک جگہ کو سادہ دیکھ کر پھاڑ لیا۔ اس بار اس نے اس پر لکھا۔

"اگر تم اپنا ارادہ کبھی تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤ اور تمہیں میری ضرورت محسوس ہو تو مجھے ۹۴۵۳۲ بمبئی فون کر سکتی ہو۔"

اس نے کاغذ کو تہہ کیا اور ایک نظر گوشے میں بیٹھے ہوئے مرد پر ڈال کر اس کاغذ

کر اس کی طرف پھینک دیا جو اس کی گود میں جا کر گرا۔ اس نے خاموشی سے اسے اپنی مٹھی میں بند کر لیا۔ پھر اس نے مرد کی طرف ایک نظر ڈالی۔ بہت ہوشیاری سے کاغذ کو گود میں پھیلایا اور پڑھنے کے فوراً بعد ہی مٹھی میں دبا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

کچھ دیر بعد مظہر نے پھر اس کی طرف دیکھا۔ اسے لمحے بھر کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مسکرائی تھی لیکن شائد یہ اس کا خیال تھا کیونکہ اسی وقت سے اس نے اس طرح اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جیسے کہ وہ کمپارٹمنٹ میں موجود ہی نہیں ہے۔

بمبئی سنٹرل پر اتر کر مظہر اسٹیشن سے باہر آیا۔ وہ دوشیزہ اور اس کا عفریت نما ساتھی ایک اسٹیشن پہلے ہی اتر گئے تھے۔ مظہر نے گیرج سے اپنی کار حاصل کی اور اپنے گھر کی سمت چل پڑا لیکن اب بھی اس کے ذہن پر وہ دوشیزہ سوار تھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے قسمت نے اس دوشیزہ کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ وہ اسی قسم کی لڑکی تھی جیسی کہ وہ......

اس نے ساٹھ میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑنے والی کار کے اسٹیرنگ وہیل کو جھٹکے سے ایک طرف گھمایا اور پھر سامنے آنے والی کار سے بچا کر اپنی کار آگے نکال لے گیا۔ اب وہ زیادہ توجہ کار ڈرائیو کرنے پر دے رہا تھا۔

اسی رات ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے سے مظہر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہلو"

"کیا آپ 23549 سے بول رہے ہیں" کسی نسوانی آواز نے پوچھا۔

"ہاں" مظہر نے غور کرتے ہوئے جواب دیا "میرا خیال ہے میں آپ سے واقف ہوں۔"

"کس طرح"

"شائد ہماری ملاقات آج ہی ٹرین پر ہوئی تھی۔

منظر نے ایسا محسوس کیا جیسے دوسری طرف کسی نے اطمینان کی سانس لی ہے۔
پھر اسے کچھ گھبرائی ہوئی آواز آتی ہوئی سنائی دی۔
"ایک خوفناک حادثہ ہو گیا ہے" وہ بولی۔
"آپ کے ساتھ"
"نہیں نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر میں نے ٹرین پر آپ سے بے رخی برتی تھی تو آپ اسے نظرانداز کر دیجئے۔ آپ نے مجھے مشورہ ...."
"آپ نے سمجھنے میں غلطی نہیں کی" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا "میں نے جو کچھ کہا تھا وہی میرے دل میں بھی تھا۔ میں کس طرح آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔
"میں ۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ مجھے اس وقت کسی کی ضرورت ہے اور میں یہاں بمبئی کے کسی ایک شخص سے بھی واقف نہیں ہوں۔
"آپ مجھے صرف چند لفظوں میں بتا دیں کہ آپ کس مصیبت میں ہیں"
چند لمحے تک اسے کوئی جواب نہیں ملا۔
"آپ کو میرے وہ ساتھی یاد ہیں جو ٹرین میں سفر کر رہے تھے" آخر اس نے پوچھا۔
"اچھی طرح"
"وہ .... وہ مر گیا ہے ۔ کسی نے اسے قتل کر دیا ہے۔ میں ہوٹل ڈی لکس میں ٹھہری ہوئی ہوں"
منظر کے چہرے پر سختی کے آثار ابھر آئے۔
"میں آرہا ہوں" اس نے کہا "لیکن آپ مجھے اپنا نام تو بتا دیں"
"آپ کے آنے کا شکریہ" وہ بولی "میرا نام نجمہ وہاب ہے۔ مہربانی کر کے جلد سے جلد آنے کی کوشش کریں"

دوسرا باب

سوال و جواب

ڈیٹکٹو انسپکٹر شاہد ہوٹل ڈی لکس کی دوسری منزل کی راہداری میں پڑی ہوئی کسی شے پر جھکا کہہ رہا تھا "ٹھیک دل کے پاس خنجر مارا گیا ہے۔ ایس۔ ادھر ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے پہلو میں کھڑا ہوا تھا۔

"یہ تو صاف ظاہر ہے"

"آپ کے خیال میں اس واقعے کے بعد یہ کتنی دیر تک زندہ رہا ہوگا۔ جاسوس نے اپنے چاروں طرف دیکھا اور پھر کہا "میرے خیال میں یہ نکتہ بہت ہی اہم ثابت ہوگا"

"میرے خیال میں تو موت فوراً ہی واقع ہو گئی ہوگی"

شاہد نے جسم کے پاس راہداری میں بچھی ہوئی دری کا معائنہ کیا اور پھر چلتا ہوا اس شبستان میں پہنچ گیا جس کے دروازے پر یہ اندوہناک واقعہ وجود میں آیا تھا۔

"یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے" ڈاکٹر نے کہا "لیکن جیسا کہ ہوٹل کے منیجر کا کہنا ہے......"

"منیجر۔ وہ تو مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے پہونچ چکا ہے" شاہد نے خشک لہجے میں کہا کوئی بھی اس کی بات سن کر بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس کے خیال میں یہ کام اس لڑکی کا ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس نتیجے پر نہیں پہنچا ہوں۔ خیر میں آپ کا شکر گزار ہوں ڈاکٹر۔ میں آپ سے پھر ملوں گا"

"انسپکٹر نے ایک ملازم کو اشارہ کیا جو کچھ دور پر ادھر ادھر آجا رہا تھا۔

"کیا تم ہی نے سب سے پہلے یہ دیکھا تھا کہ یہاں کیا ہوا ہے" اس نے پوچھا۔

"جی، سب سے پہلے تو سلیم نے دیکھا تھا لیکن اس وقت اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ میں بھی قریب قریب اس کے پیچھے ہی تھا۔"

"تمھارا نام کیا ہے"

"واجد"۔

"تمھیں اس واقعے کے بارے میں کیا معلوم ہے"

ملازم نے اپنا گلا صاف کیا۔

"سلیم اسی کمرے کی طرف آرہا تھا کیونکہ یہاں سے کوئی برابر گھنٹی بجائے جارہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے یہاں ایک لاش اور اس کے سینے پر خنجر دھنسا ہوا دیکھا اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اس وقت میں اس کے چیخنے کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔"

"تم اس سے کتنے فاصلے پر تھے۔"

"قریب پانچ گز"

"کیا تمھیں یہاں اور کوئی شے دکھائی دی تھی۔"

"جی نہیں۔ میں قسم کھا سکتا ہوں جب میں یہاں آیا تھا تو مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔"

"پھر تم نے کیا کیا۔"

"میں نے آگے بڑھ کر اس جسم کو دیکھا لیکن میں نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ جسم کس طرح پڑا ہوا تھا۔"

"اسی طرح جیسا کہ اب آپ دیکھ رہے ہیں"

"گویا بیڈروم کا دروازہ بند تھا"

"جی ہاں"

"لیکن اب اس آدمی کا آدھا ہاتھ دروازے کے اندر ہے۔"

"جی۔ اوہ، ہاں یہ اس وقت ہوا تھا جب وہ عورت دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی۔ ہاتھ دروازے پر پڑا ہوا تھا اسی لئے دروازہ کھلنے پر اندر گر گیا تھا۔

"تم نے ایسا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"جی ہاں" ملازم نے اپنی پیشانی پر آئے ہوئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ وہ گھبرایا ہوا اور خوفزدہ نظر آرہا تھا۔

"اس وقت یہاں اور کون تھا۔

"میں اور منیجر صاحب۔ سلیم کی چیخ سن کر منیجر صاحب بھی گھبرائے ہوئے آگئے تھے۔

"اس بیڈ روم کا دروازہ اس وقت بھی بند تھا جب مسٹر سلطان یہاں آئے تھے۔

"جی ہاں" اور اندر سے بند بھی تھا۔

"تمہیں کیسے معلوم"

"جی وہ منیجر صاحب نے دروازہ تھپتھپایا تھا پھر اندر سے آواز آئی "کون ہے" سلطان صاحب نے جواب دیا "منیجر" پھر میں نے اندر شکنی گرنے کی آواز سنی اور اندر والی عورت دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔"

"پھر"

"بس مجھے اتنا ہی معلوم ہے"

"اس عورت کے دروازہ کھولنے کے فوراً بعد ہی کیا ہوا تھا"

"پہلے تو وہ خاموش رہی تھی پھر جب ہاتھ پھسل کر اندر گرا اور انھوں نے دیکھا تو وہ خوفزدہ ہو گئیں۔ مجھے اس پر حیرت نہیں ہوئی کیونکہ میرا خود یہی حال تھا۔ وہ دیوار پر ہاتھ ٹیکے آنکھیں پھاڑ کر مردہ شخص کو دیکھتی رہیں۔ منیجر صاحب نے پوچھا کہ "کیا وہ جانتی ہیں یہ کیسے ہوا۔ اس کے جواب میں انھوں نے صرف اتنا کہا "پولیس کو اطلاع کر دو"

شاہد نے سر ہلاتے ہوئے لاش پر چادر ڈال دی۔ پھر اس نے پوری راہداری کا معائنہ کیا اور آخر میں نیچے اتر کر منیجر کے آفس میں پہنچ گیا۔ جہاں وہ لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جو بڈ روم سے باہر نکلی تھی۔

شاہد نے چند لمحے کے لئے اس پر چھچلتی ہوئی نظر ڈالی لیکن اتنے ہی وقت میں اس نے اس لڑکی کے کیرکٹر کا بخوبی اندازہ لگا لیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس غمگین حادثے سے دو چار ہونا پڑا ہے۔" شاہد نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"کیا مجھے کچھ دیر یہاں ابھی اور ٹھہرنا پڑے گا۔"

"میں آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے آپ آج شام ہی اس ہوٹل میں آئی تھیں۔

"ہاں۔"

"اور آپ کا نام نجمہ رباب ہے۔ آپ کہاں کی رہنے والی ہیں۔"

"ہرلیش روڈ پونہ۔ میرے مکان کا نام گلکدہ ہے۔"

"آپ اُس شخص سے واقف ہیں جسے قتل کیا گیا ہے۔" شاہد نے اس کے چہرے کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ان کا نام۔"

"بشیر احمد۔"

"پتہ۔"

"مین روڈ۔"

"آپ ان سے کب سے واقف ہیں۔

"کئی سال سے"

"ان کا پیشہ۔"

"وکیل تھے"

"آپ اور وہ دونوں ہی ایک ساتھ ہوٹل میں آئے تھے"

"ہاں"

"اور دوسری منزل پر ایک دوسرے کے پہلو کا کمرہ کرائے پر لیا تھا۔"

"ہاں"

"اس قتل کے واقعے کی خبر دس بج کر پندرہ منٹ پر ہوئی تھی۔ آپ آخری بار مسٹر بشیر سے کس وقت ملی تھیں۔"

"قریب دس منٹ پیشتر جب وہ میرے ساتھ نیچے ہال میں تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ فون کرنے جا رہے ہیں اور میں اپنے کمرے میں آگئی تھی"

"پھر کیا ہوا"

"اپنے کمرے میں پہونچنے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ میرا ارادہ لیٹنے کا تھا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ باہر سے کسی نے آہستگی سے دروازے کو ڈھکیل کر کھولنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا آپ نے یہ نہیں سوچا کہ وہ مسٹر بشیر ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے یقین تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ مجھ سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔ تو دروازے پر دستک دے سکتے تھے"

"ہوں۔ پھر کیا ہوا"

"میں خاموشی سے کھڑی رہی اور دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر کسی نے بہت ہی آہستہ سے دروازہ تھپتھپایا۔ میں نے آواز دی "کون ہے"۔ مجھے فوراً ہی ایک مرد کی

آواز سنائی دی۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آسکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ اس نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔

شاہد کی آنکھیں نصف بند ہو گئیں۔

"آپ کہاں پر کھڑی تھیں۔

"دروازے کے قریب ہی"

"کیا آپ کو کسی ملاقاتی کے آنے کی امید تھی"

"قطعی نہیں"

"کیا آپ کے کمرے میں آپ کے ساتھ کچھ قیمتی چیزیں بھی تھیں"

"نہیں"

"پھر کیا آپ نے دروازہ کھولا"

"نہیں۔ اسی وقت میری نظر گھنٹی کے بٹن پر پہونچ گئی اور میں نے اس پر اپنی انگلی رکھ کر پھر نہیں ہٹائی"

آپ اس وقت بھی دروازے کے پاس ہی کھڑی تھیں۔

"قریب قریب"

"کیا آپ نے کوئی ایسی آواز سنی جس سے یہ اندازہ لگا سکتیں کہ باہر راہداری میں کیا ہو رہا ہے"

"ہاں۔ مجھے کسی کے کراہنے اور پھر دروازے کے پاس ہی کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ضرور ہی مسٹر بشیر رہے ہوں گے"

"اس بارے میں آپ کو اور کیا معلوم ہے"

"میرا خیال ہے، میں آپ کو بتا سکتی ہوں کہ حقیقت میں کیا ہوا تھا" اس دوشیزہ کا حیرت انگیز جواب تھا" مسٹر بشیر ضرور ہی اپنے کمرے میں رہے ہوں گے۔ ان کا کمرہ میرے کمرے کے پہلو ہی میں ہے۔ مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ میرے دروازے پر کس نے

دستک دی تھی لیکن مسٹر بشیر ضرور ہی سمجھ گئے ہوں گے وہ کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے ہلاک کر دینا چاہتا ہوگا مسٹر بشیر نے اس سے مقابلہ کیا ہوگا اور اس نے ان کے سینے میں خنجر پیوست کر دیا ہوگا۔"

انسپکٹر شاہد آگے کو جھک گیا۔

"کوئی جو تمہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اس میں تو شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے" وہ بولی "مسٹر بشیر نہ صرف میرے والد کے وکیل تھے بلکہ ان کے عزیز دوست بھی تھے۔ انھیں جس وقت ہلاک کیا گیا وہ یقیناً مجھے بچانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔

"کیا آپ کو معلوم تھا کہ آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے گی"

"ہاں، اور اسی وجہ سے میں اپنا شہر چھوڑ کر مسٹر بشیر کے ساتھ اس جگہ آگئی تھی۔

"اگر آپ کو اتنا ہی خطرہ تھا تو آپ نے پولیس کو کیوں نہیں اطلاع کر دی تھی"

"پولیس کے بارے میں مسٹر بشیر کے خیالات اچھے نہیں تھے۔ ہم یہاں کسی پرائیوٹ سراغ رساں کی خدمات حاصل کرنے آئے تھے۔

"آپ کو یہ کس طرح پتہ چلا کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے"

نجمہ نے اپنا ہینڈ بیگ کھول کر اس میں سے تین لفافے نکالے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کہاں سے شروع کروں"

"آپ کو پہلی بار کب اس کا احساس ہوا کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے۔ شاہد نے پوچھا۔

اس نے جاسوس کے ہاتھ میں ایک لفافہ دے دیا۔

"مجھے یہ ٹائپ کیا ہوا خط تین ہفتے پیشتر اپنے مکان گلکدہ میں موصول ہوا تھا۔

ڈاکخانے کی مہر کا معائنہ کرتے ہوئے شاہد کو معلوم ہوا کہ وہ بمبئی سے ہی روانہ کیا

گیا تھا۔ لفافے کے اندر صرف کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس پر ٹائپ کے حرفوں میں یہ لکھا ہوا تھا۔

"آج رات دس بجے جیمس پارک میں آکر ملو اور اپنے ساتھ پانچ ہزار روپے بھی لیتی آنا۔ یہ رقم تمہارے باپ پر واجب الادا ہے۔ ہم انصاف چاہتے ہیں اور کچھ نہیں اگر اپنی زندگی کی خیر چاہتی ہو تو تنہا ہی آنا۔"

"کیا آپ کے والد موجود ہیں؟" شاہد نے پوچھا۔

"ان کا تین سال پیشتر انتقال ہو چکا ہے۔ اس سے ایک سال پیشتر میری والدہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔

"پھر آپ نے اس خط کے بارے میں کیا کیا۔

"میں جب بھی اپنے کو کسی مصیبت میں دیکھتی تھی فوراً ہی مسٹر بشیر کے پاس جایا کرتی تھی کیونکہ وہ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ میرے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے تھے جیسے میں ان کی حقیقی بیٹی ہوں۔

"میں نے اس خط کو پاتے ہی فوراً انھیں فون کیا اور انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اسے اپنے علاقے کے پولیس انچارج کو دکھادوں اور پھر کہا کہ ان کی طبیعت کچھ خراب ہے لیکن اگر ضرورت پڑی تو وہ فوراً ہی آجائیں گے۔"

"اور کیا آپ نے اسے پولیس کو دکھایا تھا؟"

"ہاں۔ لیکن انسپکٹر لطیف نے کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی اور خیال ظاہر کیا تھا کہ کسی نے مذاق کیا ہوگا پھر بھی انھوں نے اپنے دو آدمی جیمس پارک بھیجے تھے کہ وہاں دس بجے نظر آنے والے شخص کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں لیکن دس بجے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔

"پھر کچھ دن بعد مجھے دوسرا خط ملا۔"

نجمہ نے دوسرا لفافہ شاہد کے ہاتھوں میں دیا جسے اس نے پہلے سے زیادہ دلچسپی لیکر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"یہ تمھیں آخری موقع دیا جارہا ہے۔ آج رات کو دس بجے پانچ ہزار روپے لیکر سدرشن لین کے آخری حصے پر ملو۔ تنہا ہی آنا۔

"تمہارا کتا تمھارے باغ میں سب سے بڑے درخت کے پاس ملے گا ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہم انصاف پسند ہیں۔

"کتے کے پٹے کے ساتھ تمھیں ایک شے بندھی ہوئی ملے گی۔ وہ ہماری طرف سے تمھارے لئے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے۔ اگر تم آج رات نہ آئیں تو پھر تمھیں اسی طرح کی شے ڈاک سے ملے گی جس کا مطلب ہوگا کہ تمھاری موت کے فرمان پر دستخط کئے جا چکے ہیں۔ اور تمھاری موت ایک ہفتے کے اندر ہی اندر واقع ہو جائے گی۔"

اس کے بعد نجمہ نے انڈے کی شکل والی ایک سرخ شے انسپکٹر کے ہاتھ میں دی۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر گھما پھرا کر دیکھا اور پھر دوشیزہ کی سمت سوالیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

"مجھے خط کے بموجب میرا کتا درخت کے پاس مل گیا تھا۔۔۔۔ لیکن وہ مرچکا تھا۔" وہ بولی۔ "مجھے اس سے کافی صدمہ پہونچا کیونکہ وہ میرے والد کا دیا ہوا تحفہ تھا۔ اور میں اسے بہت پیار کرتی تھی۔ یہ ۔۔۔ (اس نے سرخ شے کی طرف اشارہ کیا) ایک تھالے میں کتے کے پٹے کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔"

"میں سمجھ گیا۔" شاہد نے کہا۔ "پھر۔"

"میں نے فوراً پولس کو اطلاع کردی اور مسٹر بشیر کو بھی فون کیا۔ وہ فوراً ہی مجھ سے ملنے کے لئے چلے آئے۔ وہ واقعی خوفزدہ ہو اٹھے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے والد ان آدمیوں میں سے نہیں تھے۔ جو کسی کے قرضدار سمجھے جا سکتے۔ پھر اگر وہ واقعی قرضدار ہوتے تو اس طرح رقم حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔ کتے کی موت سے

صاف ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی خطرناک بات ظہور میں آسکتی ہے اس لئے انھوں نے مشورہ دیا کہ میں فوراً شہر چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں۔

"اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو مجھ پر ان باتوں کا ــــ کتے کی موت کے علاوہ، کوئی گہرا اثر نہیں پڑا تھا۔" دوشیزہ کہتی گئی۔ "میں نے مسٹر بشیر سے اپنے دل کی بات کہنی چاہی لیکن وہ اپنی بات پر جمے رہے اور مجھے مجبور ہو کر ان کا کہنا ماننا پڑا ہو کر دوسری صبح شہر چھوڑ دینا پڑا۔ میں احمد آباد میں اپنی ایک سہیلی کے پاس جا کر ٹھہر گئی۔"

"ایک بات اور بتا دو،" انسپکٹر شاہد نے دوسرے لفافے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "سدرشن لین کے آخری حصّے پر کیا ہوا تھا۔"

"کچھ نہیں۔ قریب نصف درجن پولیس آفیسر اس جگہ پوشیدہ ہو کر بیٹھے تھے لیکن اس جگہ بھی کوئی نہیں آیا۔"

"خیر، آپ کے احمد آباد پہونچنے کے بعد کیا واقعہ ظہور میں آیا۔" شاہد نے پوچھا۔

"کچھ نہیں یعنی پرسوں تک ــــ جبکہ مجھے یہ نہیں ملا تھا۔

نجمہ نے اس بار تیسرا لفافہ انسپکٹر کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس پر اس کا نام اور احمد آباد کا پتہ تحریر تھا اور بمبئی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس میں صرف ایک ویسی ہی سرخ شے تھی جیسی کہ کتے کے پٹے کے ساتھ پائی گئی تھی۔

"چونکہ مجھے پہلے ہی اطلاع دی جا چکی تھی کہ یہ میری موت کا پیغام ہوگا اسلئے میرا گھبرا جانا یقینی تھا۔" نجمہ نے کہا۔

"یہ بات کتنے لوگوں کو معلوم تھی کہ آپ احمد آباد میں کہاں ٹھہری ہوئی ہیں۔" شاہد نے پوچھا۔

"صرف چند ــــ تین یا چار میرے خاص دوستوں، مسٹر بشیر اور میرے ملازم وحید کو ــــ جسے آپ میرے گھر کا داروغہ سمجھ سکتے ہیں۔

"آپ مجھے اُن سب اشخاص کا نام و پتہ تحریر کر کے دیدیں جنھیں یہ معلوم تھا کہ آپ احمد آباد میں کہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی لیکن اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہ پہونچ سکے گا۔"

نجمہ نے نام و پتے تحریر کئے۔

وحید ـــــ مکان کا نگراں۔

مسٹر و مسز رحمان ـــــ عابد روڈ۔ احمد آباد

مس فریدہ ـــــ کرشنا پورہ۔ پونہ

مسٹر و مسز کلیم ـــــ ہریش روڈ۔ پونہ

مسٹر بشیر احمد ـــــ

"آپ یہ کیوں سمجھتی ہیں کہ ان سے مجھے کوئی مدد نہ مل سکے گی۔" انسپکٹر نے ناموں پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"یہ لوگ۔" اس نے جواب دیا "سب شبہے سے بالاتر ہیں۔"

"ہوں، اچھا اب آپ اپنی کہانی شروع کریں۔ جب آپ کو احمد آباد میں یہ سرخ پتھر ملا تو آپ نے کیا کیا۔

میں نے بھی اسے پہلے پتھر ہی سمجھا تھا لیکن حقیقت میں اس کا نام ٹانگا بین ہے۔
شاہد نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر کچھ سوچ کر خاموش ہی رہا اور اپنا سر ہلانے لگا۔

"میں نے پھر مسٹر بشیر کو فون کیا۔" نجمہ کہتی گئی۔ "وہ بہت ہی پریشان ہوئے اور مجھ سے بولے کہ میں اُس وقت تک ایک منٹ کے لئے بھی مکان سے باہر نہ نکلوں جب تک کہ وہ میرے پاس نہیں پہنچ جاتے، حالانکہ ان کی حالت اب بھی سفر کرنے کے قابل نہ تھی لیکن وہ پھر بھی میرے پاس پہونچ گئے۔ اور اس کے دوسرے دن ہم یہاں کے لئے روانہ ہوئے۔

"اس وقت انھوں نے مجھے صاف صاف بتایا کہ ان کے خیال میں میری زندگی خطرے میں ہے اور میں پوری طرح اپنے کو ان کی مرضی کے حوالے کردوں۔ انھوں نے مجھے آگاہ کیا کہ کسی وقت بھی مجھے مار ڈالنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے یہاں تک کہا کہ ایک لمبے عرصے تک اِدھر اُدھر سفر کر کے وقت گذارنے پر بھی شائد یہ خطرہ کم نہ ہوگا۔ اور میری واپسی پر مجھے ختم کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس لیے ان کے خیال میں سب سے بہتر طریقہ یہی تھا کہ اس کام کے لیے کسی ہوشیار اور دانشمند شخص کی خدمات حاصل کی جائیں اور اسی وجہ سے ہم نے بمبئی کا سفر کیا تھا۔

"کیا مسٹر بشیر کو اس بارے میں کسی پر شبہ تھا کہ یہ دھمکی کے خط کون روانہ کررہا ہے۔

"میرا خیال ہے اس بارے میں انھوں نے ضرور کوئی فیصلہ کر لیا تھا لیکن مجھے اس سے آگاہ نہیں کیا تھا۔

"کیا احمد آباد سے یہاں تک کے سفر میں آپ کو اس پر بھی شبہ ہوا کہ آپ کا تعاقب کیا جارہا ہے"

"نہیں۔ اس جگہ پہونچنے کے بعد مسٹر بشیر نے کہا تھا کہ ظاہر میں ہم لوگ ابھی تک حفاظت سے اس جگہ پہنچ گئے ہیں۔

"کیا آپ نے اُن لوگوں کو ـــــ جہاں آپ ٹھہری ہوئی تھیں یہ بتایا تھا کہ آپ بمبئی جارہی ہیں"

"ہاں۔ لیکن مسٹر رحمان اور ان کی بیوی پر شبہ کرنا بیوقوفی ہوگی"

"کیا کسی اور کو بھی یہ معلوم تھا کہ آپ احمد آباد چھوڑ کر کہاں جارہی ہیں"

"ہاں۔ میں نے وحید کو لکھ دیا تھا کہ میرے خط اب احمد آباد بھیجنا بند کردے"

کسی اور سے آپ نے احمد آباد میں رہتے ہوئے خط و کتابت کی تھی"

"نہیں"

"کیا آپ نے وحید کو اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ آپ ہوٹل ڈی لکس میں ٹھہریں گی۔"

"نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کا ضرور ہی تعاقب کیا گیا تھا ورنہ کسی کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ آپ اس ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہیں۔

"یہ ایک طرح سے صحیح بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ جب میں بمبئی آتی ہوں اسی ڈی لکس ہوٹل میں ٹھہرتی ہوں۔"

تیسرا باب

ٹانگا بین

ڈیڈ کیٹیو انسپکٹر شاہد نے ایک بار پھر ان ناموں کی فہرست کو دیکھا جسے نجمہ نے تحریر کیا تھا۔ پھر سرخ بیضا ہیر کو دیکھا اور پُر فکر انداز میں اپنی ٹھوڑی کھجانے لگا۔

"مس نجمہ۔ ہم معجزے ظہور میں نہیں لا سکتے"۔ آخر وہ بولا "آپ نے ابھی بتایا آپ اُس شخص سے واقف نہیں ہیں جس نے مسٹر بشیر کے قتل سے پہلے آپ کے دروازے پر دستک دی تھی۔ اس کے علاوہ مسٹر بشیر نے بھی ان خطوط کو تحریر کرنے والے کے سلسلے میں آپ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی خطرے میں تھی اور شاید اب بھی ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے ابھی مجھے کوئی ایسا نکتہ نہیں ملا ہے جو مجرم کی طرف اشارہ کرتا ہوا نظر آئے۔ اگر آپ مجھے کچھ اور بتانے کی زحمت کریں تو"۔

"میں تیار ہوں انسپکٹر"۔ وہ بولی "پوچھیے"۔

"کیا آپ نے اپنے والد کے انتقال سے پہلے یا بعد میں کبھی اس پانچ ہزار کے قرض کے بارے میں کچھ سنا تھا"۔

"قطعی نہیں۔ میرے والد ایک عزت دار شخص تھے اور جب تک وہ چھوٹے سے چھوٹا بل بھی ادا نہیں کر دیتے تھے انھیں آرام نہیں ملتا تھا۔ حالانکہ ان کی آمدنی کافی اچھی تھی لیکن شاید ان سے زیادہ مشکلات کسی نے نہیں جھیلی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ ایک ایک روپے اور پیسے کی قیمت سے اچھی طرح واقف تھے۔

"آپ نے بھی کچھ سوچا کہ یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے"۔

"میں نے غور تو کافی کیا ہے لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس پر شبہ کیا جا سکے۔"

"مجھے پہلے سے ہی امید تھی کہ آپ اسی طرح کا کوئی جواب دیں گی۔ اسی لئے میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ ہم معجزات ظہور میں نہیں لا سکتے۔ دوسرے لفظوں میں پولیس بغیر اینٹ کے عمارت تعمیر نہیں کر سکتی۔ اگر آپ واقعی مجبور ہیں کہ آپ کسی پر شبہ ظاہر نہیں کر سکیں تو پھر میں کسی دوسری طرح اس کیس کا گوشہ پکڑنے کی کوشش کروں گا لیکن پھر بھی آپ کی چھوٹی سے چھوٹی بنائی ہوئی بات بھی ہمارے لئے بہت ہی کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں انسپکٹر۔ لیکن آپ ہی کی طرح یہ معاملہ میرے لئے بھی ایک معمے سے کم نہیں ہے۔

"پھر تو اس کیس میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور ہاں، جب آپ نے ان میں سے پہلے کو دیکھا تھا۔" اس نے اس سرخ شے کو اٹھا لیا جو اس کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ "آپ نے اسے پتھر سمجھا تھا لیکن اب اسے ٹانگا بین کہتی ہیں۔

"ہاں۔ یہ جنوبی افریقہ میں پیدا ہوتے ہیں اور اس قدر زہریلے ہوتے ہیں کہ آسانی سے کسی کی جان لے سکتے ہیں وہاں ___ زولولینڈ میں اس کی ایک خاص اہمیت ہے جب کوئی زولو کسی دوسرے کو قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ اسی شے کو اس کی جھونپڑی کے سامنے جا کر بکھیر آتا ہے۔ اس طرح اس کا دشمن خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن وہاں کے رسم و رواج کے مطابق جب ایک شخص ایسا کر ڈالتا ہے تو پھر اس کے لئے یہ لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ یا تو خود اپنے دشمن کو مار ڈالے یا پھر اس کے ہاتھوں مارا جائے۔

شاہد نے عجیب نظروں سے نجمہ کو دیکھا۔

"کیا احمد آباد میں رہتے ہوئے یہ بات آپ کو معلوم ہوئی تھی۔

"نہیں۔ اپنا گھر چھوڑنے سے پیشتر میں نے ان میں سے ایک کو —— جو کتے کے پٹے سے بندھا ہوا ملا تھا —— ایک واقف کار کو دکھایا تھا جو ٹمردس میں ہی رہتے ہیں۔ چونکہ وہ افریقہ میں رہ چکے ہیں اس لئے انھوں نے مجھے یہ بات بتائی تھی۔"

"کیا آپ کے والد اور جنوبی افریقہ میں کوئی رشتہ ہے۔

وہ کئی سال وہاں رہے ہیں"

"اوہ" شاہد نے کہا "مجھے کچھ اور بتایئے"

"میرے والد کا نام عبدالوہاب تھا اور وہ تقریباً تیس سال پیشتر جنوبی افریقہ گئے تھے۔ وہاں پہونچ کر انھیں سونے کی کانوں سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی اور اس کی تلاش میں انھوں نے قریب قریب اپنی تمام دولت ختم کردی لیکن آخر میں جب ہر پیدا ہوئی تو انھوں نے ایک ایسی جگہ کے حقوق خرید لئے جہاں انھیں سونا ملنے کی اُمید نہیں تھی اُس جگہ کا مالک ایک شخص ادریس احمد تھا جس کا خیال تھا کہ اس جگہ سونا ملنے کی امید نہیں ہے۔ اسی لئے اس نے خوشی سے وہ مقام والد کے ہاتھوں فروخت کردیا تھا۔ لیکن اُسی سے والد کی قسمت چمک گئی اور انھیں وہ چیز مل گئی جس کی انھیں تلاش تھی۔ اُس جگہ اب بھی میری سونے کی کان ہے جس میں کام برابر ہوتا رہتا ہے۔

"مسٹر وہاب ہندوستان واپس کب آئے تھے۔

"اس وقت میری عمر بہت کم تھی۔ سب سے پہلے انھوں نے گلکدے کو خریدا تھا اور ہم نے وہیں رہائش اختیار کرلی تھی۔

آپ کے وہ ٹمردسی کون ہیں جنھوں نے اس ٹانگا بین کے بارے میں آپ کو سب کچھ بتایا تھا۔

"مسٹر ادریس احمد —— جس سے والد نے افریقہ میں زمین کے حقوق خریدے تھے۔

"کیا یہ مسٹر ادریس بھی افریقہ میں کافی کامیاب رہے تھے۔

میں یہ نہیں کہہ سکتی۔ نجمہ نے کہا "لیکن وہ بہت اچھے آدمی ہیں اور والد کو ان سے گہری ہمدردی تھی۔ گو مسٹر ادریس ایک ناتراشیدہ ہیرا ہیں۔ لیکن بہرحال وہ ہیرا ہیں۔ اپنی زمین فروخت کرنے کے بعد وہ کسی دوسری جگہ سونے کی تلاش میں چلے گئے تھے۔ اور کافی عرصے تک والد کو ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ جب وہ پھر دوبارہ ملے تو مسٹر ادریس کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ وہ شاید ٹرانسوال کے کسی اسپتال میں پڑے ہوئے تھے کیونکہ ان کے ایک پیر میں بُری طرح چوٹ آئی تھی۔

"ہماری کان سے کافی آمدنی ہو رہی تھی" نجمہ کہتی گئی "اس کے علاوہ والد کے دل میں یہ بات تھی کہ وہ صرف ادریس صاحب کی وجہ سے کامیابی حاصل کر سکے ہیں۔ اس میں کوئی قانونی نکتہ نہیں تھا لیکن اخلاقی طور پر والد یہی سمجھتے تھے کہ ادریس کے ان پر بہت احسان ہیں۔ قسمت نے ایک کو دولت مند اور دوسرے کو غریب بنا دیا تھا حالانکہ ایک وقت دونوں ہی دولت حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے تھے۔ اور ...... میرے خیال میں اتنی ہی بات آپ کے لئے کافی ہوگی"

"اگر آپ کچھ اور بتائیں تو بہتر ہوگا" انسپکٹر نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر نے والد کو بتایا کہ مسٹر ادریس کا پیر شاید ان کی دائمی تکلیف کا باعث ثابت ہو۔ والد جانتے تھے کہ ایک دربدر گھومنے والے شخص کے لئے اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے اس لئے انھوں نے تین ہزار روپے سالانہ کا وظیفہ مسٹر ادریس کے نام مقرر کر دیا تھا۔ جب ہم واپس آئے تو مسٹر ادریس بھی واپس آگئے اور ہم لوگوں کے پڑوس میں ہی ایک مکان لے کر اپنے دو بیٹوں کے ساتھ رہنے لگے۔ ان سے اور میرے والد سے گہری دوستی تھی اس لئے والد صاحب ان کے قریب آجانے سے بہت خوش ہوئے تھے۔

"آپ کو معلوم ہے مسٹر ادریس آپ کے والد سے ملنے والی رقم پر مطمئن تھے"

"مطمئن سے بھی زیادہ۔

اور کیا مسٹر ادریس کو اب بھی وہ رقم برابر ملتی ہے۔"

"ہاں۔ والد صاحب نے اپنے وصیت نامے میں اس کا خاص خیال رکھا تھا۔ میرے خیال میں آپ مسٹر ادریس کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کریں گے۔"

"ابھی تک جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ ان کی بے گناہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ شاہد نے جواب دیا۔" فی الحال اب مجھے آپ سے کچھ اور نہیں پوچھنا ہے۔"

چوتھا باب

دو دوست

انسپکٹر شاہد سے جدا ہونے کے بعد نجمہ جب ہال میں پہنچی تو اسے وہ شخص بیٹھا دکھائی دیا جس سے اس کی ملاقات ٹرین پر ہوئی تھی۔ وہ قریب نصف گھنٹے سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے دیکھا کہ نجمہ کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا ہے لیکن اب وہ اس وقت سے زیادہ مطمئن نظر آرہی تھی جب اس نے اسے ٹرین پر دیکھا تھا۔

آپ کے آنے کا شکریہ۔" وہ بولی۔ لیکن اس معاملے میں آپ کو گھسیٹنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔ آیئے اس گوشے میں بیٹھیں۔

"میں خود اس معاملے میں گھسٹ کر آیا ہوں۔" وہ بولا۔ "میرا نام مظہر ہے۔"

اس دوشیزہ نے بھی اپنا نام بتایا۔ "نجمہ۔"

"مجھے یکایک آپ اور آپ کا فون نمبر یاد آگیا تھا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ معاملہ کسی قدر سنگین ہے تو......"

"آپ کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ آپ پر شبہ......"

"کسی پر بھی شبہ کرنے کی ابھی کوئی وجہ سامنے نہیں آئی ہے۔" نجمہ نے جواب دیا۔ لیکن حقیقت میں مجھے قتل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ دیکھئے میں آپ کو بتاتی ہوں۔"

دوشیزہ نے تفصیل کے ساتھ اسے تمام واقعات سے آگاہ کیا۔

نجمہ کے خاموش ہوتے ہی مظہر نے ہال میں کھڑے دو تین اشخاص کی طرف دیکھا۔

"کیا وہ پولس آفیسر ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں، وہ لانبے قد کا شخص ڈیڈکیٹیو انسپکٹر شاہد ہے جو اس کیس کا انچارج ہے۔

"کیا اس جگہ واقعی آپ سے کوئی واقف نہیں ہے؟"

"میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جو ان حالات میں میری کچھ مدد کر سکے۔

"میں آپ کی کس معنی میں مدد کر سکتا ہوں؟"

"میرے لئے چائے کا آرڈر دیکر۔ اس وقت میں بری طرح اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔"

"اور اب" اس نے چائے کا آرڈر دینے کے بعد کہا۔

"آپ یہاں بیٹھے رہئے جب تک کہ میں اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہ ہو جاؤں۔

میں تو اس لئے خوفزدہ تھی کہ پولس مجھے لے جا کر قید خانے میں ڈال دے گی۔

"اس واقعے کے بعد میرا خیال ہے آپ کا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔"

وہ چند لمحے خاموش بیٹھی سوچتی رہی۔

"اگر کسی کو یہ بتا دیا جائے کہ اسے قتل کیا جانے والا ہے تو اسے ایک عجیب قسم کا احساس ہوتا ہے — اور جبکہ ثبوت بھی سامنے آگیا ہو کہ وہ دھمکی صرف دھمکی ہی نہیں ہے۔ میں صرف ہوشیار ہو گئی تھی لیکن مسٹر بشیر کی موت سے پہلے خوفزدہ نہیں ہوئی تھی حالانکہ انھوں نے مجھے ہر طرح سے یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ میری زندگی سخت خطرے میں ہے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تھا میں واقعی خوفزدہ و پریشان تھی۔

"یہ تو میں نے اندازہ لگالیا تھا" مظہر نے اسے بتایا "لیکن وہ قدرتی بات تھی۔

"میں نے تو سمجھ لیا تھا کہ احمد آباد سے بمبئی تک کے سفر میں کہیں بھی کسی کے پستول کی گولی میرا استقبال کر سکتی ہے۔

"خیر۔ اب ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ خطرہ گذر چکا ہے۔" مظہر نے اسے تسلی دینے کے خیال سے کہا۔

ملازم چائے لے آیا اور رکھ کر چلا گیا۔

"آپ کے ہمدردانہ رویے نے ٹریبن پر میری کافی ہمت بندھائی تھی۔ میں خود آپ سے باتیں کرنے کے لئے بے چین تھی لیکن مسٹر بشیر اسے کبھی پسند نہ کرتے۔ اسی لئے میں خاموش رہی تھی۔

"اور پھر" وہ کہتی گئی "وہ خوفناک لمحہ آیا جب میں نے انھیں اپنے کمرے کے سامنے مردہ حالت میں پڑے ہوئے دیکھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری کوئی عزیز شے ٹوٹ گئی ہے۔ اور میں اس شخص کو سزا پاتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہوں جس نے بشیر صاحب کو قتل کیا ہے۔ اس وقت مجھے اس کا ذرا بھی خیال نہیں تھا کہ میرے ساتھ بھی کوئی واقعہ پیش آسکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرے دل میں زندہ رہنے کی خواہش موجود نہیں ہے۔"

وہ خاموش ہوگئی پھر اس نے اپنے شانوں کو عجیب طرح سے جنبش دی۔

"میں سمجھتا ہوں۔" مظہر نے کہا۔

"آپ کے پوچھنے سے پہلے مجھے یہ خیال ہی نہیں آیا تھا کہ اب میرا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن اب میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے اس جگہ کو فوراً ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔"

"آپ نے کہاں جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں اپنے گھر واپس جاؤں گی۔" ایک نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

مظہر نے اپنے سگریٹ کے ٹکڑے کو مسل دیا۔ "لیکن ایسا کرنا بھی تو خطرے سے خالی نہ ہوگا۔" اس نے کہا۔ "بہرحال میں ہر طرح سے آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں شروع ہی سے آپ سے خوفزدہ نہیں ہوں۔" وہ بولی۔

"یہ اچھا ہی ہے۔ آپ کہہ رہی ہیں کہ گھر واپس جائیں گی۔ اس جگہ آپ کے ساتھ اور کون کون ہوگا۔

"وہاں میرے چار ملازم ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میرے لئے وہ اپنی جان کی بازی بھی لگا سکتے ہیں۔

"اگر آپ کو پولس سے چھٹی مل گئی ہو تو میں آپ کو اپنی کار پر آپ کے گھر تک پہونچا سکتا ہوں۔

اس کے لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ تشکریہ میری اپنی کار بھی آگئی ہے۔

"میرے ذہن میں ایک بات آرہی ہے"

"وہ کیا"

"کیا آپ نے کبھی ذاکرہ کا نام سنا ہے"

"آپ کا مطلب ڈیلی نیوز کے کرائم رپورٹر سے تو نہیں ہے۔ میں نے اس کا نام سنا ہے۔

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں" منظر نے کہا" اگر ہم اسے بھی اس معاملے میں شامل کریں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ اس طرح کے کاموں کو کرنے میں وہ ماہر ہے۔

"لیکن کیا آپ کے خیال میں وہ ......"

"کیوں نہیں۔ ذاکرہ کے لئے جرم کی وارداتیں غذا کا کام دیتی ہیں۔ وہ اپنا تمام وقت جرموں کے راز حل کرنے میں صرف کرتا ہے۔ آپ اسے ضرور پسند کریں گی اور ممکن ہے وہ کارآمد ثابت ہو۔ اس کے علاوہ آپ کو یقین دلانے کے لئے وہ میرے بارے میں بھی آپ کو بہت کچھ بتا دے گا۔ آپ کا کہنا ہے کہ انسپکٹر شاہد اس کیس کا انچارج ہے۔ ذاکرہ اور شاہد نے اکثر مل کر بڑے بڑے جرموں کے راز حل کئے ہیں"

"پھر آپ کے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے"

"پونہ میں دو ایسے شخص کون ہیں جن پر آپ پوری طرح اعتبار کر سکتی ہیں؟"

"زرینہ اور اس کا شوہر کلیم۔"

"اچھے آدمی ہیں؟"

"ہاں۔ اس کے علاوہ وہ خوفزدہ ہونا بھی نہیں جانتے۔ کلیم ابھی تک تین شیر شکار کر چکا ہے اور اس کی بیوی ہمیشہ اس کے ساتھ رہی ہے۔"

"کیا وہ آج کی رات گلکدہ میں قیام کر سکتے ہیں۔"

"وہ میرے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

پھر تو آپ انھیں فون کر دیں کہ وہ فوراً آپ کے مکان پر پہنچ جائیں میں ذاکر کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر وہ مل گیا تو پھر ہم تینوں ہی گلکدہ جائیں گے اور دوسرے دن ہمیں اس معاملے پر غور کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے گا۔ وہ ہچکچایا لیکن یہ سب آپ کی منظوری پر ہی منحصر ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" نجمہ نے کہا۔ "وہاں بے شمار کمرے ہیں۔"

"ٹھیک۔ پھر تو آپ مسٹر کلیم کو فون کریں اور میں ذاکر کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

مظہر نے دو کال کئے۔ پہلا اپنے فلیٹ پر۔ "رحیم" اس نے اپنے ملازم سے کہا۔ میرے لئے کچھ کپڑے ایک سوٹ میں رکھ دو........ کیا...... نہیں۔ صرف دو تین دن کے لئے۔ اور سنو۔ میری الماری کے خانے میں میرا پستول رکھا ہوا ہے۔ اسے بھی ایک درجن کارتوسوں کے ساتھ سوٹ کیس میں رکھ دینا۔ پھر ایک ٹیکسی پر ہوٹل ڈیلکس آجاؤ۔ اسی جگہ تمھیں میری کار کھڑی نظر آئے گی۔ اسی میں سوٹ کیس رکھ دینا۔ بس اتنا ہی کام ہے لیکن جلدی۔

دوسری طرف رحیم ریسیور رکھنے کے بعد اپنا سر کھجانے لگا۔

"پستول ..... جلدی ....." وہ بڑبڑایا "خدا جانے معاملہ کیا ہے۔ اور پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

اس درمیان مظہر لائن مل جانے کی وجہ سے ڈیلی نیوز کے آفس سے باتیں کر رہا تھا۔

"نہیں۔ مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے" ذاکر مظہر کے سوال کے جواب میں کہہ رہا تھا "میں تو آج سینما دیکھنے چلا گیا تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پیشتر آفس آیا ہوں اور اب گھر جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا ..... کیا ..... اچھی بات ہے اگر تم کہتے ہو تو میں آجاؤں گا لیکن مظہر کہانی بھی کافی شاندار معلوم ہوتی ہے۔ میرا انتظار نہ کرو۔ میں خود ہی اپنی کار پر کسی وقت گلکدہ پہنچ جاؤں گا۔ روانگی سے پیشتر میں ہوٹل ڈی لکس میں بھی ٹھہر کر کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں ..... اچھا، شاہد سے کہو میں اس سے فون پر باتیں کرنا چاہتا ہوں"

دس منٹ بعد ڈیلی نیوز کا رپورٹر ہوٹل میں انسپکٹر شاہد سے باتیں کر رہا تھا۔

"کیوں شاہد۔ اس کے پاس پہنچتے ہوئے ذاکر نے کہا۔ کیا ابھی تک اس معاملے کو حل نہیں کر سکے ہو۔

اپنے دوست کو دیکھتے ہی انسپکٹر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

نہیں ڈیئر" شاہد نے کہا "پولس سپرنٹنڈنٹ کا خاص حکم تھا کہ جب تک کرائم رپورٹر ذاکر نہ آجائے اور مجھے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہ دکھائے۔ اس وقت تک میں کوئی قدم آگے نہ اٹھاؤں گا"

پانچواں باب

باورچی خانے میں

نصیر ــــ گلکدے کا بٹلر باورچی خانے میں داخل ہوا جہاں گلشن ــــ کھانا پکانے والی اور نسیمہ ــــ جو تجمہ کے نجی کام کیا کرتی تھی بیٹھی زیادہ رات گذر جانے کی وجہ سے چائے بنا کر پی رہی تھی۔ گلشن ــــ جو اس مکان میں پندرہ سال سے کام کر رہی تھی کافی فکرمند دکھائی دے رہی تھی۔ نصیر اور نسیمہ اس جگہ کچھ ہی مہینے پیشتر ملازم ہوئے تھے۔

"وہ اخبار والا صاحب نواکھر آ گیا۔" نصیر نے ان لوگوں سے کہا۔

"کیسا ہے۔" نسیمہ نے پوچھا۔

"میرا تو خیال تھا کہ وہ کوئی ادھیڑ عمر کا آدمی ہوگا لیکن وہ تو ابھی جوان ہی ہے۔ مالکن کا کہنا ہے وہ کچھ دن یہاں ٹھہرے گا۔"

گلشن نے پیالی کے اوپر سے جھانکا۔

"وہ یہاں رہ کر کیا کرے گا۔" اس نے کہا۔

"میں کیا کہوں سنا ہے وہ انسپکٹر شاہد کے ساتھ ملکر کام کرتا ہے۔ بہرحال آدمی خطرناک نظر آتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ میرا برا چاہتا ہے گا۔ تو پھر میں بھی کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گا۔" نصیر نے کہا۔

"جب میں یہاں آئی تھی۔" گلشن نے کہا "اس وقت نجمہ بالکل چھوٹی سی تھی۔ وہ اس وقت بھی اپنے باپ ہی کی طرح تھی۔ ان کا انتقال تم لوگوں کے آنے سے کچھ ماہ پیشتر ہوا تھا اگر اب اس کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو یہ بہت ہی افسوس کی بات ہو گی۔

"کیا تمہارے خیال میں نجمہ کو واقعی کوئی مار ڈالنے کو تیار ہوگیا ہے۔" نسیمہ نے پوچھا۔

نصیر کے چہرے پر الجھن کے آثار ابھر آئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی سمجھدار آدمی کیوں ایسا کرے گا۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن تم تو سن ہی چکی ہو کہ آج رات وہاں ہوٹل میں کیا ہوا تھا۔ میرا تو خیال ہے وہ یہاں آگئی ہیں اچھا ہی کیا ہے۔ لیکن میری رائے میں معاملہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے پہلے کتا اور اب بشیر صاحب۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔" بادرچن نے پیالہ رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ شخص سامنے آکر کیوں نہیں کہتا کہ اس کا پانچ ہزار روپیہ باقی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اسے سامنے آنے میں کیا جھجک ہے۔ پانچ ہزار کچھ کم نہیں ہوتے۔ نجمہ کیا کوئی بھی اسے آسانی سے دینے کو تیار نہ ہوگا۔

نصیر نے اپنا سر ہلایا۔ "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اور اگر وہ کوئی افریقہ کا رہنے والا ہے تو پھر وہ اتنے سال تک انتظار کیوں کرتا رہا تھا۔" نسیمہ نے کہا۔

"یہ سب میری سمجھ سے باہر ہے۔" نصیر نے کہا۔ "لیکن میرا دل کہہ رہا ہے جب وہ آدمی پکڑا جائے گا تو افریقہ والا ہی نکلے گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" بادرچن نے کہا۔ "لیکن اسے تلاش کرنا پولس کا کام ہے اگر وہ اسے پا جائیں۔"

"تمہارا خیال پولس کی طرف سے اچھا نہیں ہے۔" نصیر نے پوچھا۔

"ارے یہ پولس والے کرتے ہی کیا ہیں۔" وہ بولی۔ "انھیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ کتے کے مرنے کے بعد کیا ہو سکتا ہے۔ اور پھر خط میں صاف صاف لکھا تھا کہ وہ نجمہ کو مار ڈالے گا۔ انھوں نے کیا کیا۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "سب کھڑکی

دروازے دیکھ لیے ہیں۔"

"ہاں۔" نصیر نے جواب دیا۔

"یہ اچھا ہے یہاں چوروں سے ہوشیار کرنے والی گھنٹی لگی ہوئی ہے۔ میں تو کبھی یہ پسند نہ کروں گی کہ کوئی سوتے میں آکر میرا سر توڑ کر چلا جائے۔ اب میں سونے جا رہی ہوں چاہے جو کچھ ہو۔" وہ دو قدم آگے بڑھ کر ٹھہر گئی۔ "اس چیز کا کیا نام ہے جسے قاتل نے بھیجا تھا۔"

"کچھ بین کر کے ہے۔" نصیر نے کہا۔

"مانگا بین۔" نسیمہ نے کہا۔

"کبھی اس کا نام نہیں سنا۔" بادرچن نے کہا "لیکن ایک بات میں ضرور کہہ سکتی ہوں۔

"وہ کیا۔"

"کوئی سمجھدار آدمی اس بات کا آسانی سے پتہ لگا سکتا ہے کہ احمد آباد میں وہ چیز نجمہ کے پاس کس نے بھیجی تھی۔ اس کے وہاں ہونے کی بات بہت کم لوگوں کو معلوم تھی۔ مجھ تک کو بھی نہیں معلوم تھا۔"

"لیکن وحید کو معلوم تھا۔" نسیمہ نے کہا۔ "مگر اس پر تو کوئی شبہ نہیں کر سکتا۔"

اس پر کون شبہ کر سکتا ہے۔" بادرچن نے کہا۔ "وہ نجمہ کو اپنی بیٹی کی طرح مانتا ہے اور میری ہی طرح نجمہ پر آنچ آنے سے پہلے اپنی جان دے دینا پسند کرے گا۔

یہ کہہ کر گلشن اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

چھٹا باب

مشتبہ باتیں

دوسری صبح گلکدہ کے سامنے ایک کار آکر ٹھہری۔ گھنٹی کی آواز سن کر نصیر نے دروازہ کھول کر دیکھا، کہ ایک لانبے قد کا جوان وہاں کھڑا ہوا تھا۔

"میں مس نجمہ سے ملنا چاہتا ہوں" اس شخص نے کہا۔ "ان سے کہو انسپکٹر شاہد آئے ہوئے ہیں"

نصیر نے دروازہ کھول کر مودّبانہ لہجے میں کہا۔ اندر آجائیے میں انھیں اطلاع کر دوں گا۔

"یہاں سب کچھ ٹھیک ہے" انسپکٹر نے پوچھا۔

"خدا کا شکر ہے۔ گستاخی معاف۔ آپ نے کسی کو گرفتار کیا یا نہیں"

"ابھی تک تو نہیں" انسپکٹر شاہد نے نشست گاہ میں پہنچتے ہوئے کہا۔

ملازم کے جانے کے چند منٹ بعد ہی وہاں نجمہ پہنچ گئی۔

"السلام علیکم مس نجمہ۔ آپ نے مسٹر و مسز کلیم کا نام بھی اس فہرست میں لکھا تھا جو آپ کے احمد آباد کے پتے سے واقف تھے۔ ابھی میں انھیں کے یہاں گیا تھا اور وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ لوگ آپ ہی کے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

"ہاں۔ آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں"

"اگر ممکن ہو" شاہد نے کہا "اور آپ کے دادا وحید سے بھی"

"اچھی بات ہے" نجمہ جانے کے لئے گھومی۔

ایک منٹ" شاہد نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔" میں آپ کو خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کی حفاظت کی سخت ضرورت ہے"

"ہاں میں بھی ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی ہوئی ہوں" وہ بولی "بہرحال اس وقت میں اپنے گھر میں اپنے دوستوں اور ملازموں کے درمیان ہوں"

انسپکٹر نے اپنا سر ہلایا "ایک بات میں آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ اس معاملے پر کافی غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ اور اس مجرم میں ضرور کوئی ایسا تعلق ہے جس سے آپ ناواقف ہیں"

نجمہ نے عجیب نظروں سے انسپکٹر کو دیکھا اور کہا۔

"کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کچھ باتیں معلوم کر لی ہیں۔

"میں نے جو کچھ کہا ہے میرا مطلب وہی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کاش مجھے کچھ باتیں معلوم ہو جاتیں۔ لیکن بدقسمتی سے قاتل نے بہت ہوشیاری سے کام کیا ہے اور اپنے پیچھے اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑ گیا ہے۔ مجھے بمبئی کے ہوٹل میں تو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، لیکن جلد یا بدیر وہ ہمارے ہاتھ آ ہی جائے گا۔ ممکنات میں سے یہ بھی ہے کہ پچھلی رات کے واقعے کے بعد وہ اپنی دھمکی پر عمل نہ کرے لیکن کاش مجھے اس پر پوری طرح یقین ہو جاتا۔ میرے خیال میں تو آپ خطرے کا احساس اس طرح کریں کہ آپ کے آس پاس رہنے والے بھی آپ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

"آپ کا مطلب ان لوگوں ——— میرے مہمان اور ملازموں سے ہے"

"ہاں لیکن میرا کہنا ہے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انھیں میں سے ایک مسٹر بشیر کا قاتل ہے۔ اب آپ داروغہ کو بلا دیں۔

کچھ دیر بعد جو شخص انسپکٹر شاہد کے سامنے آ کر کھڑا ہوا وہ قریب پچاس سال کی عمر کا ایک توانا و تندرست بوڑھا تھا۔

"آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے" وہ جھجکنے دار آواز میں بولا۔

"ہاں۔ بیٹھ جاؤ۔ تم یہاں کتنے عرصے سے کام کر رہے ہو"

"سترہ سال سے"

"پھر تو تم نجمہ کو اس وقت سے جانتے ہو گے جب وہ چھوٹی سی تھی۔

"جی ہاں۔ جب میں یہاں آیا تھا تو ان کی عمر دو سال کی رہی ہو گی"

"تمہیں اس واقعے سے تو گہرا صدمہ پہنچا ہو گا"

"جی ہاں۔ کتے کے مرنے کے بعد سے تو رات کو مجھے مشکل سے ہی نیند آتی تھی کیونکہ نجمہ بی بی کو مار ڈالنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ لیکن اب بشیر صاحب ——— مجھے بہت ہی افسوس ہے۔ میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے کوئی خطرناک چیز نجمہ کے قریب سے قریب تر آتی جا رہی ہے۔ میں نے اسے اپنی گود میں کھلایا ہے۔ ایک بار تو اس کے بیمار ہونے پر میں تین دن اور تین راتیں اس کے پاس بیٹھا رہا تھا۔ وہ مجھے اپنی بیٹی کی طرح پیاری ہے لیکن ...... لیکن اس معاملے میں میں بے بس ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں"

"تم جتنی زیادہ ہماری مدد کرو گے اتنی ہی جلدی نجمہ سے خطرہ دور ہو سکتا ہے۔ انسپکٹر نے کہا۔

"کہیئے۔ میں ہر طرح سے تیار ہوں۔ آپ کیا چاہتے ہیں"

"تم میرے سوالوں کا صحیح صحیح جواب دیتے جاؤ"

"پوچھیئے"

"ابھی تک" انسپکٹر شاہد نے اسے بتایا "میں خود بھی اس معاملے کے سلسلے میں کچھ معلوم نہیں کر سکا ہوں۔ اگر قاتل ہوٹل میں اپنا کوئی نشان چھوڑ گیا ہوتا تو ممکن ہے اس کے سہارے ہم اس تک پہنچ سکتے لیکن ایسا نہیں ہوا ہے۔ اس لئے ہم دوسری طرح

سے اپنی تفتیش شروع کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اس جگہ سترہ سال سے رہنے کی وجہ سے تم پر کافی اعتبار کیا جاتا رہا ہوگا۔"

"جی ہاں یہ سچ ہے۔ مالک کو مجھ پر کافی بھروسہ تھا اور نجمہ آپ کو بتا سکتی ہے کہ میرے بارے میں اس کا کیا خیال ہے۔"

"اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ نجمہ کے والد کا چال چلن بہت اچھا تھا۔

"جی ہاں۔ وہ بہت ہی سیدھے سادھے آدمی تھے۔

"کیا تمھیں معلوم ہے وہ آخری بار افریقہ کب گئے تھے۔

"جی ہاں۔ قریب دس سال پہلے۔ لیکن وہ وہاں کچھ ہی دن رہے تھے۔

"اچھا اب اچھی طرح سوچ سمجھ کر جواب دو۔ کیا تمھارے سننے میں کبھی کوئی ایسی بات آئی تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ مرحوم مسٹر وہاب کا۔ افریقہ میں ہونے والے کسی معاملے سے گہرا تعلق تھا۔

"مالک کی زندگی میں تو مجھے کبھی اس طرح کی کوئی بات سننے کو نہیں ملی۔ اور جہاں تک گذشتہ تین سال کا تعلق ہے اس بارے میں میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ نجمہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی مصیبت بھی میرے ہی سامنے لے کر آتی تھی۔ پھر اگر ہم دونوں کچھ نہیں کر سکتے تھے تو بشیر صاحب سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

"آج سے گیارہ دن پیشتر نجمہ نے کس کے مشورے پر احمد آباد جانا طے کیا تھا۔

"یہ رائے بشیر صاحب نے دی تھی اور حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے ایسا ہی کرنے کو کہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں مطمئن ہو گیا تھا۔

"کیا انھوں نے خطوط بھیجنے کے بارے میں بھی کچھ کہا تھا؟"

"ہاں، انھوں نے کہا تھا کہ ان کے خطوط ان کے پاس احمد آباد بھیج دیئے جایا کریں۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں معلوم تھا کہ وہ کچھ دنوں تک وہاں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

"ہاں۔ اور اس کی حفاظت کے خیال سے میں بھی یہی چاہتا تھا۔"

"تو تم اس کے خطوط پر دوبارہ پتہ لکھ کر لیٹر بکس میں ڈال دیتے تھے۔" انسپکٹر شاہد نے آگے جھکتے ہوئے پوچھا کیونکہ اس سوال کا جواب اس کے لئے بہت ہی کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔

"نہیں نہیں۔" ملازم نے جواب دیا۔ "حالانکہ مجھے اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ یہاں کے ڈاک خانے میں کسی طرح کی گڑبڑی ہو سکتی ہے پھر بھی میں نجمہ کے خطوں کو ایک بڑے لفافے میں رکھ کر مسٹر رحمان کی معرفت۔ اسے بھیج دیتا تھا اور لفافے کو پوسٹ میں ڈالنے کے لئے بس پر سوار ہو کر یہاں سے تین میل دور جایا کرتا تھا۔"

"ایسا کرنا تمہارے لئے اچھا ہی تھا۔" شاہد نے کہا۔ "کیا نجمہ نے بھی تمہیں اس درمیان خط لکھا تھا۔"

"ہاں۔ ایک نہیں دو۔ لیکن میں نے اسے ہوشیار کر دیا تھا کہ وہ مجھے اپنے نام سے خط نہ لکھا کرے۔ میں اسے ہر طرح سے محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔"

"تمہارے خیال میں کیا یہاں آس پاس کوئی ایسا آدمی ہے جس پر یہ شبہ کیا جا سکے کہ اسی نے وہ دھمکی آمیز خط لکھے ہیں۔"

پہلی بار وحید نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا جواب دوں۔" آخر اس نے کہا۔ اس کی نظریں انسپکٹر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ شاہد سوچنے لگا کہ اس کے ذہن میں کیا ہو سکتا ہے۔

"کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ نجمہ کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"اس معاملے سے پہلے نہیں۔"

"میرے خیال میں تمہارے لئے یہ بہت ہی تکلیف دہ ہوگا اگر مسٹر بشیر کی طرح تمہاری مالکن کے ساتھ بھی کوئی واقعہ پیش آجائے۔"

بوڑھے کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے اور وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ کا معلوم ہونے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات ہے جسے وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"جی ہاں۔" اس نے بہت ہی آہستہ سے جواب دیا۔

"میں تمہیں ایک بات اور بتا دوں۔" انسپکٹر شاہد نے کہا۔ "میں تم جیسے لوگوں کی مدد سے ہی حاتم کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ اب مجھے صاف صاف بتاؤ۔ کیا یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس پر تمہیں شبہ ہو۔

ملازم نے آہستہ سے اپنا سر ہلایا۔

"آپ سمجھتے کیوں نہیں۔" اس نے کہا۔ "اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہوتا۔۔۔خواہ وہ نجمہ کے دوست پر ہی کیوں نہ ہوتا۔ میں ضرور آپ کو بتا دیتا۔"

"اچھی بات ہے۔" شاہد نے اس بات کو آئندہ کے لئے ملتوی کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے نجمہ کا احمد آباد والا پتہ کسی اور کو بتایا تھا۔

"نہیں نہیں۔ اور حقیقت میں دیکھا جائے تو مجھ سے کسی نے پوچھا ہی نہیں تھا۔

"کیا یہاں کے ملازموں کو معلوم تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ میرے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم تھا کہ نجمہ کہاں ہے۔"

"لیکن یہ خبر کہیں نہ کہیں سے تو کسی کو معلوم ہی ہوئی ہوگی۔"

"میں نے ایسا نہیں کیا۔" ملازم نے جواب دیا۔ "میں نجمہ کو خطرے کے حوالے کرنے سے زیادہ اپنی جان دیدینا پسند کروں گا۔ مجھے یہاں اپنے مالک اور نجمہ سے جو ہمدردیاں ملی ہیں وہ اور کہیں نصیب نہیں ہوئی۔ مجھے تو اس بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم تھا کہ انھوں نے وصیت نامے میں میرے لئے بھی کچھ رقم کے لئے ایسی حالت میں لکھا ہے جبکہ نجمہ کو کچھ ہو جاتا ہے۔"

انسپکٹر نے ملازم کو غور سے دیکھا۔

"تمہارا مطلب ہے اگر نجمہ مر جائے تو تمہیں بھی کچھ رقم مل سکتی ہے۔"

"ہاں، لیکن خدا کرے ایسا کبھی نہ ہو۔" وحید بولا۔ "ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔"

انسپکٹر شاہد کچھ سوچتے ہوئے اپنی ٹھوڑی کھجانے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ایمانداری اور وفاداری کسی کے چہرے پر پڑھی جا سکتی تھی تو پھر اسے وحید کے چہرے پر دیکھا جا سکتا تھا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔" اس نے آخر کہا۔ "مسٹر و مسز کلیم کو اطلاع کر دو کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

وحید کے جانے کے چند منٹ بعد ہی کلیم اپنی بیوی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہ لانبے قد کا ایک تندرست اور خوش مزاج شخص تھا۔ اس کی عمر قریب تیس سال کے تھی اور اس کی بیوی اس سے عمر میں بہت کم معلوم ہو رہی تھی۔

"آپ دونوں سے میں کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔" شاہد نے کہا۔ "کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے آپ اس بات سے واقف تھے کہ نجمہ احمد آباد میں کہاں ٹھہری ہوئی ہے۔"

پوچھئے۔ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔" کلیم نے کہا۔

"کیا اس نے آپ کو خط لکھا تھا کہ وہ کہاں ہے۔"

"نہیں۔ جب نجمہ یہاں سے روانہ ہوئی تھی تو ہماری ملاقات اتفاق سے احمد آباد کے اسٹیشن پر ہی ہو گئی تھی۔ ہم وہاں ایک کام کے سلسلے میں گئے تھے اور واپس ہو رہے تھے۔ اسٹیشن پر ہی اس نے ہمیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھ کیا واقعات ظہور میں آ رہے ہیں اور وہ کہاں جا رہی ہے۔ ہم اس کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے وہ ہی سب سے بہتر طریقہ تھا۔"

کیا آپ کی باتیں کسی نے سنی تھیں؟"

"مسٹر بشیر کے علاوہ اور کسی نے نہیں — جو ہمارے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے۔

"کیا آپ نے احمد آباد اسے خط لکھا تھا؟"

"نہیں۔" کلیم کی بیوی زرینہ بول اٹھی "بات دراصل یہ ہے انسپکٹر کہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ وہ احمد آباد میں کتنے دنوں تک رہے گی۔ یہ ہم نے نجمہ کی باتوں سے ہی اندازہ لگالیا تھا۔ ہمیں اس کے بارے میں کل رات تک کچھ معلوم نہیں تھا جبکہ اس نے یکایک ہمیں فون کیا تھا اور اس جگہ آنے کی درخواست کی تھی۔

"جب مس نجمہ نے آپ کو احمد آباد کا اپنا پتہ بتایا تھا تو کیا آپ نے اسے تحریر کر لیا تھا۔

اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہم اس جگہ سے کافی اچھی طرح واقف ہیں اور اکثر مسٹر رحمان کے یہاں جا کر ٹھہرتے رہتے ہیں۔"

"آپ کو اس کا پوری طرح اندازہ تھا کہ اس کی زندگی کس قدر خطرے میں ہے؟"

"یہ بات ہم پر مسٹر بشیر نے پوری طرح واضح کر دی تھی۔" کلیم نے جواب دیا لیکن میرا خیال ہے نجمہ خود اس بارے میں زیادہ فکرمند نہیں تھی۔"

"کیا آپ نے کسی سے اس بارے میں تذکرہ کیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ نجمہ اس وقت کہاں ٹھہری ہوئی ہے؟"

"یہ تو بیوقوفی ہوتی۔" کلیم نے کہا "کوشش تو اس بات کی کی جا رہی تھی کہ کسی کو یہ نہ معلوم ہو سکے کہ نجمہ کہاں ہے اور میں اس کا تذکرہ دوسروں سے کر دیتا۔ نہیں انسپکٹر یہ بات ہمارے ذریعے کسی دوسرے تک نہیں پہونچی۔ ہم اس بارے میں کافی غور کر چکے ہیں۔ اور ہمیں اس پر یقین ہے۔

کچھ دیر بعد انسپکٹر شاہد گلکدہ سے رخصت ہو رہا تھا۔ اس وقت اس کے ساتھ

اس کا دوست ذاکر بھی تھا۔

"کچھ معلوم ہوا" ڈیلی نیوز کے رپورٹر نے پوچھا۔

"نہیں۔ اور تم کو؟"

"میں بھی وہیں ہوں جہاں سے چلا تھا" وہ دونوں مکان کے سامنے آہستہ آہستہ ٹہلنے لگے "منظر اور میں ـــ دونوں ہی رات بھر اس امید میں الوؤں کی طرح جاگتے رہے تھے کہ شاید کہیں سے گولی چلنے کی آواز ہمارے کانوں تک پہونچ جائے۔ لیکن رات بہت ہی خاموشی سے گزر گئی تھی۔

شاہد نے تمباکو نکال کر سگریٹ بنانا شروع کر دیا۔

"اس کیس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے" شاہد نے پوچھا۔

"کافی دلچسپ ہے کیونکہ اس کا سر پیر کہیں بھی نظر نہیں آرہا ہے"

شاہد نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اس قدر دلچسپ کہ تم رات بھر بیدار رہے تھے۔ کیا واقعی تمھیں امید تھی کہ یہاں گولی چلنے کی آواز سنی جا سکتی تھی"

"میرا خیال تھا کہ ......" ذاکر خاموش ہو گیا۔

"کیا یہ معاملہ وکیل بشیر کی موت کے بعد ہی ختم نہیں ہو جاتا" انسپکٹر شاہد نے اس کا جملہ پورا کیا۔

"ہاں۔ لیکن میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو واقعات ظہور میں آرہے ہیں ان کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اسلئے یہ کیوں سمجھ لیا جائے کہ مسٹر بشیر کے قتل کے بعد اور تمام باتیں بھی ہونا بند ہو جائیں گی"

شاہد نے دیا سلائی جلائی۔

"یہی خیال مجھے بھی آج صبح پانچ بجے تک پریشان کئے رہا تھا۔ اس کے بعد میں سو گیا تھا۔

"شاید۔ میں اس معاملے کو اس نظریے سے دیکھ رہا ہوں۔" ذاکر نے کہا۔ "کوئی بھی ہوشمند انسان جس نے کسی کو پانچ ہزار روپے قرض دیئے ہوں گے اس طرح سے خط وکتابت شروع نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر پہلے خط کا ایک جملہ ہے تو اس نے لکھا تھا۔ اگر زندگی تمھیں عزیز ہے تو تنہا ہی آنا۔ اس جملے کو پڑھ کر معمولی سے معمولی ذہن کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایک لڑکی کو رات کے دس بجے جیمس پارک میں بلانے سے کسی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

"میں تو اس معاملہ کی کسی بھی بات کا مطلب ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں۔" شاہد نے کہا۔

"اب ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کیا مقامی پولیس سے کوئی غلطی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ہمارا شکار جیمس پارک اور سدرشن لین میں نہیں آیا تھا۔"

"میرا تو خیال ہے ایسا نہیں ہوا تھا۔ آج صبح میں نے انسپکٹر لطیف کو فون کیا تھا جو اس علاقے کا انچارج ہے۔ اس نے مجھے تمام باتیں تفصیل سے بتائی ہیں۔ وہ آفیسر جو ان دو مقاموں پر اپنے ساتھ کچھ آدمیوں کو لے گیا تھا اس کے بارے میں لطیف کا کہنا ہے کہ وہ بہت ہی ہوشیار شخص ہے۔ وہ لوگ وقت مقررہ سے دو گھنٹے پیشتر ہی ان مقاموں پر جا کر اس طرح پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے تھے کہ ہر آنے جانے والوں کو دیکھ سکتے تھے لیکن اس جگہ انھیں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"ممکن ہے ہمارا شکار ان سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر پوشیدہ ہو کر بیٹھ رہا ہو پھر پولیس کو چھپتے دیکھ کر اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھا ہو جب تک کہ پولیس واپس نہ ہو گئی ہو۔"

"اس پر میں نے بھی غور کیا ہے۔" شاہد نے کہا۔ "لیکن اس شخص کا ان مقاموں پر نہ آنا اس پراسرار معاملے کی صرف ایک کڑی ہے۔ اگر وہ شخص ۔۔۔ جس کی ہمیں تلاش

ہے واقعی صرف پانچ ہزار روپے حاصل کرنا چاہتا تھا تو پھر اس نے اس کے لئے ایک عجیب و غریب راستے کا انتخاب کیا تھا۔ نجمہ کو مار نے سے اسے کوئی مالی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔

"لیکن اسے اس طرح تسکین تو مل ہی سکتی ہے کہ روپیہ نہیں ملا ہے تو اس نے نجمہ کو ختم کر دیا ہے اور اب روپیہ کسی طرح حاصل نہیں کیا جا سکتا۔" ذاکر نے کہا۔ اس کا ظاہری ثبوت یہ ہے کہ وہ ہوٹل ڈی لکس میں گزشتہ رات خنجر لے کر گیا تھا۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکا کیونکہ نجمہ کو خطرے کی بو مل گئی تھی اور اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ قاتل نے بشیر کو تو صرف اپنے کو محفوظ رکھنے کے لئے قتل کیا ہو گا۔

شاہد نے ایک لمبی سانس لی۔

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔ "اگر تمہارے اس خیال کو مان لیا جائے کہ قاتل نے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لئے بشیر کو قتل کیا تھا تو اب اس کے ذہن میں یہی بات ہونی چاہئے کہ وہ کسی ایسی جگہ جا کر پوشیدہ ہو جائے جہاں اسے کوئی بھی نہ پا سکے لیکن پھر بھی تم اور تمہارا دوست، رات بھر اس کے گلکدہ میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اور میں خود پانچ بجے تک بستر پر لیٹا یہ سوچ رہا تھا کہ نجمہ ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئی ہے۔ ایسا کیوں تھا۔

"میں سمجھ گیا تم کیا چاہتے ہو۔" ذاکر نے کہا۔ "تم اس بارے میں میرے خیالات سے واقف ہونا چاہتے ہو لیکن ابھی تک میں کوئی مستقل خیال قائم نہیں کر سکا ہوں۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو مجھے اس سلسلہ کی ابھی زیادہ باتیں معلوم بھی نہیں ہو سکی ہیں۔ مظہر نے مجھے یہاں آنے کے لئے کہا اور میں چلا آیا ہوں۔ ابھی کچھ باتیں ایسی ہیں جنہیں معلوم کر لینے کے بعد ہی میں اس فیصلے پر پہنچ سکوں گا کہ اس کی زندگی اب بھی خطرے میں ہے یا نہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے وہی سوچا ہے جو میں نے سوچ رکھا ہے۔ ممکن ہے ہم دونوں ہی غلطی پر ہوں لیکن میں اپنے ذہن کے خلاف جانا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"سب سے بڑی مشکل جو ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایک سازشی اور قاتل کی تلاش میں ہیں اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سازش کا سر کہاں ہے اور پیر کہاں ہے۔" ذاکر نے کہا۔

"ہاں۔ دوسرے لفظوں میں ظاہری مقصد صحیح نظر نہیں آتا۔ اس کی چالاکی اور سفاکی ظاہر کرتی ہے کہ وہ کوئی دیوانہ شخص ہی ہو سکتا ہے۔ کتے کی ہلاکت کو ہم اس لئے نظر انداز کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نجمہ کے ساتھ رہتا تھا اور اگر اس پر کوئی حملہ کرتا تو کتا اس کی بوٹیاں نوچنے پر تیار ہو جاتا۔ ممکن ہے اسی خیال سے اسے مار ڈالا گیا ہو لیکن مسٹر بشیر کا قتل ـــــ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے کہ آخر قاتل کو یہ کیسے معلوم ہوا نجمہ احمد آباد میں ہے اور کہاں ٹھہری ہوئی ہے۔"

"اس معاملے میں وحید ہماری مدد کر سکتا ہے۔" ذاکر نے کہا۔ "اگر نہیں تو پھر میں یہ مان لوں گا کہ مجھ میں دوسرے انسانوں کے کیرکٹر کو پڑھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"وہ حالات جن کے زیرِ اثر انسان جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے، مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔ "لیکن خیر۔ میں تمھاری بات مانے لیتا ہوں۔"

"پھر مسٹر و مسز کلیم ہیں۔

"ان پر تو شبہ کیا نہیں جا سکتا۔"

"اگر سب ہی شبہے سے بالاتر ہو گئے تو ہم کہاں پر ہوں گے۔"

"میں اس وقت یہ نہیں سوچ رہا ہوں کہ قاتل کون ہے۔" شاہد نے اسے بتایا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ان چھ آدمیوں میں سے ـــــ جنھیں نجمہ کا پتہ معلوم تھا کس نے کسی دوسرے کو اسے بتا دیا تھا۔ اس معاملے پر مسٹر و مسز کلیم پُریقین لہجے میں کہتے ہیں۔

کہ انھوں نے کسی کو نہیں بتایا اور فی الحال میں نے بھی اس پر یقین کر لیا ہے۔"

"نجمہ نے تمھیں ایک نام فریدہ بھی بتایا تھا۔

"ہاں۔ فریدہ کمال۔ میں یہاں آنے سے بیشتر اس سے بھی ملنے گیا تھا وہ کوئی آرٹسٹ ہے مجھے ابھی اس کے بارے میں تفتیش کرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے لیکن اس نے مجھے جو کچھ بتایا ہے اس میں کہیں بھی جھوٹ کی بو نہیں آتی۔ اس کے کہنے کے مطابق وہ اُسی وقت بیدار ہوئی تھی جب میں وہاں پہنچا تھا اور اسے صبح کا اخبار دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا یعنی اگر وہ سچ بول رہی تھی تو اسے قتل کے بارے میں کوئی بھی بات معلوم نہیں تھی۔ جب میں نے اسے بتایا تھا تو اس نے ایسا ظاہر کیا تھا جیسے اسے گہرا صدمہ پہنچا ہے پھر میں نے اس سے نجمہ کے احمد آباد والے پتے کے بارے میں گفتگو کی اس نے مجھے جو کچھ بتایا اگر اس پر یقین کر لیا جائے تو پھر اسے سو فیصدی شبہے سے بالاتر سمجھا جائے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ ایک ہفتے بیشتر وہ اپنے چچا کے یہاں شادی کے سلسلے میں چلی گئی تھی اور اسی رات گیارہ بجے واپس آئی تھی ـــــ یعنی مسٹر بشیر کے قتل کے ایک گھنٹے بعد ـــــ"

"پھر تو واقعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعے کسی کو نجمہ کا پتہ نہ معلوم ہوا ہوگا۔ ذاکر نے کہا۔

"اس کے کہنے کے مطابق جب وہ واپس آئی تو اس کے نام کئی خط آئے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک خط نجمہ کا بھی تھا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ وہ کہاں ٹھہری ہوئی ہے۔ اس طرح نجمہ کی دی ہوئی لسٹ سے وحید، مسٹر و مسز کلیم اور فریدہ کا نام کٹ جاتا ہے۔

"اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے پاس احمد آباد میں نجمہ ٹھہری ہوئی تھی؟" ذاکر نے کہا۔ "ممکن ہے انھیں لوگوں کا اس میں ہاتھ ہو۔"

"ہاں۔ جب ڈیلی نیوز کے رپورٹر ذاکر اور محکمہ پولیس کے کام کرنے کے طریقوں کا موازنہ کیا جاتا ہے تو محکمہ پولیس کی حیثیت کچھ بھی نظر نہیں آتی لیکن ہم پر بھی کبھی کبھی وحی نازل ہو جایا کرتی ہے۔" شاہد نے کہا۔ "میں نے رات ہی کو احمد آباد پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کیا تھا۔ مسٹر رحمان وہاں کی کافی مشہور شخصیتوں میں سے ہیں اور کافی دولتمند بھی ہیں۔

"جواب اطمینان بخش ہے۔"

"قطعی۔ بہرحال ان کے پاس ایک آدمی کو روانہ کیا گیا تھا۔ اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ مسٹر رحمان فوراً اس جگہ آنے کو تیار ہیں اگر ان کے ذریعہ کچھ مدد مل سکتی ہے اور اس میں ذراسی بھی شبہے کی گنجائش نہیں ہے کہ ان کے ذریعہ نجمہ کے وہاں ہونے کی خبر کسی اور کو معلوم ہوئی ہوگی۔"

"یعنی چھ زندہ اشخاص شبہے سے بالاتر ہو گئے۔" ذاکر نے کہا۔ "اور اب صرف مرحوم بشیر صاحب رہ جاتے ہیں جن کے ذریعے دوسروں کو کچھ پتہ چل سکتا تھا۔"

"لیکن اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ ان سے کچھ دریافت نہیں کیا جا سکتا۔" شاہد نے کہا۔ "پھر بھی یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ وہ تنہا ایسے شخص تھے جو نجمہ کے لئے زیادہ پریشان تھے۔ وہ کسی کو اس کے بارے میں بتائیں گے اس کی توقع بہت ہی کم تھی۔"

دونوں خاموشی سے کچھ دیر ٹہلتے رہے۔

"کیوں۔" آخر ذاکر نے کہا۔ "کوئی نیا خیال جنم لے رہا ہے۔"

"مجھے ادریس سے بھی مل لینا چاہیئے۔" شاہد نے کار پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔

ساتواں باب

ناتراشیدہ ہیرا

"آپ ہی کا نام ادریس احمد ہے۔"

شاہد نے جس شخص کو مخاطب کیا اس نے کافی دیر تک کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالے خاموشی سے کھڑا شاہد کا بغور مطالعہ کرتا رہا۔

"یہی میرا نام ہے۔" آخر میں اس نے کچھ غیر شریفانہ لہجے میں کہا۔

"میرا تعلق بمبئی کے محکمہ پولیس سے ہے۔"

"وہ تو میں نے اندازہ لگالیا ہے۔" اس کے سلوک سے پتہ چل رہا تھا کہ اس نے شاہد کا آنا پسند نہیں کیا۔ نجمہ نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ وہ ایک ناتراشیدہ ہیرا ہے اس کی عمر تقریباً ساٹھ سال کی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے صاف اور ٹھوڑی کی بناوٹ سے مستقل مزاج ظاہر ہوتا تھا۔ اس کے ایک پیر کے علاوہ ــــ جو ایک چٹان کے نیچے دب جانے سے ٹوٹ کر کچھ ٹیڑھا ہو گیا تھا وہ کافی تندرست اور طاقتور دکھائی دے رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے آپ مس نجمہ سے واقف ہیں۔" انسپکٹر نے کہا۔

"پھر"

"آپ کو اس واقعے کی اطلاع تو ہو گئی ہو گی جو گذشتہ رات بمبئی کے ہوٹل ڈی لکس میں ظہور میں آئی تھی۔"

"اس قدر تمہید کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اپنے مطلب کی بات کہئے۔

"میں ایک قتل کے کیس کی تفتیش کر رہا ہوں" شاہد نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا "میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں"

اس کی بڑی بڑی آنکھیں کچھ دیر تک جاسوس پر ٹھہری رہیں۔ پھر اس نے اپنی جیب سے پائپ نکالا اور ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے شاہد کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اچھی بات ہے" اس نے کہا "کیا پوچھنا چاہتے ہیں"

"کیا آپ کبھی مسٹر بشیر سے ملے ہیں۔

"کئی بار" وہ بوڑھا اپنے پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں شاہد پر جمی ہوئی تھیں۔

"آپ کچھ عرصے جنوبی افریقہ میں بھی رہے ہیں۔

"ہاں"

"اور نجمہ کے والد وہاب سے اچھی طرح واقف ہیں۔

"پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں" ادریس نے کہا "اس کے بعد میں سمجھ سکوں گا کہ میں کہاں پر ہوں۔ کیا آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں نے مسٹر بشیر کو قتل کیا ہوگا۔

"آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں" شاہد نے یکایک گفتگو کے موڑ کا اندازہ کرتے ہوئے غور سے بوڑھے کو دیکھا اور پوچھا۔

"اس لئے کہ اس کی وجہ ہے" ادریس نے فوراً ہی جواب دیا "میں نہیں جانتا کہ آج کل آپ لوگوں کے کام کرنے کا طریقہ کیا ہے لیکن میں اپنے وقت میں دیکھ چکا ہوں مجھ سے بھی کم مشتبہ شخص کو پھانسی پر چڑھایا جا چکا ہے"

"پھر تو یہی بہتر ہوگا کہ ہم آپس میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہم کہاں پر کھڑے ہوئے ہیں" شاہد نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"یہی میں بھی چاہتا ہوں" بوڑھا بولا "میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں کہ نجمہ میرے

بارے میں کیا کہتی ہے لیکن ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ میں اس شخص کی ایک ایک ہڈی توڑ ڈالوں گا جو اسے کسی طرح کا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا لیکن میں نے اس معاملے پر کافی غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مجھے کھلے طور پر سامنے آجانا چاہیے۔"

"بہتر فیصلہ ہے۔" شاہد نے یہ نہ سمجھتے ہوئے جواب دیا کہ ادریس کہنا کیا چاہتا ہے۔"

"کسی نے آپ کو وہاب کی وصیت کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔" بوڑھے شخص نے پوچھا۔

"نہیں۔" شاہد نے جواب دیا۔

اس کی طرف دیکھتی ہوئی دو آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"آپ کا مطلب ہے اس بارے میں آپ نے کچھ نہیں سنا۔"

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کی وصیت کے مطابق آپ کو تین ہزار روپے سالانہ ملتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

ادریس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔

"اوہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ کو جلد یا بدیر تمام باتیں معلوم ہی ہو جائیں گی اس لئے میں ہی کیوں نہ آپ کو بتا دوں۔ وہاب کی تمام دولت اس کان سے حاصل کی ہوئی ہے جسے میں نے اس کے ہاتھوں بہت ہی سستے داموں میں فروخت کیا تھا۔ اس نے اس کے پورے حقوق مجھ سے لے لئے تھے اس لئے اب میرا اس پر کسی طرح کوئی حق نہیں پہنچتا۔ دولت حاصل کرنے کے بعد بھی وہ مجھے فراموش نہیں کر سکا تھا کیونکہ کبھی ہم نے پارٹنر کی حیثیت سے بھی زندگی بسر کی تھی اور ایک بار سانپ کے کاٹنے پر میں نے دل و جان سے اس کی تیمارداری بھی کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر میں اس کا ساتھ نہ

دیتا تو اس کی قسمت کبھی نہ چمک سکتی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کی بیوی اور بیٹی کے علاوہ اس کا اور کوئی نہیں ہے۔ میں ایک خوددار قسم کا شخص ہوں انسپکٹر لیکن اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اس سے تین ہزار روپے سالانہ لینا منظور کر لوں۔ صرف اتنا ہی نہیں اپنے مرنے سے کچھ دن پیشتر اس نے مجھے بلا کر کہا۔

"ادریس، میرا وقت اب قریب آ گیا ہے لیکن تمھارا الاؤنس تمھیں اُس وقت تک ملتا رہے گا۔ جب تک کہ تم زندہ ہو۔ میرے بعد صرف میری بیٹی رہ جائے گی۔ خدا اس کی عمر دراز کرے۔ مجھے امید ہے میں نے جو کچھ افریقہ میں حاصل کیا ہے اس سے وہ اپنی زندگی فراغت سے گذار سکے گی لیکن کون کوئی بات یقین سے کہہ سکتا ہے۔ اگر شادی کرنے سے پیشتر اسے کچھ ہو جاتا ہے تو وہ ہاب کی کان تمھاری ہو جائے گی کیونکہ اگر ایسی حالت میں بھی تم نے اسے لینے سے انکار کر دیا تو تمھیں بیوقوف ہی سمجھا جائے گا۔

ادریس خاموش ہو گیا اور کمرے کی فضا میں سوگواری سی چھا گئی۔

"میں سمجھ گیا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" آخر شاہد نے کہا۔

"ایک بات اور ہے جسے میں صاف کر دینا چاہتا ہوں۔" ادریس نے کہا۔ "کل، میں اپنے ایک کام کے سلسلے میں بمبئی گیا تھا حالانکہ ایسے اتفاقات بہت کم ہی آتے ہیں میں نے تمام دن وہیں گذارا تھا اور شام کو واپس آ جانے کے بجائے سینما دیکھنے چلا گیا تھا اور یہاں کافی رات گئے واپس آیا تھا۔ اس طرح میں تنہا شخص ـــــ جو نجمہ کے مرنے کے بعد سب کچھ حاصل کر سکتا ہوں اس بات کا اپنے پاس کوئی ثبوت نہیں رکھتا کہ میں اس وقت کہاں تھا جب مسٹر بشیر کو قتل کیا گیا تھا میرا خیال ہے اب آپ سمجھ گئے ہوں گے میں اس معاملے کے سلسلے میں کیا محسوس کر رہا ہوں گا۔"

شاہد کا چہرہ ہر قسم کے اثرات سے خالی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ادریس کی بیباکی اسے دھوکا دینے کے لئے ہے۔ لیکن اس بوڑھے کے کہنے کے مطابق یہ بھی صحیح تھا کہ جلد

یا ہیرا اسے یہ بات معلوم ہی ہو جاتی۔ اس لئے اس کا اس بارے میں سب کچھ بتا دینا حیرت کی بات نہیں تھی۔

لیکن ــــ انسپکٹر شاہد نے سوچا، اس بات سے واقف ہوتے ہوئے بھی کہ نجمہ کے لئے اسکے دل میں کتنی جگہ ہے اگر کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ وہ پچھلی رات کو ہوٹل ڈی لکس میں داخل ہوا تھا تو پھر اسے جیل خانے جانے سے کوئی بھی طاقت نہیں بچا سکے گی۔

بیس منٹ بعد شاہد اور ذاکر پھر گلکدہ کے دالان میں ادھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔

"تم نے دیکھا۔ شاہد نے ادریس سے اپنی گفتگو کا خلاصہ بتاتے ہوئے ذاکر سے کہا۔ ہم اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ ہمیں اس کیس کے سرا و پیر کا پتہ نہیں چل رہا ہے اور مسٹر بشیر کے قتل کا مقصد ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔ لیکن اب ہمارے سامنے قتل کا ایک صحیح مقصد آ گیا ہے۔

"ہاں، مگر صرف مقصد ہی ثبوت نہیں" ذاکر نے کہا۔ "اور ہاں، میں اس ٹانگا نین کے سلسلے میں انسائیکلو پیڈیا دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے لئے ایک نئی شے ہے۔ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ زولینڈ میں اسے موت کا پیغامبر سمجھا جاتا ہے"

"یہ بات مجھے نجمہ نے بتائی تھی"

"ہاں، لیکن اس نے افریقہ اُس وقت چھوڑا تھا جب وہ چھوٹی سی تھی۔ اسے ضرور ہی یہ دلچسپ بات حال ہی میں معلوم ہوئی ہو گی۔ اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو یہ معلوم کرنے کی ضرور کوشش کرتا کہ اسے یہ بات کس نے بتائی تھی"

شاہد کی آنکھیں اس وقت آسمان کی سمت جمی ہوئی تھیں اور اسے دیکھ کر کوئی یہی سمجھ سکتا تھا کہ وہ بنتے بگڑتے بادلوں کے نقوش دیکھ رہا ہے۔

"ہاں" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ "یہ بات نجمہ کو حال ہی میں معلوم ہوئی ہے اور اسے بتانے والا ادریس احمد تھا"

آٹھواں باب

ایک پارٹی

نجمہ کی بغاوت سے بھرپور آنکھیں منظر پر جمی ہوئی تھیں۔

"آپ مجھ سے صاف صاف کہئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں" وہ بولی۔

"اس وقت سب سے اہم مسئلہ ہمارے سامنے یہ ہے کہ آپ کے سلسلے میں کیا کیا جائے" منظر نے کہا۔

"میں اسی جگہ اپنے گھر میں رہوں گی" نجمہ نے جواب دیا۔

"چند لمحوں کے لئے میری بات مان لو" منظر نے درخواست کی۔

"اچھی بات ہے لیکن یہ نہ سمجھئے گا کہ میں احسان فراموش ......"

"یہاں احسان مندی کا کوئی سوال نہیں اٹھتا" منظر نے کہا۔ "اس وقت تو میں صرف ایک ہی بات سوچ رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ محفوظ کس طرح رہ سکتی ہیں"

نجمہ نے سنگین نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"پہلے مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دی گئی" وہ بولی "پھر مجھ پر قاتل ہونے کا شبہ کیا گیا اور اب آپ چاہتے ہیں کہ میں فرار ہو کر کسی پوشیدہ مقام پر قیدیوں جیسی زندگی بسر کروں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا"

منظر بے خیالی سے ایک دھاگے میں گانٹھ باندھ اور کھول رہا تھا۔

"میں نے کچھ دیر پیشتر اس موضوع پر انسپکٹر شاہد اور ذاکر سے بھی گفتگو کی تھی۔ اس طرح کے معاملوں میں ہیں آنکھیں بچہ نہیں کہہ سکتا۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا

کہ کیا ہونے والا ہے اور قتل ایک بہت ہی رنجیدہ واقعہ ہوتا ہے۔ شاید کا خیال ہے آپ یہاں رہتے ہوئے محفوظ نہیں ہیں اور ڈاکٹر کو اس کی رائے سے اتفاق ہے۔ میں اپنا خیال پہلے ہی ظاہر کر چکا ہوں۔ اس طرح ہم تین شخص ایک طرف ہیں۔ اور آپ تنہا ایک طرف۔

"لیکن" انجمہ نے احتجاج کیا۔ "یہاں کم سے کم میں اُن لوگوں کے درمیان تو ہوں جن پر میں یقین کر سکتی ہوں۔"

"اور ممکن ہے انھیں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہو جس نے آپ کو دھمکی کا خط لکھا تھا اور گزشتہ رات ڈی لکس ہوٹل میں ایک کوشش بھی کی تھی۔"

اس بار دھاگے میں گانٹھ کچھ زیادہ کس کر بندھ گئی تھی اور مظہر اسے کھولنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا وہ کون سی طاقت تھی جس نے ٹرین پر آپ سے کاغذ پر میرے لئے وہ نوٹ تحریر کرایا تھا لیکن اس کا اثر مجھ پر گہرا پڑا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ سب ہی لوگ میری حفاظت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ذرا سوچئے تو۔۔۔ کیا اس سے کچھ فائدہ پہنچا تھا جب میں مسٹر بشیر کے کہنے پر یہاں سے فرار ہوئی تھی۔ اب میں کسی جگہ تنہا جانا بھی نہیں چاہتی۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں کے مقابلے میں کہیں تنہا رہ کر زیادہ محفوظ رہوں گی۔ پھر اس کے علاوہ مجھے کبھی نہ کبھی تو یہاں واپس آنا ہی ہو گا۔"

"مسٹر و مسز کلیم تفریح کی غرض سے ایک لمبے سفر پر کچھ ہی دن میں روانہ ہونے والے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر آپ بھی تیار ہو جائیں تو وہ کل کیا آج ہی اپنا سفر شروع کر سکتے ہیں۔"

یہ سفر میں کئی اسباب سے اختیار نہیں کر سکتی۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔۔۔ حالانکہ

میں جانتی ہوں کہ وہ دونوں میرے لئے اپنی جان کی بازی لگا سکتے ہیں لیکن میرا ان کے ساتھ جانا زیادتی ہوگی۔ میں یہ پسند نہ کروں گی کہ میری وجہ سے انھیں کچھ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑے۔

دھاگے کی گرہ کچھ اور زیادہ کس گئی۔

"لیکن کوئی تو ایسی جگہ ہوگی ہی جہاں آپ اس وقت تک کے لئے جا سکتی ہوں گی جبتک کہ پولیس کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لاتی۔"

"فرض کر لیجئے وہ کسی کو گرفتار نہیں کر پاتے تو پھر کیا ہوگا۔ پولیس کو ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی ہے جس سے انھیں قاتل تک پہنچنے میں کچھ مدد مل سکے۔ اس لئے اگر قاتل کو پھر دوبارہ کام کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا تو ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ برسوں خاموش بیٹھا رہے۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں لیکن کل سے آج تک میں نے بھی اس معاملے پر کافی غور کیا ہے۔ جب بھی کوئی مصیبت آتی تھی تو والد صاحب کہتے تھے سر اٹھا کر مصیبتوں کا مقابلہ کرو۔" وہ بزدل نہیں تھے اور میں انھیں کی بیٹی ہوں۔ شائد آپ یہ سمجھیں کہ میں اپنے کو باہمت ظاہر کرنے کے لئے یہ سب کہہ رہی ہوں لیکن خواہ کچھ بھی ہو میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں یہیں رہتے ہوئے تمام حالات کا مقابلہ کروں گی۔ اس کا نتیجہ اچھا ہو یا برا۔

دروازہ کھلا اور ملازم نے کسی محمود صاحب کے آنے کی اطلاع دی پھر ایک لمبے سگار کے ساتھ جو شخص کمرے میں داخل ہوا وہ لانبے قد کا ایک موٹا شخص تھا۔ اسکی عمر قریب پچاس سال کی رہی ہوگی اور چشمے کے عقب میں اس کی آنکھیں عجیب طرح جھکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

"ارے۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ آپ یہاں ہیں۔" نجمہ خوشی سے چیختی ہوئی بولی۔

"ابھی تو ہوں" محمود نے فکرمند لہجے میں اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ دیکھ تو رہے ہیں۔"

"آج کے اخبار میں میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے لحاظ سے تو تم اچھی ہی نظر آ رہی ہو جب میں نے اخبار دیکھا تو تمھارے لئے میں پریشان ہو اٹھا اور فوراً ہی یہاں چلا آیا۔" اس کی تیز نگاہیں منظر پر جا کر ٹھہر گئیں۔

"انکل محمود ـــــ والد کے خاص دوست ہیں اور مجھ سے انھیں گہرا پیار ہے۔" نجمہ نے منظر سے محمود کا تعارف کرایا۔

"ہاں، یہ تو سچ ہے۔" محمود نے کہا۔ "جب تم تین سال کی تھیں اسی وقت سے تم نے میرے دل میں اپنا گھر بنالیا ہے۔ حالانکہ اس وقت میرے دو بیٹے اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن وہ بھی مجھ سے تمھاری جگہ نہیں چھین سکے۔ لیکن آج کیا ہوا تھا۔"

"کچھ نہیں۔"

محمود نے اپنے سگار کو منہ کے ایک گوشے میں دبالیا۔

"خیر، خدا کا شکر ہے کہ تم اچھی حالت میں ہو۔" اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے تم یہ سوچ بھی نہ سکتی ہوگی کہ گذشتہ رات میں کہاں تھا۔"

"میں تو سمجھتی تھی کہ آپ ابھی تک دہلی ہی میں ہیں۔"

محمود نے اپنا سر ہلایا۔

"میں نے رات ڈی لکس ہوٹل میں گذاری تھی۔ میں وہاں ایک ہفتے سے رہ رہا ہوں۔ پچھلی رات جب میں آدھی رات کے قریب واپس وہاں پہنچا تو مجھے کچھ بھی سننے کو نہیں ملا تھا حالانکہ میں نے وہاں کے ایک ملازم سے کچھ دیر تک باتیں بھی کی تھیں۔ میرا خیال ہے اس طرح کے معاملوں کو ہوٹل والے مشتہر کرنا پسند نہیں کرتے۔

نجمہ کی آنکھیں اپنے نوجوان ساتھی سے ملیں جو اب محمود کو بھی مشتبہ نظروں سے

دیکھنے لگا تھا۔

"انکل جب بھی اس طرف آتے ہیں ڈی لکس ہوٹل کو ہی اپنا ہیڈ کوارٹر بناتے ہیں" نجمہ نے تشریح کی۔

"اس وقت یہاں کون کون رہ رہا ہے" محمود نے پوچھا۔

نجمہ نے اسے بتایا۔

"کیا تم لوگوں نے کوئی پلان بنالیا ہے"

"نہیں"

"تمہارا مطلب ہے کہ بس رات کو بیدار رہنا ہی کافی ہے۔

"فی الحال تو یہی طے ہے"

"ہوں" سگار لڑھک کر منہ کے دوسرے گوشے میں پہنچ گیا" اگر تم اس جگہ کو چھوڑنا چاہتی ہو تو کیوں نہ میرے ساتھ دہلی چلو۔

"لیکن یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ میں یہیں رہوں گی" نجمہ نے کہا۔

"خیر، دہلی میں مجھے اس وقت کوئی ضروری کام بھی نہیں ہے اس لئے میں اپنا واپس جانا ملتوی کر سکتا ہوں۔ اگر تم کہو تو میں بھی یہیں ......"

"سچ" نجمہ خوش ہو کر بولی" آپ یہاں ٹھہریں گے۔ آپ کا پرانا کمرہ ابھی تک خالی پڑا ہوا ہے"

"میں اپنا سوٹ کیس ساتھ ہی لایا ہوں۔ وہ باہر کار میں ہے۔

محمود کے باہر جاتے ہی مظہر نے فون ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"اگر واقعی ہم کسی پارٹی کا انتظام کر رہے ہیں تو پھر کسی کو نظر انداز کیوں کیا جائے۔

"میں بھی نہیں"

"آپ نے مجھے بتایا ہے کہ مسٹر و مسز رحمان نے فون کیا ہے وہ یہیں آرہے ہیں"

"ہاں۔ انھوں نے اپنا سفر شروع کر دیا ہوگا۔"

"ٹھیک۔ اب مس فریدہ کو بھی فون کر کے یہیں بلا لو۔"

"لیکن" نجمہ ہچکچائی "اسے کیوں تکلیف دی جائے۔"

"آپ سمجھی نہیں۔ اس طرح وہ تمام لوگ اس چھت کے نیچے ہی آجائیں گے جنھیں یہ معلوم تھا کہ آپ احمد آباد میں کہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔"

"میں فریدہ کو اس معاملے میں نہیں گھسیٹنا چاہتی۔ اس کے علاوہ ہمیں معلوم ہے کہ اس نے اُس وقت تک میرے روانہ کردہ لفافے کو نہیں کھولا تھا جب تک کہ بشیر صاحب کو قتل نہیں کر دیا گیا تھا۔"

"میرے خیال میں آپ اس کے لئے ایک کمرے اور کھانے کا انتظام اچھی طرح کر سکتی ہیں۔" مظہر نے ہوشیاری سے ٹیلیفون ڈائری کے ورق الٹتے ہوئے کہا۔

"یقیناً لیکن ......"

"فریدہ کو میرے ذمے چھوڑ دو۔" اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اگر اسے آپ سے تھوڑی سی بھی دلچسپی ہے تو وہ فوراً ہی آجائے گی۔ اس کے علاوہ مجھے اس کا نام بھی پسند ہے۔ یس۔ 20348۔"

نجمہ نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"اوہ، ہو فریدہ" اس نے چند سکنڈ بعد کہا۔ "ہاں میں ٹھیک ہوں..... نہیں.... میں کہنا چاہتی تھی کہ پولیس نے تمھیں پریشان کیا ہے اس کا مجھے افسوس ہے۔ معاملہ ہی بہت خطرناک ہے...... کیا تم یہیں آرہی ہو...... خوشی سے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ یہ پارٹی کچھ خوشگوار نہ ہوگی...... اچھی بات ہے۔ میں تمھارا لنچ پر انتظار کروں گی۔"

"اور اب" مظہر نے اُس وقت کہا جب نجمہ ریسیور رکھ کر اس کی طرف گھومی۔ "اگر کوئی شخص جھوٹ بول رہا ہے تو ہمیں اسے معلوم کرنے کے مواقع مل جائیں گے۔"

بغاوت کے وہ آثار جو ابن نجمہ کی آنکھوں سے غائب ہو چکے تھے پھر ابھر آئے۔

"لیکن یہ تو بہت زیادتی ہوگی مسٹر مظہر"

"صرف مظہر سے بھی کام چل سکتا ہے۔

"لیکن اس سے تو اس معاملے میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ میں یہ نہیں پسند کروں گی کہ مجھ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو......"

"انھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچے گی۔ آپ کی زندگی خطرے میں ہے۔ یہ وہ سب بھی جانتے ہیں۔ اگر نہیں جانتے تو معلوم ہو جائے گا۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں میرے ان چھ دوستوں میں سے ہی کوئی قاتل ہے۔

"میں اس طرح کی کوئی بات نہیں کہتا لیکن اگر ان میں سے کسی نے غلطی کی ہے اور آپ کے بتے کا راز ظاہر کر دیا ہے تو یہ بات ہمیں جس قدر جلد معلوم ہو جائے گی اسی قدر فائدہ مند ثابت ہوگی۔

اسی وقت انسپکٹر شاہد اور ذاکر کے آنے سے ان کی گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

نواں باب

وصیت نامہ

ان دونوں کے داخل ہوتے ہی نجمہ نے استفسارانہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"کوئی خبر۔ اس نے پوچھا۔

کوئی خاص نہیں،" شاہد نے جواب دیا "میں مسٹر ادریس سے ملا تھا۔ آپ نے واقعی ان کے بارے میں سچ کہا تھا کہ وہ ناتراشیدہ ہیرا ہیں۔ میں ان کے دونوں لڑکوں سے بھی ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن وہ موجود نہیں تھے۔

"میرا خیال ہے وہ آپ پر کوئی اثر نہ ڈال سکیں گے" وہ بولی "میں ان کے ساتھ ہی پلی بڑھی ہوں۔ جمال ــــ چھوٹا لڑکا بالکل اپنے باپ ہی کی طرح ہے اور اس کا بھائی کمال انجنیئر ہے"

"کیا وہ دونوں اپنے باپ ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔

"ہاں"

"کیا دونوں بھائی کوئی کام بھی کرتے ہیں۔

"جمال کرتا ہے۔ اس نے موٹروں کی مرمت کا ایک کارخانہ کھول رکھا ہے۔ وہ اُن میں سے ہے جنھیں صرف کام کرنے سے دلچسپی ہوتی ہے لیکن آپ ان کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں۔

"مس نجمہ" میرے فرائض کچھ خوشگوار قسم کے نہیں ہیں۔ میں ہر اس شخص میں دلچسپی

لینے پر مجبور ہوں جن کا کسی نہ کسی طرح آپ سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔"

نجمہ نے مظہر کی طرف دیکھا اور پھر سراغ رساں کی سمت دیکھنے لگی۔

"میں ہر طرح سے آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔" وہ بولی۔ "لیکن کیا کسی کے جذبات کا کوئی خیال نہیں رکھا جائے گا۔"

"اس صورت میں بالکل نہیں کہ ان جذبات سے قاتل کو کسی طرح کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" شاہد نے جواب دیا۔ "آپ سمجھتی کیوں نہیں۔ گذشتہ رات کو ہونے والا جرم اپنے میں ایک انوکھا پن رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا کیس ہے جس میں ہم کسی کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھ سکتے۔"

"اچھی بات ہے۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا میں کروں گی۔ پوچھئے آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا کمال بھی موٹر ورکشاپ میں کام کرتا ہے۔"

"نہیں۔ جمال اپنے ذہن کے ساتھ ہاتھوں کو بھی کام میں لاتا ہے لیکن کمال اس کی طرح نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے وہ صرف اپنا ذہن ہی استعمال میں لا سکتا ہے۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو وہ بہت ہی چالاک ہے۔"

"اگر اس نے انجینیرنگ کی تعلیم ختم کر لی ہے اور اپنے باپ کے ہی ساتھ رہتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ ابھی تک کوئی کام حاصل نہیں کر سکا ہے۔"

نجمہ جواب دینے میں ہچکچائی۔ اس کے ذہن میں گذرے ہوئے زمانہ کے واقعات تیزی سے دوڑ رہے تھے۔

بچپن میں اس کا زیادہ وقت انھیں دو بھائیوں کے ساتھ گذرتا تھا۔ اس زمانے میں بھی کمال زیادہ تر اپنے ذہن کو ہی کام میں لایا کرتا تھا اور اس کے حکم کے بموجب نجمہ اور جمال کو کام کرنا پڑتا تھا۔

بچپن ہی کے زمانے سے کمال کے عادات و اطوار اپنے بھائی جمال کے مقابلے میں بہت ہی سلجھے ہوئے تھے لیکن نجمہ کا زیادہ جھکاؤ ہمیشہ جمال ہی کی طرف رہا تھا جس کی بڑی بڑی آنکھیں اس کے باپ سے ملتی جلتی تھیں اور جنھیں دیکھ کر کوئی بھی واقف ہو سکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ لیکن کمال کی نرم و مخملی آنکھیں ہمیشہ خوابیدہ سی نظر آتی تھیں جنھیں دیکھ کر کوئی بھی آسانی سے دھوکا کھا سکتا تھا۔

جب تینوں جوان ہوئے تو نجمہ نے محسوس کیا کہ وہ پہلے ہی کی طرح دونوں بھائیوں کو پسند کرتی ہے۔ وہ اب بھی جمال کی جفاکشانہ خصوصیات کو پسند کرتی تھی لیکن اس سے زیادہ ابھی اس نے کچھ نہیں سوچا تھا۔

جہاں تک کمال کا سوال ہے وہ پہلے ہی کی طرح تھا۔ وہی خاموش طبیعت اور غور و فکر کرنے والا کمال ——— ابھی ایک سال بیشتر جب اس بات کی امید پیدا ہو گئی تھی کہ دوسرے ملک میں جا کر تعلیم حاصل کرے گا اس نے نجمہ سے شادی کی درخواست بھی کی تھی۔

یہ بات ممکنات میں سے نہیں تھی لیکن اس واقعے سے یہ ضرور ظاہر ہو جاتا تھا کہ اس کے عادات و اطوار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے اور شاید تمام زندگی نہ آئے۔ وہ ان مخملی آنکھوں کے پیچھے چھپی ہوئی اس کے دل کی سب سے بڑی تمنا سے واقف تھی۔

"نہیں۔ کمال کو ابھی موقع نہیں مل سکا ہے۔" اس نے سراغرساں کو جواب دیا۔ "لیکن مجھے امید ہے کہ ایک دن اسے ضرور ہی کام مل جائے گا۔ اور ہاں، کیا ادریس صاحب آپ کو پسند آئے۔"

ادریس کا سلوک یاد آتے ہی شاہد کے ہونٹوں میں خم پیدا ہو گئے۔

"میرا خیال ہے میں اسے پسند کرنے لگوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

لیکن یہ انھیں کی مرضی پر منحصر ہے" نجمہ نے کہا، "وہ کچھ عجیب سے ہیں۔ میں نے انھیں مغرور، اور ہمیشہ خواہ مخواہ ہی سخت گیر انسان پایا ہے۔ وہ اُن آدمیوں میں سے ہیں جو اپنے جذبات کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔ لیکن اگر وہ آپ کے دوست بن جائیں ـــ اور میں جانتی ہوں کہ وہ میرے لئے کیا ہیں ـــ تو آپ ادریس صاحب پر پوری طرح بھروسہ کر سکتے ہیں۔

"مجھے معلوم ہوا ہے انھوں نے ایک بار آپ کے والد کی زندگی بھی بچائی تھی۔

"ہاں۔ اکثر والد صاحب مجھے اس کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ یہ ٹرانسوال کا واقعہ ہے۔ وہ دونوں اپنے شانے پر اپنا سامان بار کئے ایک لمبا سفر طے کر رہے تھے۔

"ایک دن والد صاحب کے پیروں میں کوئی زہریلی شے لگ گئی اور ان کا پیر سوجنے لگا وہ چلنے کے قابل نہیں رہ گئے اور اس وقت آبادی سے کافی دور پر تھے اور تین دن تک تیزی سے سفر کرنے پر قریبی آبادی میں پہنچ سکتے تھے جہاں انھیں کسی طرح کی مدد مل سکتی تھی ادریس صاحب اس بات سے واقف تھے کہ اگر والد صاحب کے پیروں کو گرم پانی سے صاف نہ کیا گیا تو پھر ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ اس وقت ان کے پاس ان کی بوتلوں میں صرف دو گیلن پانی تھا اور اس بات کی امید نہیں تھی کہ کسی اور جگہ پر پانی مل جائے گا۔

"حالانکہ وہ افریقہ کی گرمیوں کے دن تھے لیکن ادریس صاحب نے والد صاحب کو اپنے شانے پر لیکر دو دن اور رات سفر کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق پانی پی رہے ہیں لیکن والد صاحب جانتے تھے کہ حقیقت کیا ہے۔ ان کا پانی ایک دن پیشتر ہی ختم ہو گیا تھا اور جب وہ اپنی منزل پر پہنچے تھے تو ادریس صاحب پاگل ہونے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"اس بارے میں کچھ دنوں پیشتر میں نے ادریس صاحب سے باتیں کی تھیں تو انھوں

نے ہنس کر کہا تھا کہ تمھارے باپ کو کہانیاں گڑھنا خوب آتا ہے۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس طرح کے آدمی ہیں۔

شاہد کم سے کم تصور کی آنکھوں سے دیکھ ہی سکتا تھا کہ ادریس پیاس کی شدت کے باوجود گھسٹتا ہوا صرف اپنی خودی کے سہارے اپنی منزل کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی روشنی میں یہ بات حیرت انگیز نہیں تھی کہ بعد کے زمانے میں وہاب نے ادریس کا خیال رکھنا کیوں شروع کر دیا تھا۔

"کیا آپ کے والد کا وصیت نامہ یہاں موجود ہے" شاہد نے پوچھا۔

"ہاں، اس کی نقل موجود ہے۔ میں لے آتی ہوں۔"

کچھ منٹ بعد شاہد وصیت نامے کو پڑھ رہا تھا۔ وہ کافی لمبا وصیت نامہ تھا لیکن اس میں کوئی خاص بات ایسی نہیں تھی جس سے وہ واقف نہ رہا ہو۔

"مسٹر وہاب کی نظروں میں دارا، وغیرہ وحید کی کافی قدر تھی" اس نے کہا۔

"اس کے کئی اسباب ہیں۔ اس سے زیادہ وفادار ملازم ہمیں آج تک کوئی نہیں ملا۔ میں تو سوچتی ہوں اگر وہ نہ ہوتا تو یہاں کے انتظامات کون پورے کرتا۔ اس میں گھر کے کاروبار کو سنبھالنے کی صلاحیت ہے اور مزاج بھی کافی پرسکون پایا ہے۔ میں نے تو اسے اپنی زندگی میں کبھی ناراض ہوتے ہوئے ہی نہیں دیکھا۔ وحید کو اس معاملے سے الگ ہی سمجھئے۔ میں اس کے ہاتھوں اپنی زندگی کو ہر طرح سے محفوظ سمجھتی رہوں۔"

"میرا بھی خیال یہی ہے کہ آپ اس پر اعتبار کرتے ہوئے محفوظ ہی رہیں گی۔ شاہد نے یہ سوچتے ہوئے کہا کہ اس معاملے میں بھی کسی ایسے شخص کا ہاتھ ہو گا جس پر پوری طرح اعتبار کیا جا سکتا ہو گا۔

اسی وقت ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا اور شاہد کی نظریں اس کی مخملی آنکھوں سے جا کر ٹکرائیں۔

"ہلو کمال" نجمہ نے اس نوجوان کو مخاطب کیا جس کا چہرہ پردۂ فلم پر کسی شہنشاہ کے لئے موزوں ہو سکتا تھا۔

"میں نے جو کچھ سنا ہے اس پر مجھے افسوس ہے نجمہ" کمال نے کہا "میں اس لئے چلا آیا ہوں کہ شاید کسی طرح تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔"

"میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی" نجمہ نے جواب دیتے ہوئے اس کا تعارف کمرے میں موجود دوسرے اشخاص سے کرایا۔

لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ شاہد کے خیالات کا مرکز کمال نہیں تھا۔ سراغرساں کی نظروں میں ملازم نصیر کا چہرہ گھوم رہا تھا جو ابھی کمال کو وہاں پہنچا کر واپس گیا تھا وہ شائد کمال کا گنگدرہ میں آنا پسند نہیں کرتا تھا ممکن ہے اس نے اس بات کی کوشش کی ہو کہ کسی طرح کے اثرات اس کے چہرے سے ظاہر نہ ہونے پائیں لیکن کوئی بھی اسے دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ وہ کمال کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتا۔ یہ واقعہ اس قدر تیزی سے ظہور میں آیا تھا کہ جب شاہد نے نصیر کی طرف توجہ دی تو وہ قریب قریب نصف دروازہ بند کر چکا تھا اور اسے یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کوئی اس کی طرف بھی دیکھ رہا ہے۔

آخر میں شاہد نے ادریسیا کے بیٹے کمال میں کافی دلچسپی لی اور اس سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔

دسواں باب

پھر وہی

نصیر نے جب تین بجے خطوط نکالنے کے لئے لیٹر بکس کھولا تو اس میں دو لفافوں کے ساتھ اسے ایک چھوٹا سا پیکٹ بھی ملا جو شائد ڈاک سے نہیں آیا تھا کیونکہ اس پر ڈاکخانے کی مہر نہیں تھی۔ اس نے خطوط کے ساتھ اس پیکٹ کو بھی طشتری میں لے کر نجمہ کو دے دیا۔

نجمہ اس وقت فریدہ سے باتیں کر رہی تھی جو ابھی ابھی وہاں پہونچی تھی۔ نجمہ کا ہاتھ سب سے پہلے پیکٹ پر ہی گیا لیکن جیسے ہی وہ اس کے ہاتھ میں آیا یکایک اسکے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

وہ پیکٹ بہت ہی خوبصورتی سے بندھا ہوا تھا۔ اس پر ٹائپ کے حروف میں مس نجمہ وہاب لکھا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟" فریدہ نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔" نجمہ نے کہتے ہوئے پیکٹ کو کھولنا شروع کیا۔ "لیکن میرے ذہن میں ایک خیال......"

کاغذ کی تہہ کے اندر دفتی کا ایک چھوٹا ڈبہ تھا۔ جیسے ہی اس نے اس کا ڈھکن کھولا اس کے منہ سے بے اختیار ایک تیز چیخ نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے مظہر اور شاہد اس کے پہلو میں کھڑے ہوئے تھے۔

"مجھے افسوس ہے۔" نجمہ نے کہتے ہوئے وہ ڈبہ شاہد کے ہاتھ میں دے دیا۔ "میں

اس کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔"

شاہد نے دستی کے ڈبے میں رکھی ہوئی شے کو باہر نکالا۔ وہ ایک سرخ رنگ کا ٹانگا بین تھا۔

کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی جو کبھی کبھی اس کاغذ کے کھڑکھڑانے سے ٹوٹ جاتی تھی جس میں وہ دستی کا ڈبہ لپٹا ہوا آیا تھا اور جسے اب انسپکٹر شاہد جمع کر رہا ہے اس نے ٹائپ کئے ہوئے نام کو غور سے دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے کمرے سے نکل کر اُس جگہ پہونچ گیا جہاں ملازم نصیر لکڑیاں پھاڑنے جا رہا تھا۔

"تمھیں وہ پیکٹ کہاں ملا تھا جسے ابھی تم نے اپنی مالکہ کو لے جا کر دیا تھا" شاہد نے اس سے پوچھا۔

"وہ لیٹر بکس میں تھا" ملازم نے بتایا اور شاہد نے اپنی گھڑی دیکھی۔

"کتنی دیر ہوئی ہو گی جب تم نے اسے نکالا تھا۔

"چار پانچ منٹ ہوئے ہوں گے سرکار" نصیر نے کہا "لیکن بات کیا ہے"

"صرف تجھ کو پھر مار ڈالنے کی دھمکی دی گئی ہے" شاہد نے اسے بتاتے ہوئے ٹانگا بین اپنی ہتھیلی پر رکھ کر دکھایا "کیا روزانہ ڈاک اسی وقت آتی ہے"

"جی ہاں۔ اور میں ہی اسے نکالتا ہوں"

شاہد ملازم کو ساتھ لے کر لیٹر بکس کے پاس پہونچا۔ اسے دیکھنے پر اسے معلوم ہوا کہ جب تک لیٹر بکس کھولا نہ جائے اُس وقت تک باہر سے اس کے اندر کی چیزیں دکھائی نہیں دے سکتیں۔

"میری بات غور سے سنو" شاہد نے نرم لہجے میں کہا "اور خوب سوچ سمجھ کر جواب دو۔ ممکن ہے اس راز کی کنجی ہمیں یہیں پر مل جائے اور ہم تمھاری مدد سے قاتل کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں"

ملازم نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

"تم یہ تو نہ چاہتے ہو گے کہ اس مکان میں کسی کو قتل کر دیا جائے۔"

"نہیں سرکار۔ بالکل نہیں۔" ملازم نے گھبرا کر کہا۔

"کیا میں تم پر بھروسہ کر لوں کہ تم میری باتوں کو کسی اور سے نہیں بتاؤ گے۔"

ملازم تن کر کھڑا ہو گیا۔

"آزما کر دیکھ لیجئے صاحب۔"

"ٹھیک۔ پھر میں تم سے اپنے دل کی باتیں کہتا ہوں۔ ہم کسی طرح بھی کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ہماری نظر میں ہر وہ شخص مشتبہ ہے جس کا تعلق کسی طرح مجسمہ سے ہو سکتا ہے۔ سمجھ گئے۔

"جی ہاں۔ یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔ لیکن میری حیثیت ہی یہاں کیا ہے۔"

"مسٹر کمال یہاں دو بجے آئے تھے اور جب وہ آئے تھے تو تم ہی ان کے گھنٹی بجانے کی آواز سن کر باہر ان کے پاس پہونچے تھے۔

"جی ہاں۔"

"پھر تو انھیں اس کا موقع مل سکتا تھا کہ وہ اس پیکٹ کو لیٹر بکس میں ڈال دیں۔ اور یہ اس وقت اس میں پڑا رہے جب تک کہ اُسے کھول کر دیکھا نہ جائے۔ دیکھو میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ ہم کسی طرح کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے اس لئے مجھے ایک ایک بات پر کڑی نظر رکھنی ہے۔

ملازم نے پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"جی ہاں۔" ملازم نے بدقت جواب دیا۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ کام انھیں کا ہو سکتا ہے۔"

"جی۔۔۔ وہ۔۔۔ یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔" ملازم نے گھبرا کر کہا۔

شاہد نے اس سرخ شے کو غور سے دیکھا اور پھر ملازم سے بولا۔

"تم کمال کو پسند نہیں کرتے"۔ اس نے یکایک پوچھا۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں"۔ متحیر ہو کر ملازم نے دریافت پوچھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو کہ مجھے یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔ سنو۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری مدد سے مجرم کو پکڑنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ تم جو کچھ بھی مجھے بتاؤ گے وہ میرے علاوہ اور کسی کو نہ معلوم ہو سکے گا۔ اب بتاؤ تم کمال کو کیوں پسند نہیں کرتے۔

"جی۔ میں یہاں کا نوکر ٹھہرا۔۔۔۔۔۔"

"لیکن ایک وفادار ملازم ہو۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی مالکہ کو ہر خطرے سے بچانے کے لئے میری پوری طرح مدد کرو"۔

"میں نجمہ بی بی کے لئے اپنی جان دے سکتا ہوں"۔ ملازم نے فخر سے کہا۔

"پھر مجھے بتاؤ تم کمال کو کیوں پسند نہیں کرتے"۔

"جی نہ جانے کیوں میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ کمال صاحب پر کسی طرح کا بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ۔۔۔۔۔۔"

اسی وقت مکان کے اندر ایک تیز چیخ کی آواز گونج اٹھی۔ آواز اوپری منزل سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور شاہد آواز کے ختم ہونے سے پیشتر ہی اس طرف دوڑ رہا تھا اور ملازم نصیر اس کے پیچھے تھا۔

زینے کے اوپر پہونچتے ہی شاہد نسیمہ نجمہ کی خاص ملازمہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ وہ بہت ہی گھبرائی ہوئی اور خوفزدہ تھی۔

"ادھر ۔۔۔ ادھر۔ اس کمرے میں دیکھئے"۔ وہ بولی۔

شاہد لپک کر نجمہ کے کمرے کے دروازہ پر پہنچا اور پھر اندر کا منظر دیکھتے ہی ٹھٹھک کر باہر ہی کھڑا ہو گیا۔ اس کے سامنے دیوار کے پاس ایک تجوری رکھی ہوئی تھی

جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اسی کے پاس زیورات کے کئی خالی بکس کھلے پڑے ہوئے تھے۔"

اس وقت تک نجمہ اور اس کے مہمان بھی وہاں پہونچ چکے تھے۔ شاہد نے ان سب کو باہر ہی روک دیا۔

"صرف مس نجمہ میرے ساتھ کمرے کے اندر آئیں۔" اس نے کہا۔

نجمہ نے کمرے کے اندر داخل ہو کر وہاں پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھا اور پھر جھک کر تجوری کے اندر دیکھنے لگی۔

"سب چیزیں غائب ہیں۔" وہ بولی۔ "میرے ہیرے، موتیوں کا نکلس کنگن، انگوٹھیاں ——— سب۔"

"کیا وہ سب قیمتی زیورات تھے؟"

"میرا خیال ہے ان کی مجموعی قیمت تین چار ہزار روپے سے کم کی نہ رہی ہوگی۔ لیکن چوروں نے آخر تجوری کا دروازہ کس طرح کھولا؟"

شاہد نے آگے بڑھ کر تجوری کا دروازہ بند کیا۔ اس کے قفل میں ایک چابی لگی ہوئی تھی۔

"آپ نے یہ چابی کہاں رکھی تھی؟" شاہد نے پوچھا۔

نجمہ چند ثانئے تک متحیر اس کنجی کو دیکھتی رہی اور پھر کمرے سے نکل کر تیزی سے نیچے اتر گئی۔ دو منٹ بعد جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک ہینڈ بیگ تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" وہ بولی۔ "اس تجوری کی صرف ایک ہی چابی تھی اور میں ہمیشہ اسے اپنے پاس ہی رکھتی ہوں۔ یہ رہی۔"

انسپکٹر شاہد نے تجوری کے قفل میں لگی ہوئی چابی کو نکالا اور نجمہ کی چابی سے اس کا موازنہ کیا۔ اصلی اور نقلی چابی ——— دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ قریب ایک ہی سی تھیں۔"

"یہ تجوری آپ کے پاس کب سے ہے۔" اس نے پوچھا۔

"تقریباً تین سال سے۔"

"اور جہاں تک آپ کو معلوم ہے اس کی کوئی دوسری چابی نہیں تھی۔"

"میرے علم میں تو نہیں تھی۔"

"جب آپ احمد آباد گئی تھیں تو یہ زیورات کہاں تھے۔"

"یہیں بینک میں۔ جب بھی میں کہیں جاتی ہوں، اپنے زیورات بینک میں رکھ دیتی ہوں۔"

"اور آپ اسے واپس کب لائی تھیں۔"

"آج ہی میں۔ بینک سے کچھ روپئے نکالنے گئی تھی۔ وہاں منیجر سے بھی ملی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں اپنے زیورات بھی لے جاؤں گی۔

"کیا یہ بات کسی نے سنی تھی۔

"نہیں۔ میں اس کے پرائیویٹ آفس میں تھی اور آپ کے دوست مسٹر ڈاکر اور منظر باہر کار میں بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے۔"

"اچھا، پھر کیا ہوا تھا۔

"جب منیجر نے زیورات کی بات کہی تو مجھے خیال آیا کہ اسے اپنے ساتھ ان حالات کے زیر اثر گھر میں رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ لیکن پھر میں یہ سوچ کر لے آئی تھی کہ اس قدر آدمیوں کے ہوتے میرا خوفزدہ ہونا بیکار ہے۔

"کیا آپ نے کسی سے اپنے زیورات کے بارے میں گفتگو کی تھی۔

"نہیں۔"

"منظر اور ڈاکر سے بھی نہیں۔

"نہیں۔ یہ خیال مجھے اس وقت آیا تھا جب میں انھیں تجوری میں رکھ رہی تھی۔"

"آپ انھیں کس چیز میں لائی تھیں؟"

نجمہ نے چمڑے کے ایک بیگ کی طرف اشارہ کیا جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔

"اسی میں لائی تھی۔"

"جب آپ واپس آئی تھیں تو یہ بیگ اس جگہ کون لایا تھا؟"

"میرا خیال ہے مسٹر منظر نے اسے کار سے اٹھایا تھا اور دروازے کے پاس مجھے دے دیا تھا۔"

"اس بیگ کو اوپر لاتے ہوئے تو آپ کو کسی آدمی نے دیکھا ہوگا؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے، نہیں۔ لیکن میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔" نجمہ نے جواب دیا۔ "اس وقت کوئی ملازم ڈرائنگ روم میں نہیں تھا۔ میں سیدھی تجوری کے پاس گئی تھی اور زیورات اس میں رکھنے کے بعد نیچے اتر کر اپنے دوستوں کے پاس پہونچ گئی تھی۔"

شاہد کھڑکی تک ٹہلتا ہوا گیا اور باہر دیکھنے لگا۔

"آپ آخری بار اپنے کمرے میں کس وقت آئی تھیں۔"

"آج دوپہر کو تقریباً بارہ بجے۔"

"کیا اس وقت یہ کھڑکی اسی طرح کھلی ہوئی تھی؟"

"میں ہمیشہ کھڑکی کو کھلا ہی رکھتی ہوں۔"

شاہد نے دیکھا مضبوط ڈنٹھلوں والی بیل نیچے سے اوپر کھڑکی کے پاس تک پہونچ رہی تھی۔

"آپ اپنے زیورات کی تفصیل کے ساتھ ایک فہرست تیار کرا دیں تاکہ میں اسکے بارے میں چاروں طرف اطلاع بھیج دوں۔" شاہد نے کہا۔ "اور اس کمرے میں اُسوقت تک کوئی شخص نہ داخل ہوگا جب تک کہ انگلیوں کے نشان لینے والے اس جگہ کو جانچ

طرح نہ دیکھ لیں۔"

پانچ منٹ بعد وہ نجمہ کی کھڑکی کے نیچے باغ میں کھڑا ہوا تھا۔

"دیکھو" شاہد نے کرائم رپورٹر ذاکر سے کہا "کوئی بھی اس جگہ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ چور کو چوری کرنے کے لیے یہاں آسانیاں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر اس بیل کو کھڑکی کے نیچے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اور آس پاس درخت بھی کھڑے ہیں تاکہ چور دوڑ کر آسانی سے ان کے پیچھے چھپ جائے۔" ذاکر نے جواب دیا۔

شاہد کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔

کھڑکی کی چوکھٹ پر کچھ اس طرح کے نشانات بنے ہوئے ہیں جیسے کہ اس پر کوئی پیر رکھ کر کھڑا ہوا تھا اور پھر گھوما تھا۔ سراغرساں کی نگاہیں ادھر ادھر گھاس پر دوڑتی رہیں اور پھر بیل کی جڑ پر آ کر جم گئیں۔ "کیا تم اس پر چڑھ سکتے ہو ذاکر؟"

رپورٹر نے شاہد کو مشتبہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے ایک بچہ بھی چڑھ سکتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

شاہد کے ہونٹوں پر ہلکا خم پیدا ہو گیا۔

"کوشش کر کے دیکھو۔"

ذاکر نے بیل کی الجھی ہوئی ڈنٹھلوں کو پکڑ لیا اور بغیر کسی دقت کے کمرے کی کھڑکی تک پہنچ گیا۔

"شکریہ ذاکر۔ اب نیچے آ جاؤ۔" شاہد نے کہا اور ذاکر کو نیچے اترتے ہوئے دیکھنے لگا۔ پھر ایک ٹوٹ کر گرنے والی پتی کو اس نے ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔

ذاکر نے گھوم کر اپنے شانے کے اوپر سے نیچے کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر کہ زمین صرف تین فٹ دور رہ گئی ہے کود گیا پھر شاہد کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا جس کے ہونٹوں پر

اب مسکراہٹ کا ہلکا خم موجود تھا۔

"شاہد" ذاکر نے رومال سے اپنے ہاتھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے ذہن میں ضرور ہی کوئی بات ہے۔ تمھارا چہرہ دیکھ کر ایک بیوقوف بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے۔ مجھے بھی کچھ بتاؤ۔"

"میں یہ سوچ رہا تھا کیس کس طرح دلچسپ سے دلچسپ تر ہوتا جارہا ہے۔" سراغرساں نے جواب دیا۔ "ذاکر کیا تم نے کبھی یہ بھی محسوس کیا ہے کہ جرم کی تفتیش میں معمولی باتیں بھی کس قدر اہمیت رکھتی ہیں۔"

"میں نے کبھی کسی قتل کے کیس کی تفتیش نہیں کی۔" ذاکر نے جواب دیا۔ "لیکن اب دلچسپی لوں گا۔" اس نے اپنی نصف وا آنکھوں سے اپنے سر کے اوپر کی کھڑکی کو دیکھا اور بیل پر نظریں جمائے ہوئے سر جھکاتا ہوا آخر میں فرش کو دیکھنے لگا۔ لیکن اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جو کسی طرح اس کے ذہن میں کسی قسم کی روشنی پیدا کر سکتی۔ اس نے پھر اپنے دوست کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن وہاں بھی اسے کچھ دیکھنے کو نہیں ملا۔ پھر بھی اس میں تو شبہ نہیں تھا کہ اس کے دوست کے ذہن میں کسی نئے خیال نے جنم ضرور لیا ہے۔ کبھی کبھی ایسے مواقع آجاتے تھے جب ذاکر بھی اس سے کچھ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو پاتا تھا اور ذاکر سمجھ رہا تھا کہ اس وقت کا موقع کچھ اسی طرح کا ہے۔

"میں تم سے سیدھا سیدھا ایک سوال پوچھنے جارہا ہوں۔" ذاکر نے کہا۔ "اور تم مجھے اس کا صاف صاف جواب دو گے۔"

"پوچھو۔"

"کیا تمھارے ذہن میں یہ بات آگئی ہے کہ مجرم کون ہو سکتا ہے۔"

"اگر تم ایک جرنلسٹ کی حیثیت سے اپنے اخبار کے ......"

"نہیں میں ایک دوست کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں۔"

"پھر" شاہد نے کہا، "میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بارے میں کسی خیال کا شائبہ تک میرے ذہن میں نہیں ہے۔ آؤ چلیں۔ لیکن ٹھہرو۔ میں اس بڈھے مالی سے بھی مل لینا چاہتا ہوں۔ حالانکہ مجھے اس سے کوئی بات معلوم ہونے کی امید نہیں پھر بھی کون کیا کہہ سکتا ہے۔"

ان دونوں کے پاس پہنچتے ہی مالی اپنا کام چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم تو یہاں کی دیکھ بھال بہت اچھی طرح کرتے ہو۔" شاہد نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ ہم دونوں کافی محنت کرتے ہیں۔"

"اور کون ہے"

"للو۔ وہ سوموار سے انفلوئنزا میں پڑا ہوا ہے"

"پھر تو سب کام تمہیں کو کرنا پڑتا ہوگا"

"جی ہاں"

"کیا آج تم نے نجمہ کی کھڑکی پاس لگی ہوئی بیل کی گری ہوئی پتیوں کو صاف کیا تھا!"

"جی نہیں۔ کل صاف کیا تھا کیا مالکن شکایت کر رہی تھیں۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں یقین کر لینا چاہتا تھا" شاہد کہتے ہوئے مکان کی طرف چلنے لگا۔

"تمہارے لئے ایک چھوٹا سا معمہ ہے ذاکر" شاہد نے چلتے ہوئے کہا "جب تم اس بیل پر چڑھے تو تمہاری وجہ سے کئی پتیاں ٹوٹ کر گری تھیں اور یہی اس وقت ہوا تھا جب تم نیچے اتر رہے تھے۔ لیکن تمہارے اس تجربہ کرنے سے پیشتر وہاں ایک بھی پتی زمین پر نہ تھی۔ ہمیں معلوم ہے آج اس جگہ کی پتیاں صاف نہیں کی گئی ہیں۔ اگر وہ تجوری کھولنے والا چور اسی بیل کے ذریعے اوپر پہنچا تھا تو پھر اس جگہ ٹوٹ کر گری

ہوئی کچھ پتیوں کو ہونا چاہیے تھا۔

"ممکن ہے وہ ہوا سے اُڑ کر دور چلی گئی ہوں۔"

"لیکن آج ہوا کا زور تیز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تم زمین سے تین فٹ اوپر رہ جانے پر کود پڑے تھے۔ یہ ایک قدرتی بات بھی تھی۔ میرا تو خیال ہے ہر شخص اسی قسم کی حرکت کر سکتا ہے۔ تمہارے کودنے سے اس جگہ تمہارے جوتوں کی ایڑی کا گڑھا سا پڑ گیا تھا اور ہمیں وہاں کوئی دوسرا نشان نظر نہیں آیا تھا۔

"دوسرے لفظوں میں تمہارا مطلب ہے کہ چور کھڑکی کی چوکھٹ پر چڑھا۔ اسی پر پیر رگڑ کر نشان بنائے اور پھر واپس ہو کر مکان کے اندر ہی رہ گیا یا پھر مکان کے عام راستے سے نکل کر باہر گیا۔

"ہاں،، اس وقت میں اسی خیال کے سہارے کام کرنا پسند کروں گا۔

گیارھواں باب

عجیب بات

گولڈن کراؤن نامی ہوٹل میں ـــــ جو گلکدہ سے دس منٹ کے فاصلے پر واقع تھا
آج تقریباً ہفتے سے ایک اجنبی ٹھہرا ہوا تھا۔

اس شخص نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام الطاف لکھایا تھا اور ہر طرف سے
بے فکر ہو کر اپنی زندگی گزارتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ اسے صرف اپنی جیبی بوتل سے پیار
تھا جسے وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفے پر دو گھونٹ کے
حلق کے نیچے اتار لیا کرتا تھا۔ اس نے کبھی اتنی نہیں پی کہ بہک جائے۔

الطاف ایک خوش پوش، صحت مند اور تقریباً تیس سال کی عمر کا ایک جوان تھا۔
اس کی آنکھیں بھوری اور بہت ہی شفاف تھیں۔ بال سیاہ تھے اور باتیں وہ بہت
ہی دھیمی آواز میں کرنے کا عادی تھا۔ وہ کہاں کا رہنے والا ہے اس بارے میں ہوٹل
کا مالک جگدیش کچھ بھی معلوم نہیں کر سکا تھا۔ بہت کوشش کرنے کے باوجود اس کے
علم میں صرف اتنی بات آسکی تھی کہ اس کے ہاتھ کسی رشتے دار کے مرنے پر کچھ رقم آئی ہے
اور وہ اسی کے سہارے اِدھر اُدھر گھوم کر تفریح حاصل کر رہا ہے۔

اس دن شام کو ـــــ جس دن دوپہر کو نجمہ کے یہاں چوری ہوئی تھی ـــــ وہ جب ہوٹل
واپس پہنچا تو اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اگر اس وقت اس کی
حالت کو کوئی بغور دیکھتا تو اسے اس میں بہت ہی تبدیلی نظر آجاتیں۔ وہ پریشان ہونے کے
ساتھ ساتھ خوش بھی نظر آرہا تھا۔

یہ اس کے ایک گھنٹے بعد کی بات ہے جب مقامی پولیس کا انسپکٹر لطیف اس جگہ گیا اور ہال سے گذرتے ہوئے اُس چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا جسے جگدیش اپنے آفس کے کام میں لاتا تھا۔ جگدیش انسپکٹر کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف تھے۔ انسپکٹر لطیف نے اسے آنکھ مار کر کچھ اشارہ کیا۔

"کیا ہے"، جگدیش کے چہرے پر الجھن کے آثار ابھر آئے۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں" انسپکٹر نے کہا۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر واقع گُلکدہ نامی بنگلے میں کچھ عجیب واقعات ظہور میں آ رہے ہیں"

"میں نے بھی سنا ہے" جگدیش نے جواب دیا۔

"تمہیں کس نے بتایا۔

"آج صبح میں نے بمبئی میں ہونے والے ایک قتل کے بارے میں پڑھا ہے جہاں گُلکدہ کی مس نجمہ موجود تھیں۔ پھر یہ سننے میں آیا کہ آج زیورات چوری گئے ہیں"

"یہ تمہیں کب معلوم ہوا"

"یہاں کا ایک ملازم وہاں کے مالی کا دوست ہے۔ کچھ دیر پیشتر اس ملازم نے آکر مجھے یہ بات بتائی تھی"

پولیس آفیسر نے اپنے انگوٹھوں کو اپنی پیٹی میں پھنسا لیا۔

اس کیس کے سلسلے میں بمبئی پولیس کا ایک انسپکٹر اس جگہ آیا ہوا ہے۔ مجھے بھی اس سے کچھ باتیں کرنے کا موقع ملا ہے"

"اور آپ بھی اپنی کارگذاری دکھانا چاہتے ہیں۔

انسپکٹر نے اپنی انگلی اٹھائی۔

"اس قدر اونچی آواز سے بات نہ کرو" انسپکٹر نے اسے ہوشیار کیا "ممکن ہے اس وقت میں کسی خاص کام کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔ اور حقیقت میں دیکھا جائے تو اس

کا تعلق تم سے ہے۔"

"مجھ سے؟" جگدیش نے کہا۔ "میں سچ کہتا ہوں مجھے قتل یا چوری کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میرا ہوٹل ہر خرافات سے پاک ہے۔"

"میں یہ باتیں تو نہیں کہتا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی آنکھیں کھلی اور منہ بند رکھو۔ اس وقت میں تم سے ایک قانون کے محافظ کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔" انسپکٹر لطیف نے کہا۔

"لیکن...... لیکن ہوا کیا؟" پریشان ہو کر ہوٹل کے مالک نے کہا۔

"سنو۔ بات دراصل یہ ہے بمبئی کا انسپکٹر شاہد اس معاملہ میں ابھی تک کچھ کامیابی حاصل نہیں کر سکا ہے۔ اگر اس کا کہنا صحیح ہے تو اس کے ہاتھ مجرم تک پہونچنے کا کوئی سراغ نہیں آسکا ہے۔ اس کا کہنا ہے اگر میں کسی طرح اس کی مدد کر دوں تو اسے خوشی ہوگی" لطیف نے اسے بتایا۔ "میں نے اس معاملے پر کافی غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ممکن ہے وہ قاتل اور چور اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہو۔"

جگدیش کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ وہ کھڑا نہ رہ سکا اور ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"آپ کا مطلب......" اس نے کہا۔

"تم جانتے ہو میرا مطلب کیا ہے۔ اس جگہ تقریباً تین ہفتے سے ایک شخص الطاف ٹھہرا ہوا ہے۔"

"لیکن" جگدیش نے احتجاج کیا۔ "اس نے کوئی جرم نہیں کیا ہوگا۔"

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا ہوں۔" لطیف نے کہا۔ "لیکن اسے دیکھ کر آدمی شبہے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ وہ اُن آدمیوں میں سے نہیں معلوم ہوتا جو تمہارے اس ہوٹل میں آکر ٹھہرنے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ کافی اہتمام سے رہتا ہے پھر بھی اسے دیکھ کر ہر کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک معمولی حیثیت کا انسان ہے۔ کم سے کم اس پولیس کی زندگی میں آکر میں نے

اتنا تو تجربہ حاصل کر ہی لیا ہے اور اسی وجہ سے میں اپنی توجہ اس کی طرف پھیرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس وقت تو میرے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر میں اس پر کوئی جرم عائد کر سکوں پھر بھی اس کے اس جگہ ٹھہرنے پر میرے دل میں کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔

"میرا تعلق محکمۂ پولیس سے نہیں ہے" جگدیش نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

وہ اپنا بل باقاعدہ ادا کر دیا کرتا تھا اس لئے مجھے اس پر شبہ کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔

ہاں۔ ایک بات ضرور میں نے اس میں دیکھی کہ وہ باتیں بہت کم کرتا ہے"

"کیا اس کے بارے میں تم صرف اتنا ہی بتا سکتے ہو"

"میں نے کہا نا کہ اس نے مجھے شبہ کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا۔

"بہر حال مجھے اپنا کام تو پورا ہی کرنا ہے" لطیف نے کہا "میرا خیال ہے تمہیں یہ بات تو معلوم ہی ہو گی کہ نجمہ کو دھمکی کا پہلا خط کب بھیجا گیا تھا"

"ہر اخبار دیکھنے والے کو یہ بات معلوم ہو گی"

"پھر کیا تم بتا سکتے ہو کہ الطاف اس سے پہلے یا بعد میں یہاں آکر ٹھہرا تھا"

مالک نے رجسٹر دیکھ کر کہا۔ وہ یہاں سوموار ۲۲ نومبر کو آکر ٹھہرا تھا اور نجمہ کو خط تیس تاریخ کو ملا تھا جگدیش نے جواب دیا۔

"ہوں" انسپکٹر لطیف نے کہا "پھر تو وہ وہی آدمی ہو سکتا ہے جس کی ہمیں تلاش ہے"

انسپکٹر نے اپنی نوٹ بک نکال کر تاریخ درج کی "اچھا اب یہ بتاؤ کیا وہ اس دن رات کو اس وقت غائب رہا تھا جب نجمہ کو جیمس پارک میں بلایا گیا تھا"

"اس معاملے میں تو آپ بے فکر رہیں" جگدیش نے کہا "میں شام سے ہوٹل بند ہونے کے وقت تک یہیں رہتا ہوں اور میں نے اسے نو بجے کے بعد کبھی باہر جاتے نہیں دیکھا۔ وہ ساڑھے آٹھ بجے کھانا کھایا کرتا تھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر جن سے شغل کرتا ہے اور پھر اپنے کمرے میں چلا جاتا تھا۔

انسپکٹر لطیف نے اپنے نچلے ہونٹوں کو دانتوں میں داب لیا۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ قاتل کے قریب پہونچ چکا ہے لیکن جگدیش کے جواب سے قاتل پھر اس کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری۔ اس نے اپنی پنسل کو دانتوں میں دابتے ہوئے کہا۔

"کیا اس کے پاس ٹائپ رائٹر تھا۔

"اس کا جواب تو وہ خود ہی شخص دے سکتا ہے"۔ جگدیش نے کہا۔

"میرا مطلب ہے کیا تم نے اس کے کمرے میں ٹائپ رائٹر دیکھا ہے"

"نہیں۔ وہ صرف ایک سوٹ کیس یہاں لے کر آیا تھا جس میں صرف چند جوڑے کپڑے تھے۔ ایک بات کا آپ کا یقین کر سکتے ہیں کہ اس کے پاس ریوالور جیسی کوئی چیز نہیں تھی اس بارے میں میں نے جانچ کر لی تھی۔

"اچھی بات ہے" انسپکٹر نے اپنی ٹوپی پیچھے کھسکاتے ہوئے کہا۔ اب میں ایک بہت ہی اہم بات دریافت کرنے جا رہا ہوں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ الطاف اس وقت یہیں ہوٹل میں موجود تھا یا نہیں جب گلکدہ میں چوری ہوئی تھی۔

"مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے کہ وہاں چوری کس وقت ہوئی تھی" جگدیش نے جواب دیا "لیکن میں اتنا یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ دو بجے تک یہاں ہال میں بیٹھا شراب پی رہا تھا اور اس نے مجھ سے کچھ باتیں بھی کی تھیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا تھا اور شام کو پانچ بجے واپس آیا تھا۔

"کیا اس کی حرکات کچھ مشتبہ نظر آئی تھیں۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا کیونکہ اس وقت میں کسی مجرم کی تلاش میں نہیں تھا"

انسپکٹر نے اپنی ٹوپی سیدھی کرتے ہوئے اپنے تحریر کردہ نوٹس پر نظر ڈالی۔ ان تمام باتوں سے تو وہ بے گناہ ہی نظر آتا ہے۔ اس نے کہا "لیکن اس معاملے

ہے۔ میں ابھی اپنی تفتیش ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے تم اسے اطلاع کر دو کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

جگدیش نے انسپکٹر لطیف کی اس بات پر بے چینی سے پہلو بدلا اور اس کے چہرے پر الجھن کے آثار ابھر آئے۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے جواب سے بھی انسپکٹر کو کسی طرح کا فائدہ نہ پہونچ سکے گا۔

"جب وہ دوبارہ یہاں آئے گا تو میں اسے ضرور اطلاع کر دوں گا۔" جگدیش نے کہا۔ وہ اپنا بل ادا کر کے ایک گھنٹے پیشتر ہوٹل سے رخصت ہو گیا ہے۔ میں کافی عقلمند تو نہیں ہوں لیکن اگر محکمۂ پولس سے میرا بھی تعلق ہوتا تو میں اتنا ضرور اندازہ لگا لیتا کہ وہ چھ بجے والی ٹرین سے بمبئی گیا ہو گا۔

جگدیش کا جواب سن کر انسپکٹر کو مایوسی ضرور ہوئی لیکن اس کی حالت اس وقت اُس شخص کی سی تھی جو دریا کے کنارے بیٹھا ہوا اپنی بنسی کی ڈور کو ہلتا ہوا امید و بیم کی حالت میں دیکھ رہا ہو۔ یہ سچ تھا کہ مچھلی ابھی کانٹے میں پھنسی نہیں تھی لیکن الطاف کا یکایک ہوٹل کو چھوڑ کر چلا جانا ایک بہت ہی اہم بات ہو سکتی تھی۔"

"اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں فون استعمال کرنا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

دس منٹ کے اندر ہی انسپکٹر شاہد اور ڈاکٹر انسپکٹر لطیف کی فون کال ریسیو کرنے کے بعد گولڈن کراؤن پہونچ گئے۔ انسپکٹر شاہد نے وہ تمام باتیں غور سے سنیں جنہیں لطیف نے جگدیش سے معلوم کیا تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ گذشتہ رات وہ ہوٹل سے باہر نہیں گیا تھا؟" آخر میں شاہد نے جگدیش سے پوچھا کیونکہ اس کے ذہن میں ہوٹل ڈی لکس کا واقعہ تھا اور اسی معاملے سے اس کا خاص تعلق تھا۔

"وہ ساڑھے نو بجے اپنے کمرے میں آرام کرنے چلا گیا تھا۔" جگدیش نے جواب دیا۔
"کسی شخص کا کسی ہوٹل میں ٹھہرنا جرم نہیں ہے۔" شاہد نے کہا۔ "لیکن اگر اس شخص کا تعلق گلکدہ میں ہونے والے واقعات سے تھا تو وہ ضرور ہی اس جگہ کسی فرضی نام سے ٹھہرا رہا ہوگا۔ کیا اس کا کمرہ ابھی تک خالی ہے۔"

"ہاں۔ ابھی تو خالی ہی ہے۔"

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر شاہد اور ڈاکٹر الطاف کمرے کے پاس پہنچے۔ شاہد چند لمحے تک دروازے پر کھڑا کمرے کے اندر دیکھتا رہا پھر اندر داخل ہوا۔

سب سے پہلے وہ ردی کاغذوں کی ٹوکری کے پاس پہنچا لیکن اس میں آج کے اخبار اور کچھ پرانی میگزینوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ وہیں پاس کی میز پر ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ شاہد نے اسے بہت ہی ہوشیاری سے اٹھا کر اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا بکس نکالا۔

"شاید یہ ہمارا کوئی پرانا دوست ہو۔" کہتے ہوئے شاہد نے اس گلاس پر پاؤڈر چھڑکا اور پھر اسے ہوشیاری سے صاف کرنے لگا۔ آخر میں اس نے محدب شیشے سے اس کا معائنہ کیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر میز کی سطح پر بھی پہلے والا عمل دہرایا۔
"یہاں بھی کچھ نہیں۔" اس نے کہا اور پھر ہر اس جگہ پر پاؤڈر چھڑک کر دیکھا جہاں انگلیوں کے نشان پائے جانے کی امید ہو سکتی تھی۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے ڈاکٹر۔" آخر میں وہ ہر جگہ ناکام ہونے کے بعد بولا "معلوم ہوتا ہے اس جگہ ہر اس مقام کی اچھی طرح صفائی کی گئی ہے۔ جہاں انگلیوں کے نشان دیکھے جا سکتے تھے۔

"اگر تمام لوگ ہمارے مسٹر الطاف کی طرح اس بات پر دھیان رکھیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ محکمہ پولیس کس جگہ ہو" ذاکر نے کہا۔

"اس جگہ کہیں بھی انگلیوں کے نشان موجود نہیں ہیں" شاہد نے کہا "حالانکہ اس جگہ کو اس کی انگلیوں کے نشانات سے بھرا رہنا چاہیے تھا کیونکہ وہ یہاں تقریباً تین ہفتے رہا تھا معلوم ہوتا ہے ہم سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہ تو صاف ظاہر ہے کہ وہ مجرمانہ ضمیر کا انسان تھا" ذاکر نے کہا "لیکن اسے گرفتار کرنے کے لئے تمہارے پاس طریقہ کون سا ہے؟"

شاہد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب وہ بہت ہی ہوشیاری سے کمرے کی ایک ایک انچ جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس کی نظر ایک ایسی شے پر جا پڑی جس پر کسی کی نظر جلد نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ وہ شے دیوار سے لگی میز کے پائے کی آڑ میں پڑی ہوئی تھی۔

اس نے اسے اٹھاتے ہوئے بغیر کچھ کہے اپنا ہاتھ ذاکر کی طرف بڑھا دیا۔ اس کی ہتھیلی پر ایک کانوں کی بالی تھی۔ سونے کے تار میں تین بڑے موتی پروئے ہوئے تھے۔ ابھی چند گھنٹے پیشتر ہی انجمہ نے اسے چوری جانے والے جن زیورات کی فہرست دی تھی اس میں اس نے ایک اسی طرح کے ایئررنگ کے بارے میں بھی لکھا تھا جو اسے ادریس احمد نے اس کی سالگرہ کے موقع پر دیا تھا۔

"اب ہمیں جو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کریں جس کے بارے میں ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے کہ شائد اس کا نام الطاف ہے" ذاکر نے کہا "بچوں کا کھیل ہے۔ کیوں؟"

"لیکن خاص بات یہ ہے کہ جس شخص نے اس ایئررنگ کو یہاں گرایا ہے وہی ہماری حقیقی امید کا مرکز ہے" شاہد نے کہا "اس کے ہاتھ آجانے پر تمام باتیں خود بخود صاف ہو جائیں گی۔

"لیکن اگر الطاف گذشتہ رات ساڑھے نو بجے یہاں بستر پر لیٹا ہوا تھا تو وہ ممبئی پہنچ کر مسٹر بشیر احمد کو ڈی لکس میں کیسے قتل کر سکتا تھا۔"

"جو کچھ تم کہتے ہو اگر صحیح ہے تو پھر ہمارا کام اور بھی الجھ جائے گا۔" سراغرساں نے ایر رنگ کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے الطاف اپنے اس نقصان سے واقف نہ ہوگا۔"

ڈاکٹر کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"شاہد" یکایک وہ گھومتے ہوئے بولا۔ "میں جتنا بھی اس لڑکی نجمہ کے بارے میں سوچتا ہوں اسی قدر مجھے اس سے ہمدردی ہوتی جا رہی ہے۔ میں یہ کبھی پسند نہ کروں گا کہ اس کے ساتھ کوئی واقعہ ظہور میں آئے۔"

شاہد نے تمباکو نکال کر سگریٹ بنانی شروع کی۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اس نے کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں قاتل صرف انھیں زیورات کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"کاش ایسا ہی ہوتا۔"

"یعنی تمھیں اس پر یقین نہیں ہے؟"

"ہاں، کئی باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔ پہلی بات تو یہ کہ قاتل ۔۔۔ جو ہر طرح کی معلومات رکھتا تھا کسی خاص وجہ سے یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ نجمہ گذشتہ رات ہوٹل ڈی لکس میں اپنے ساتھ اپنے زیورات لے کر ہی ٹھہری تھی۔ نجمہ زیورات اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تقریباً سب ہی جانتے ہیں کہ وہ جب بھی کہیں باہر جاتی تھی اپنے زیورات بینک میں رکھ دیتی تھی۔ اور آخر میں یہ کہ صرف ایک بیوقوف ہی یہ سوچ سکتا ہے کہ دھمکی کا خط پانے کے بعد بھی وہ زیورات کو اپنے پاس ہی رکھے گی۔"

"میں بھی کچھ اسی طرح کی باتیں سوچ رہا تھا" ذاکر نے کہا "میرا خیال ہے نجمہ کو خطرے سے اس وقت تک باہر نہیں سمجھنا چاہیے جب تک کہ ہم اس کیس کو انجام تک نہیں پہنچا دیتے۔

شاہد نے اپنے سر کو جنبش دی۔

"اس کیس میں مجھے جو چیز پسند نہیں ہے" اس نے کہا "وہ آج لیٹر بکس میں ٹانگا ہین کا پایا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل جلد سے جلد اپنا کام ختم کر لینا چاہتا ہے۔

"کیا تمہیں یہ بات کچھ عجیب نہیں لگتی کہ مجرم پہلے سے اپنے پہونچنے کی اطلاع دے دیتا ہے"

"عجیب تو ہے لیکن چونکہ اس سے ہمیں ہوشیار ہو جانے کا موقع مل جاتا ہے اسلئے مجھے اس کی شکایت نہیں ہے۔ شائد اس کے ذہن میں کوئی عظیم خیال جما ہوا ہے۔ اگر میں اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا تو کسی دن اس سے اس بارے میں ضرور دریافت کروں گا"

بارھواں باب

یادداشت

بمبئی میں ایک ایسا بھی آفس ہے جو کبھی بند نہیں ہوتا۔ شام سے صبح اور صبح سے شام تک گھڑی کی سوئیوں کی طرح وہاں کام ہوتا رہتا ہے حالانکہ وہاں پر کام کرنیوالے زیادہ تر لوگ تجارت کے کام سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں۔

ان میں سے ایک نے جو ابھی ابھی ناشتے سے فارغ ہو کر آیا تھا اس فون کے ریسیور کو اٹھایا جس کی گھنٹی بج رہی تھی پھر اس نے شارٹ ہینڈ میں نوٹس لکھنا شروع کر دیئے۔

"یہ ـــــ بہت اچھا جناب" کہتے ہوئے اس نے ریسیور کو رکھ دیا اور پھر چپراسی سے مخاطب ہوا "دیکھو اگر انسپکٹر راشد موجود ہوں تو ان سے کہہ دو کہ انسپکٹر شاہد کے پاس سے اطلاع آئی ہے۔ اطلاع بہت ہی اہم ہے اور میں پانچ منٹ میں اسے تیار کر لوں گا۔

چپراسی چلا گیا اور وہ شخص اپنے شارٹ ہینڈ نوٹس کو لانگ ہینڈ میں تبدیل کرنے بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ زینہ طے کرتے ہوئے اوپر پہونچ کر ایک کمرے میں داخل ہوا۔

"انسپکٹر شاہد نے گلگدہ سے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ میں اسے جلد سے جلد آپ تک پہنچا دوں اور اگر آپ آفس میں نہ ہوں تو فون پر آپ کو ہر جگہ تلاش کروں۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آج شام کو آپ سے ملکر وہ اس معاملے پر گفتگو کریں گے۔"

انسپکٹر راشد نے ہاتھ بڑھا کر اس شخص سے کاغذ لیا اور اپنی خوابیدہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ کسی شخص کو ایک بار دیکھ لینے کے

بعد اس کا چہرہ کبھی فراموش نہیں کرتا۔ کم سے کم مجرموں کے بارے میں تو یہ ایک حقیقت ہی تھی جن سے اس کا برابر واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا ذہن فوٹو لینے کا ایک کیمرہ تھا جس میں کھنچنے والی تصویر کبھی خراب نہیں ہوتی تھی۔ اس نے جو کاغذ لیا اس پر لکھا ہوا تھا۔

"کیا آپ کسی ایسے آدمی کو یاد کر سکتے ہیں جس کا حلیہ یہ ہے۔ اس کے بارے میں صرف اتنی ہی باتیں تفصیل سے معلوم ہو سکی ہیں۔

ایک شخص جس کی عمر تقریباً تیس سال، قد پانچ فٹ سات یا آٹھ انچ جسم تندرست اور خاص طور سے وہ بھاری آواز میں بولنے کا عادی ہے۔

وہ داڑھی مونچھیں نہیں رکھتا۔ آنکھیں شفاف اور سیاہ دانت صاف اور سر کے بال چھوٹے خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی پیشانی پر بائیں سمت زخم کا ہلکا سا نشان ہے۔

"انگلیوں کے نشان نہیں مل سکے ہیں لیکن ممکن ہے ریکارڈ سے کسی نقب زن کا پتہ معلوم ہو جائے۔"

انسپکٹر راشد نے کاغذ کو اپنے سامنے میز پر رکھ دیا اور کرسی پر ٹیک لگاتے ہوئے پیچھے ہٹ کر ایک پیر کھ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ اس کے محکمے میں اس وقت لاکھوں واقف اور غیر واقف مجرموں کی انگلیوں کے نشانات باقاعدگی سے رکھے ہوئے تھے اور اس ڈیپارٹمنٹ کا ایکسپرٹ انچارج دس منٹ کے اندر ہی ان لاکھوں نشانوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کر کے ضرورت پڑنے پر باہر نکال سکتا تھا تاکہ اس کے ذریعہ مجرم کی شناخت عمل میں آ سکے۔

لیکن یہ کام جو شاہد نے راشد کے سپرد کیا تھا بہت ہی مشکل تھا کسی شخص کا چہرہ یاد رکھنا دوسری بات ہے لیکن اسے اپنے ذہن میں موجود بھیڑ میں سے انتخاب کرنا اور ہی بات ہے ۔۔۔ اور خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اس شخص کے بارے میں پوری

باتیں تفصیل سے نہ معلوم ہوں۔

اس کے علاوہ اس کے محکمے میں لاکھوں مجرموں کے ریکارڈ موجود ہونے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ صرف بمبئی خاص میں ہی آباد ہیں وہ ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے تھے۔

پھر بھی اگر وہ شخص کوئی نقب زن تھا تو لاکھوں آدمیوں میں سے زیادہ تر آدمیوں کو گھٹایا جا سکتا تھا۔

راشد کے ذہن میں چہروں کا ایک ہجوم جمع ہو رہا تھا اور وہ ان میں سے ایک ایک کو دیکھتا ہوا علیحدہ کرتا جا رہا تھا۔ اسے جب بھی اس طرح کا کوئی کام ملتا تھا وہ اس پر فخر کرتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تمام محکمے پر چھایا ہوا تھا اور نہ ہی یہ کہ اس سے خاص طور پر اسی طرح کا کام لیا جاتا تھا لیکن اس بات سے قریب قریب سب ہی واقف تھے ــ یہاں تک کہ کمشنر نے بھی اسکی تعریف کی تھی کہ راشد ایک بار جس چہرے کو دیکھ لیتا اسے پھر کبھی نہیں بھولتا۔

غور و فکر کرتے ہوئے وہ ایک کاغذ پر کچھ لکھتا بھی جا رہا تھا اور پھر یہ یاد آنے پر کاٹتا جا رہا تھا کہ وہ شخص حفاظت سے جیل میں بند ہے یا پھر ایسی جگہ پہونچ چکا ہے جہاں تک پولیس کے ہاتھ پہونچ ہی نہیں سکتے۔

ایک بار اس نے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے محکمے کے ایک دوسرے آفس سے کنکشن لیا۔

"تم ہو رؤف؟" اس نے کچھ جوش کے ساتھ پوچھا "میں راشد بول رہا ہوں تمہیں یاد ہے آج سے چھ ماہ پیشتر تم ہی نے ابرار نامی ایک شخص کو گرفتار کیا تھا لیکن عدالت سے وہ بری ہو گیا تھا۔

"ہاں" رؤف نے جواب دیا۔

"اس کا حلیہ تو بیان کرو"

"عمر تقریباً بتیس سال، قد پانچ فٹ سات انچ۔ آواز بھاری اور پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔

"اور آنکھیں سیاہ تھیں" راشد سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں، لیکن کچھ عرصہ ہوا اس کی آنکھ خراب ہو گئی اور اب وہ ٹوکریاں بنانے کا کام کرتا ہے۔ کیا بات......"

"کچھ نہیں" راشد نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا۔ چند لمحے پیشتر وہ جس کامیابی کے نزدیک پہونچا ہوا معلوم کر رہا تھا وہ اب اس سے بہت دور بھاگتی ہوئی نظر آ رہی تھی اس کا تمام جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

آخر کافی عرصے تک غور کرنے، لکھنے اور پھر کاٹنے کے بعد اس نے اپنی مرتب کی ہوئی فہرست ریکارڈ روم میں بھیج دی۔ کچھ دیر بعد درجنوں آدمیوں کے فوٹو اور ان کے کارناموں کی تفصیل راشد کے پاس پہنچا دی گئی۔ انھیں دیکھتے ہوئے راشد نے اپنی بھنویں سکوڑ لیں۔

آنس کے ریکارڈ کے مطابق — جو حقیقت تھے، ان میں سے کچھ چہرے تو بوڑھے تھے جو کسی طرح بھی انسپکٹر شاہد کا آدمی نہیں ہو سکتے تھے۔ کچھ ناٹے قد کے تھے، کچھ لمبے قد کے تھے۔ ایک کی پیشانی پر نشان دوسری طرف تھا اور ایک تو ان میں سے بالکل ہی گنجا تھا۔

اس نے تمام تصویروں کو ایک طرف کھسکا دیا اور پھر آرام سے بیٹھ کر سوچنے لگا۔ کبھی کبھی وہ کسی تصویر کو اٹھا لیتا تھا اور اسے پھر غور سے دیکھنے لگتا تھا۔ آخر میں اسے فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ شائد کامیابی حاصل نہ کر سکے گا۔

ایک بار پھر اس کے ذہن میں چہروں کا ہجوم گھومنے لگا اس نے پھر کچھ نام ایک کاغذ پر تحریر کئے۔

قریب آدھی رات گذر گئی تھی جب انسپکٹر شاہد اس کے پاس پہنچا۔

"کیا تم نے میرے آدمی کا پتہ لگایا۔ شاہد نے اس سے پوچھا۔

راشد نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔

وہ کام بہت مشکل ہے شاہد۔ لیکن میں اس پر پھر غور کروں گا۔ مجھے امید ہے اگر وہ میرے ذہن میں ہے تو کل تک ضرور ہی سامنے آجائے گا۔

تیرھواں باب

سودا

موتی بازار میں ناتھ لین کی ایک دوکان پر یہ بورڈ لگا ہوا ہے
اشرف خاں
واچ میکر

ناتھ لین نہ تو خوبصورتی اور نہ ہی تجارت کے لحاظ سے کوئی اچھی جگہ تھی۔ اس جگہ لگے ہوئے دو یا تین سرکاری روشنیاں وہاں کے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش ضرور کرتی تھیں لیکن اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ وہ بھی اپنا کام برائے نام ہی کرتی تھیں۔

گلی میں داخل ہو کر کچھ دور چلنے پر ایک پرانے کپڑوں کی دوکان تھی۔ پھر ایک ہوٹل تھا جہاں معمولی طبقے کے لوگ آیا کرتے تھے اور شائد اسی وجہ سے اشرف کے پاس زیادہ کام نہیں آتا تھا کیونکہ اس کے کیس میں بہت ہی کم گھڑیاں رکھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ وہ اب بوڑھا ہو چکا تھا۔ اسے گھنٹوں اپنی دوکان پر بیکار اپنی ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھا دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ سر پر دوپلی ٹوپی لگانے کا عادی تھا اور اس کی آنکھ پر ایسا چشمہ لگا ہوا نظر آتا تھا جس کا ایک شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ کبھی کبھی اسے کوئی اردو کا اخبار بھی پڑھتے ہوئے دیکھا جاتا تھا لیکن اس کا زیادہ تر وقت بیکار کی غور و فکر کرنے میں گذرتا دکھائی دیتا تھا۔

لڑکے اسے ہمیشہ امید بھری نظروں سے دیکھتے تھے اور کبھی کبھی اس سے ٹھہر کر باتیں بھی کر لیا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتا تھا اور کبھی کبھی جیب

سے ایک پیسہ بھی نکال کر ان کے ہاتھوں پر رکھ دیا کرتا تھا۔

آج کی رات دو پولیس آفیسر آکر اس گلی کے سرے پر کھڑے ہو گئے۔ یہ مقام اُن علاقوں میں شمار ہوتا تھا جہاں ہمیشہ پولیس گھوما کرتی تھی۔

ایک شخص جس نے اوور کوٹ کو بری طرح اپنے جسم سے لپیٹ رکھا تھا اور فلٹ بھی کافی آگے جھکائے تھا کچھ دور پر کھڑا ایک دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں دونوں پولیس آفیسروں پر جمی ہوئی تھیں۔ آخر میں اس نے دوسری طرف چلے جانے کا فیصلہ کیا ہی تھا کہ قانون کے محافظ آگے بڑھ گئے۔

اوور کوٹ والا شخص اپنی جگہ سے ہٹ کر اس مقام پر پہنچا جہاں دونوں پولیس آفیسر کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ سگریٹ جلانے کے لئے کھڑا ہوا ہے لیکن اس کی تیز نظریں دونوں سمت یہ دیکھ رہی تھیں کہ راستہ صاف ہے یا نہیں۔

اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ آس پاس کوئی نہیں ہے وہ پھر نا تھ لین کی نیم روشن گلی میں داخل ہو گیا۔ اس کی چال بے فکروں جیسی تھی لیکن غور سے دیکھنے پر یہ معلوم کیا جا سکتا تھا کہ وہ چلتے ہوئے ہوشیاری سے اپنے دائیں بائیں دیکھتا بھی جا رہا ہے۔

آخر میں اس نے گھڑی ساز کی دوکان کے پاس پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھولنے کے بعد ہی اشرف اس طرح ایک طرف ہٹ گیا کہ جو کوئی بھی باہر ہو وہ فوراً ہی بغیر کسی رکاوٹ کے اندر آجائے۔ ایک لمحے بعد دروازہ اندر سے اچھی طرح بند ہو چکا تھا۔

دوکان کے حصے سے آگے بڑھ کر ایک کمرہ اور بھی تھا جو اشرف کے رہنے کے کام میں آتا تھا۔ اس جگہ مٹی کے تیل کا ایک تیز لیمپ روشن تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچانا اور پھر دونوں ہی کمرے کی طرف بڑھے۔

"کچھ رو پے یہاں رکھتے ہو اشرف؟" آنے والے نے دھیمی اور بھاری آواز میں پوچھا۔

"تھوڑا بہت تو نکل ہی آئے گا شوکت" بوڑھے نے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر بے شمار جھریاں تھیں اور لیمپ کی روشنی میں ہر جھری غصے کا نشان معلوم ہو رہی تھی۔

شوکت نے اشرف کو غور سے دیکھا۔

"تھوڑا بہت تو نکل ہی آئے گا" اس نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا "میرا تو خیال ہے اس جگہ تمھارے پاس اتنی رقم ہوگی جتنی میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ واقعی تم بہت ہی عجیب آدمی ہو۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں گورنر ہاؤس میں رہتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ تمھاری دولت کو دیکھتے ہوئے میں تم سے صاف اور ستھری جگہ پر رہتا ہوں۔ آخر تم اس جگہ رہتے کیسے ہو۔ اور یہ جمع کی ہوئی دولت کس کے لیے چھوڑ جاؤ گے۔ پینے کے لیے جو ملے گی یا نہیں"

بوڑھے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم بھی کہاں شوکت" اس نے پوچھا "کافی دنوں بعد نظر آئے ہو"

شوکت نے جیب سے کاغذ کا ایک بنڈل نکالا اور اسے کھول کر بوڑھے کے سامنے رکھ دیا۔

"اگر تم مجھے ایک ہزار دیدو تو یہ تمھارے ہو سکتے ہیں۔

اشرف کے استخوانی ہاتھوں نے ایک نیکلس کو اٹھایا۔ اس نے موتیوں کو دانتوں کے نیچے دبا کر دیکھا۔ کچھ دیر تک اچھی طرح سائنہ کرنے کے بعد اس نے اس شے کو رکھ دیا اور پھر بولا۔

"کیا تم مجھے لوٹنا چاہتے ہو۔

"کیا مطلب"

"میں نے کوئی صرافے کی دکان نہیں کھول رکھی ہے لیکن پھر بھی ہمیشہ شریف آدمیوں سے سودا کرنے کو تیار رہتا ہوں۔ تم تو جانتے ہو اس طرح کی چیزیں فروخت کرنے میں کس

تدرو قتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر......"

"مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔ تم آسانی سے اسکے تین ہزار حاصل کر سکتے ہو۔"
اشرف نے پلکیں جھپکائیں۔

"سنو شوکت۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "اس وقت میرے پاس پانچ سو روپے ہوں گے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک پرس جیب سے نکالا اور اس میں سے روپے نکال کر شمار کرنے لگا۔ وہ اس سے اچھی طرح واقف تھا کہ نقدی کی جھلک سے اس طرح کے لوگوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ "یہ رہے۔" آخر میں اس نے روپے شمار کرنے کے بعد میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "جیسا کہ میں نے کہا تھا پورے پانچ سو ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں شوکت، اس کی قیمت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اب تمھاری مرضی ہے لے لو یا انکار کر دو۔"

"اچھا اور بھی موقعے آئیں گے۔ اس وقت مجھے روپیوں کی سخت ضرورت ہے۔ اسلئے مجھے یہی منظور ہے لیکن اگر تمھیں بھی کبھی نقصان ہو جائے تو مجھ سے شکایت نہ کرنا۔ سمجھ گئے۔"

اس نے روپے اٹھا کر جیب میں رکھ لئے۔ پھر اس درمیان سگریٹ جلائی جب بوڑھا دروازہ کھول رہا تھا اور پھر وہ خاموشی سے رات کے اندھیرے میں باہر نکل گیا۔ اس نے بہت ہی ہوشیاری سے اپنی فلٹ اور آگے جھکالی اور راستہ طے کرنے لگا۔ بازار میں پہنچتے ہی وہ انسانوں کے ہجوم میں گم ہو گیا۔

چودھواں باب

قتل

"کیوں، کہاں کی تیاری ہے؟"

اس وقت رات کے بارہ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے انسپکٹر لطیف کی بیوی نے اسے اس وقت ٹوکا تھا جب بیدار ہونے پر اس نے اسے جوتے پہنتے ہوئے دیکھا۔

"تم سو جاؤ" لطیف نے کہا، "میں ایک کام سے باہر جا رہا ہوں"

"لیکن کہاں؟"

"میں ایک بار گلکدہ کے گرد چکر لگانے جا رہا ہوں۔ مجھے وہاں پہنچنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔

"آج وہ مقام تمھارے ذہن پر بری طرح سوار معلوم ہوتا ہے" لطیف کی بیوی نے کہا۔

لطیف نے جوتے کے فیتے میں گرہ لگاتے ہوئے اسے زور سے کھینچا جس کی وجہ سے وہ ٹوٹ گیا۔ یہ ایک حیرت کی بات تھی کہ اس وقت غصے میں اس کی بیوی کو وہ الفاظ سننے کو نہیں ملے جو اکثر ایسے موقعوں پر اسے سننے کو ملتے تھے۔ لطیف نے خاموشی سے دوسری بار چھوٹی گرہ لگائی۔

"مجھے نہیں معلوم ذہن پر چیزیں کس طرح سوار ہوتی ہیں" اس نے کہا، "لیکن مجھے ایک قسم کی بیتابی ضرور ہے۔ تم سو جاؤ۔ میں جلد سے جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔

"اچھی بات ہے" وہ کروٹ لیتے ہوئے بولی۔

انسپکٹر لطیف کی قیام گاہ پولیس اسٹیشن کے اوپری حصے میں ہی تھی۔ نیچے اتر کر اس

نے ایک کانسٹیبل سے بات کی پھر اُس نے اپنی سائیکل کا رخ سڑک کی سمت موڑا لیکن لیمپ نہیں روشن کیا۔ وہ کئی گھنٹے سے ایک عجیب طرح کی الجھن کا احساس کر رہا تھا حالانکہ اس کی کوئی خاص وجہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کی بیوی کا کہنا صحیح ہی تھا۔ اُسکے ذہن میں گلکدہ نامی عمارت سوار تھی۔ معمولی موقعوں پر وہ ہمیشہ پولیس کارروائی کے بعد اس واقعے کو فراموش کر دیا کرتا تھا لیکن آج کی رات نہ جانے کس وجہ سے کچھ باتوں نے اسے الجھن میں ڈال رکھا تھا۔ اور سب سے خاص بات یہ تھی کہ اسے اپنی اس بے چینی کی کوئی وجہ معلوم نہیں تھی۔ زیورات چوری چلے گئے تھے اس لئے اب ان کی وجہ سے کوئی مصیبت نہیں آسکتی تھی اور وہ شخص لطاف یا اس کا جو کچھ بھی نام رہا ہو کسی دوسری جگہ کے لئے فرار ہو چکا تھا۔

انسپکٹر کی آنکھیں اندھیرے کو پھاڑ کر آگے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں اور اُس کے کان رات کے سناٹے میں کسی ہلکی سی آواز کو بھی سننے کے لئے پوری طرح بیدار تھے۔ اسے نہ تو کچھ دکھائی دیا اور نہ ہی سائیکل کی چین کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی دی۔

انسپکٹر لطیف اس راستے پر پہونچ کر سائیکل سے نیچے اتر گیا جو گلکدہ کی سمت جاتا تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا اور ہلکی ہلکی ہوا کے چلنے سے درختوں کی پتیاں سرسراہٹ کی آواز پیدا کر رہی تھیں۔ وہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ صرف اس کا واہمہ تو نہیں ہے جو وہ اس جگہ اتنی رات گئے چلا آیا ہے پھر بھی وہ آگے بڑھا اور ایک جگہ اپنی سائیکل کھڑی کرتے ہوئے اس نے اپنی کمر پہ ہاتھ پھیرا اور کسی شے کے لمس کا احساس ہوتے ہی اسے اطمینان حاصل ہو گیا۔

اُس نے اپنے قدم آگے بڑھائے اور عمارت کی چہار دیواری کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا نچلی منزل کی صرف ایک کھڑکی میں روشنی نظر آئی۔ باقی عمارت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی اسے اطمینان ہو گیا کہ سب لوگ آرام سے سو رہے ہیں۔ لطیف نے اپنے انگوٹھے سے اپنی ٹھوڑی کو سہلایا اور پھر پھاٹک میں لگے ہوئے چھوٹے دروازے سے اندر پہنچ گیا۔ اسے

اس جگہ سے اچھی طرح واقفیت تھی اس لئے اس کے قدم عمارت کے پچھلے حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس طرف بھی اسے ایک کھڑکی میں روشنی نظر آئی۔

اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو اسے ملازم نصیر اسٹوپ پر کیتلی چڑھاتا ہوا نظر آیا۔ لطیف نے آہستہ سے شیشے پر دستک دی۔ نصیر کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھر آئے۔ پھر اس نے کھڑکی کھولی۔

"ارے آپ" نصیر کی حیرت قائم رہی۔ "اندر آجائیے"

"نہیں۔ میں ٹھہروں گا نہیں" دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف تھے۔ میں نے سوچا چلکر دیکھ آؤں کہ سب کچھ ٹھیک ہے یا نہیں۔

"آپ کی مہربانی ہے انسپکٹر صاحب" نصیر نے کہا "یہاں سب کچھ ٹھیک ہے۔ آج رات میں نے اور مسٹر کلیم نے بیدار رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ لائبریری میں ہیں اور میں ان کے لئے یہاں چائے تیار کرنے آیا تھا۔ ہم لوگ اس جگہ کی اچھی طرح نگرانی کر رہے ہیں۔ پچھلی رات مسٹر ذاکر اور منظر صاحب رات بھر جاگتے رہے تھے اس لئے کلیم صاحب کے ساتھ آج میں نے جاگنے کا فیصلہ کیا ہے۔

انسپکٹر لطیف نے اپنا سر ہلایا۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج تمہارے یہاں کا کتا موجود نہیں ہے۔ اگر وہ ہوتا تو تمہیں کافی مدد مل سکتی تھی"

"جی ہاں، لیکن پھر بھی کوئی شخص ہمارے واقف ہوئے بغیر مکان میں داخل نہیں ہو سکتا یہاں ہر کھڑکی اور دروازے میں چوروں سے ہوشیار کرنے والی گھنٹیاں لگا دی گئی ہے"

انسپکٹر نے اپنی بیٹی کو ادھر ادھر کھسکایا۔

یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے" اس نے کہا "اچھا اب میں جاتا ہوں۔

لطیف واپس ہوا لیکن اس کے اندر کی بیتابی ابھی تک پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی۔

شائد اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا واسطہ ابھی تک اس طرح کے کسی قتل کیس سے نہیں پڑا تھا۔ اس کی زندگی معمولی چوروں، سڑک کے ایکسیڈنٹوں کے درمیان ہی گذری تھی۔ اس نے آخری بار مکان پر ایک پُرفکر نگاہ ڈالی اور اپنی سائیکل پر سوار ہو کر قیام گاہ کی طرف واپس ہو گیا۔

وہاں پہونچ کر اس نے کپڑے تبدیل کئے اور بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے ذہن میں دن کے واقعات ایک ایک کر کے اس وقت تک چکر لگاتے رہے جب تک کہ اسے نیچے سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز آتی نہیں سنائی دی۔

وہ بستر سے اچھل کر نیچے آیا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر زینہ طے کرتے ہوئے اس وقت آفس میں پہنچ گیا جب ایک کانسٹبل ریسیور اٹھانے جا ہی رہا تھا۔

جس وقت گرجا گھر کے گھڑیال میں رات کا ایک بج رہا تھا ایک کار مدن پورہ کے علاقے میں داخل ہوئی کچھ دور تک چلنے کے بعد وہ دو تین بار کھڑکھڑائی اور پھر سڑک کے ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"پٹرول ختم ہو گیا۔" وہ شخص جو کار ڈرائیو کر رہا تھا بڑبڑایا اور پھر اس کی نظریں پچاس قدم کے فاصلے پر واقع ایک عمارت پر جا کر ٹھہر گئیں جس کی ایک کھڑکی سے اسے روشنی باہر آتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

وہ اس کی طرف بڑھا۔ نزدیک پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ وہ موٹر کی مرمت کا کارخانہ ہے لیکن اسے آس پاس کوئی شخص دکھائی نہیں دیا۔ اس نے ایک دروازہ کو ـــــ جو آفس میں کھلتا تھا ـــــ کھول کر اندر کی سمت جھانکا۔

اور پھر جو شے اسے دیکھنے کو ملی اس نے اس کے پیر لڑکھڑا دیئے۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی چیخ نکلی اور اس نے سہارے کے لئے دروازہ کو پکڑ لیا۔

"میرے خدا!" اس شخص کے منہ سے نکلا۔ اس کی آنکھیں اس شے پر جمی ہوئی تھیں جو کچھ عجیب ڈھنگ سے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی ۔۔۔ کوئی بے حرکت شے اور آنکس اس کے گرد گھومتا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس مقام پر اس قدر گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا کہ اس شخص کو اپنے دل کی دھڑکن صاف سُنائی دے رہی تھی۔

وہ شخص کچھ اور آگے بڑھا۔ اس کی سانس تیزی سے چل رہی تھی اور اس کے ذہن میں ایک ہنگامہ سا برپا تھا۔ اسے کسی شخص نے اس جگہ پہونچتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس معاملے سے اسے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ وہ جلد سے جلد جس قدر دور پہنچ جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ لیکن یکایک اسے یاد آیا کہ وہ اس جگہ کیوں آیا تھا اور اس نے محسوس کیا کہ وہ جال میں پھنس گیا ہے۔

اب اس کے لئے صرف ایک ہی چارہ کار تھا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر فون کا ریسیور اٹھایا جو میز پر رکھا ہوا تھا۔ نمبر ڈائل کرتے وقت اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے آپریٹر نے کافی دیر بعد اسے جواب دیا۔

"پولیس اسٹیشن سے لائن ملا دیجئے۔ جلدی۔" اس شخص نے کہا۔

اس کے پیر کانپ رہے تھے جبکہ وہ میز کے پاس کھڑا تھا اور کرسی پر بیٹھی ہوئی شے اس کے عقب پر تھی۔ اسے ابھی تک اس کا احساس کبھی نہیں ہوا تھا کہ خوفناک قسم کا سناٹا کسے کہتے ہیں۔ جب اس کے فون کا جواب ملا تو وہ محسوس کر رہا تھا کہ ایک زمانہ گذر چکا ہے۔

"ہلو۔"

"کیا آپ پولیس اسٹیشن سے بول رہے ہیں؟"

"ہاں، میں انسپکٹر لطیف ہوں۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔"

میز کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے آپ فوراً یہاں آجائیے۔ میں ایک موٹر مرمت کے کارخانے سے بول رہا ہوں۔"

یہ عام شاہراہ کے آخر میں ہے۔ میں صرف اتنا ہی اس جگہ کے بارے میں بتا سکتا ہوں کہ یہاں ایک شخص مردہ پڑا ہے۔ اسے کسی نے قتل کر دیا ہے۔

اس شخص نے دوسری طرف سے ہونے والی حیرت کی آواز سنی پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اب صرف انتظار کرنے کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی کام نہیں تھا۔ وہ بہت آہستگی سے چلتا ہوا اس جگہ سے باہر نکلا اور وہاں سے کچھ فاصلے پر پہونچ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اسے ایک موٹر سائیکل تیزی سے اپنی سمت آتی ہوئی دکھائی دی۔

"آپ ہی نے مجھے فون کیا تھا" انسپکٹر نے اس کے پاس پہونچ کر سائیکل روکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ —— وہاں ہے۔ میں بھی آپ ہی کے ساتھ چلتا ہوں۔

انسپکٹر لطیف کے منہ سے اس وقت ایک ہلکی سی آواز نکل گئی جب اس نے کرسی پر پڑے ہوئے مردہ شخص کو دیکھا۔ اس جگہ ایک بھاری لوہے کا رینچ پڑا ہوا اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ جرم کس طرح عمل میں آیا تھا۔

"ارے، یہ تو جمال ہے" انسپکٹر نے حیرت سے کہا "آپ اس بارے میں کیا جانتے ہیں۔

"کچھ نہیں۔ میں یہاں آج سے پہلے کبھی آیا ہی نہیں۔

"آپ کون ہیں۔

"میرا نام قادر ہے۔ راستے میں آپ نے ایک کار کھڑی دیکھی ہے۔ وہ میری ہی ہے اس کا پٹرول ختم ہو گیا ہے اور اسی لئے اس جگہ آیا تھا کیونکہ یہاں کی کھڑکی میں روشنی نظر آ رہی تھی۔

"کیا آپ نے یہاں کی کسی شے کو ہاتھ لگایا ہے" انسپکٹر نے آفس میں چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں —— ٹیلیفون کے علاوہ میں نے کسی شے کو ہاتھ نہیں لگایا۔

"کیا اس وقت آپ نے کسی کو یہاں سے جاتے دیکھا تھا جب آپ یہاں آئے تھے۔

"اس جگہ میں نے آپ کے علاوہ ابھی تک کسی جاندار شے کو نہیں دیکھا ہے۔

انسپکٹر لطیف لاش کی طرف متوجہ ہو کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"یہ واقعہ کچھ ہی دیر پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ لاش کی حالت یہی ظاہر کرتی ہے ــــ شاید ایک گھنٹے پیشتر کی۔"

"یہ سن کر مجھے خوشی ہوئی" اس شخص نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب" انسپکٹر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میں ادھر اتفاق سے ہی آ گیا ہوں۔ میرا ان حالات میں پایا جانا میرے لئے بہتر ثابت نہ ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں یہاں سے کئی میل دور اپنے ایک دوست کے یہاں ساڑھے بارہ بجے تک موجود رہا تھا۔

"لیکن اس قتل کا الزام آپ پر کوئی نہیں لگا رہا ہے" انسپکٹر لطیف نے کہا اور پھر اپنی جیب سے اپنی نوٹ بک نکال لی" مجھے آپ کا پتہ ضرور چاہیئے۔

انسپکٹر لطیف نے پتہ درج کرنے کے بعد ڈاکٹر کو فون کیا۔ پھر اس نے خون آلود رینچ کو ہوشیاری سے اٹھا کر میز پر رکھ دیا۔

قادر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی انگلیوں میں ایک بغیر جلی ہوئی سگریٹ دبی تھی اور اس کا تمام جسم کانپتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ اسوقت سگریٹ پینے کی اشد ضرورت محسوس کر رہا تھا لیکن ان حالات کے زیر اثر اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ سگریٹ جلالے اس کی نظریں بار بار کرسی پر پڑی لاش کی سمت اٹھ جاتی تھیں۔

"میں نے کبھی کسی مقتول شخص کو نہیں دیکھا" وہ عجیب لہجے میں بولا" یہ ...... یہ بالکل مختلف ہے"

انسپکٹر لطیف نے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کا مطلب لفظ مختلف سے کیا ہے"

"میں نے کئی مردہ اشخاص دیکھے ہیں۔ کوئی بیماری سے مرا اور کوئی کسی حادثے سے ــــ

لیکن اس طرح کی بات کچھ دوسرا ہی اثر رکھتی ہے۔" انسپکٹر کی آنکھیں قادر کی نظروں کے ساتھ میز پر رکھے روپیوں اور ریزگاریوں پر جا کر جم گئیں۔" ایک منٹ پہلے وہ زندہ رہا ہوگا۔ میری اور آپ کی طرح۔ دوسرے لمحے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ کیس ڈکیتی کا بھی نہیں معلوم ہوتا۔

انسپکٹر کا ہاتھ جمال کے کوٹ کے اندرونی جیب میں پہونچ گیا۔ وہاں اسے ایک پرس ملا۔ اس میں اسے سات دس روپے والے اور ایک پانچ کے نوٹ کے علاوہ کچھ ریزگاریاں بھی تھیں۔ اس نے ان کا شمار ختم کیا ہی تھا کہ ناٹے قد کا ایک۔ ادھیڑ عمر شخص ــ جس نے سونے کے فریم کا چشمہ لگا رکھا تھا اس جگہ داخل ہوا۔

"ہلو ڈاکٹر" لطیف نے آگے بڑھتے ہوئے کہا" یہ معاملہ عجیب ہے"

"لیکن یہ ہوا کیسے" ڈاکٹر صادق نے پوچھا۔

"یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے"

ڈاکٹر نے سب سے پہلے زخم کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر اس نے انگلیوں کو دیکھنا شروع کیا۔

"موت کس وقت واقع ہوئی ہوگی" لطیف نے پوچھا۔

"یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے" ڈاکٹر نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔

" ویسے میرا خیال ہے کہ قتل بارہ بجے سے پیشتر ہوا تھا۔ معاملہ کچھ عجیب سا ہو رہا ہے۔ بشیر کے بعد آج گلکدہ میں جو کچھ ہوا اور پھر اس وقت یہ ــــ"

انسپکٹر نے اپنی ٹوپی پیچھے کھسکائی۔

"میں نے آج ایک اہم بات انسپکٹر شاہد کو بتائی تھی لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔ بہر حال اب اس معاملے کو لیکر میں اپنا کام شروع کر دوں گا"

"میرا خیال ہے اب میرے یہاں ٹھہرنے سے کوئی فائدہ نہیں" ڈاکٹر نے کہا" کیا تم نے

مرحوم کے باپ کو اطلاع کر دی ہے"

"نہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے معائنہ کرنے سے پہلے یہاں کوئی اور آجائے۔

"کیا میں واپس جاتے ہوئے انھیں اطلاع کر دوں۔

"معاف کرنا ڈاکٹر، یہ فرض میں خود انجام دینا چاہتا ہوں۔ لطیف نے عجیب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد انسپکٹر کچھ دیر تک مشتبہ نظروں سے فون کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"کیا آپ گلکدہ سے بول رہے ہیں" کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد بولا۔

"ہاں" جواب میں اسے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

"میں کس سے گفتگو کر رہا ہوں" لطیف نے پوچھا۔

"میرا نام کلیم ہے۔ آپ کون ہیں"

"میں انسپکٹر لطیف بول رہا ہوں۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہاں حالات ٹھیک ہیں۔

"قطعی پر سکون" کلیم نے جواب دیا۔

انسپکٹر نے گلا صاف کیا۔

"میں نے سوچا کہ آپ کو آگاہ کر دوں کہ آپ لوگ ذرا ہوشیاری سے رہیں" اس نے کہا۔ اس علاقے میں ایک جگہ ایک واقعہ ہو گیا ہے۔ میں ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دینے جا رہا ہوں آپ کسی بھی شخص کو کسی بھی حالت میں مکان میں داخل نہ ہونے دیں۔ ورنہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا اس بارے میں میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

پندرھواں باب

فیصلہ

یہ ایک گھنٹے بعد کی بات ہے جب انسپکٹر شاہد جمال کے کارخانے میں کھڑا وہاں کی چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ چونکہ گلکدہ سے تعلق رکھنے والے واقعات کی تفتیش اسی کے ذمے تھی اور اس واقعے کو بھی اسی سے منسلک سمجھا گیا تھا اس لئے پولیس ہیڈکوارٹر سے اسے اس ہوٹل میں فون کر دیا گیا تھا جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا اور وہ فوراً ہی تیار ہو کر اس جگہ پہونچ گیا تھا۔

سب سے پہلے اس نے انسپکٹر لطیف سے تمام واقعات سنے پھر اس نے مرحوم کے باپ کی طرف اپنی توجہ پھیری۔

ادریس آفس کی ایک کرسی پر کسی مجسمے کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت سے اسو قت بیس سال سے زیادہ کی عمر کا معلوم ہو رہا تھا جب انسپکٹر شاہد کچھ گھنٹے بیشتر اس سے ملا تھا۔ وہ ملاقات شاہد کو اس وقت پھر یاد آگئی۔ اس بوڑھے شخص نے اپنے بیٹوں کے بارے میں بھی اس سے بات کی تھی اور شاہد انجانے میں ہی اس نے یہ بات ظاہر کی تھی کہ وہ جمال کو زیادہ پسند کرتا ہے ــــ جواب مردہ حالت میں کرسی پر پڑا ہوا تھا۔ اس کیحالت کو دیکھتے ہوئے بھی انسپکٹر اپنے فرض کی ادائیگی سے غافل نہیں رہا۔

"آپ نے اپنے بیٹے کو آخری بار کب زندہ دیکھا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"دس بجے" اسے اس طرح کی دھیمی آواز میں جواب ملا جیسے کوئی خواب میں بول رہا ہو۔ "وہ میرے ساتھ کھانا کھانے کے بعد ایک گھنٹے تک رہا تھا۔ پھر اس نے کہا تھا کہ

اسے کچھ حساب کرنا ہے، اس لئے وہ کارخانے جا رہا ہے۔"

"کیا آپ نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کی تھی۔

"نہیں۔ وہ اکثر رات کو کام کرنے کا عادی تھا۔ وہ اسی جگہ اپنے کاروبار کو اور ترقی دینا چاہتا تھا۔

شاہد نے اپنا دوسرا سوال بہت ہوشیاری سے پوچھا۔

"کھانے کے بعد آپ اور آپ کے بیٹے جمال کے ساتھ اور کون تھا؟"

"کوئی نہیں۔ مکان میں صرف ملازم تھے۔"

"ہوں، تو آپ کے دوسرے بیٹے ہماری کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔" انسپکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کمال بمبئی گیا ہوا ہے۔" شاہد کو فوراً ہی جواب ملا۔ "اسے تو ابھی اس واقعے کی اطلاع بھی نہ ہوئی ہوگی۔ اسے تو آپ اس سے علیحدہ ہی رکھئے۔" آخری جملہ اس لہجے میں کہا گیا جیسے کہیں دور پر ہونے والی گرج کی آواز آئے۔

"آپ کے بیٹے کی جیب میں پچھتر روپے چودہ آنے پائے گئے ہیں۔ کیا اس کے پاس اور بھی کوئی قیمتی شے تھی۔

اس کے پاس اتنی ہی رقم تھی۔ اس نے کھانا کھانے کے بعد اسے شمار کیا تھا اور صبح وہ کارخانے کی عمارت کا کرایہ ادا کرنے والا تھا۔ یہ بات اس نے مجھ سے کہی تھی۔"

"ہاں۔ لیکن کیا روپے کے علاوہ بھی اس کے پاس کوئی قیمتی شے تھی۔

"مثال کے طور پر کیا؟ ادریس نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں پوشیدہ غصہ شاہد سے چھپا نہ رہ سکا۔

"ادریس صاحب، میں ایک مشکل معمے کو حل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور وہ معمہ ہے کہ کس نے جمال کو ریچھ کے ذریعے قتل کیا! میرا خیال ہے آپ یہ تو ضرور ہی

سمجھ گئے ہوں گے کہ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ میں نے ابھی اس جگہ کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کی ہے۔ لیکن ظاہر میں یہی دکھائی دے رہا ہے کہ قاتل اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑ گیا ہے۔ اب جبکہ سراغ ملنے کی امید نہیں ہے تو ایک دوسرا راستہ قاتل تک پہنچنے کا ہے اور وہ یہ کہ قتل کا مقصد معلوم کیا جائے۔ اب آپ سوچ کر جواب دیجئے کہ کیا جمال کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جسے قاتل حاصل کرنا چاہتا رہا ہو۔"

بوڑھے شخص نے اپنے ہاتھ کو ہلایا۔

"نہیں۔ اس کے پاس کوئی ایسی شے نہیں تھی جسے حاصل کرنے کی کوئی شخص کوشش کرتا۔" شاہد نے اس کے خاموش ہوتے ہی فوراً دوسرا سوال پوچھا۔

"کیا اس بارے میں آپ کو کچھ شبہ ہے کہ آپ کے بیٹے کو کیوں قتل کیا گیا۔"

بوڑھے شخص کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے۔ اتنے وقت میں وہ پہلی بار غصے میں آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اسے کس وجہ سے قتل کیا گیا ہے تو شاید اس کا بھی اندازہ لگا لیتا کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔" وہ بیتابی سے ٹہلتے ہوئے بولا۔ "اور اگر کبھی ایسا ہوا تو پھر اس کے لئے کسی پھانسی دینے والے شخص کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں ضروری کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیدوں گا۔"

"اگر ڈکیتی قتل کا مقصد نہیں تھا تو پھر یہ انتقام کا معاملہ ہو سکتا ہے۔" شاہد نے کہا۔ "کیا آپ کے بیٹے نے کبھی آپ کو یہ بتایا تھا کہ اسے کسی قسم کا خطرہ ہے۔"

"نہیں۔ اس نے مجھ سے اس بارے میں کبھی کچھ نہیں کہا۔"

"کھانے کے بعد کیا آپ نے اس میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں دیکھی تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسے کسی قسم کی پریشانی ہے۔"

"نہیں۔"

میں آپ کے دوسرے بیٹے سے جلد سے جلد ملنا چاہتا ہوں" شاہد نے کہا "ممکن ہے جمال نے اپنے بھائی سے ہی کوئی ایسی بات کی ہو جس سے اس معاملے پر کچھ روشنی پڑ سکے

بوڑھے شخص کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خوف کے آثار آئے۔ پھر اس کے لب اس طرح جنبش میں آئے جیسے وہ کچھ بولنے جا رہا ہے لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

"کیا آپ مجھے کمال کا پتہ بتا سکتے ہیں" شاہد نے کہا۔

"وہ دوپہر کو یہاں سے گیا تھا اور اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں ٹھہرے گا" ادریس نے جواب دیا "میرا خیال ہے کسی ہوٹل میں ٹھہرے گا لیکن جمال کے بارے میں اطلاع پاتے ہی وہ فوراً یہاں واپس آ جائے گا۔

ایک بار پھر اپنے مردہ بیٹے پر نظر ڈالنے کے بعد ادریس کمرے سے باہر نکل گیا اور شاہد اس جگہ کا معائنہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ بشیر احمد کا واقعہ بھی جمال کے معاملے سے تعلق رکھتا ہے یا گلکدہ میں ہونے والی چوری میں جمال کا بھی کچھ حصہ تھا لیکن چونکہ اس وقت نجمہ جن حالات میں پھنسی ہوئی تھی اس کو دیکھتے۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ جمال بھی نجمہ سے اچھی طرح واقف تھا اس کے ذہن میں بھی یہ بات آ جاتی تھی کہ کیا ممکنات میں ہو سکتا ہے کہ جمال کا اس معاملے سے کچھ تعلق رہا ہو۔

ایک گھنٹے کی لاحاصل جستجو کے بعد اس نے انگلیوں کے نشان لینے والوں کو کام کرنے کی اجازت دیدی جو اسی وقت ہیڈ کوارٹر سے آئے تھے۔

پھر انسپکٹر لطیف سے کچھ باتیں کرنے کے بعد وہ باہر نکلا اور اپنی کار پر سوار ہو کر گلکدہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

ملازم نصیر نے بہت ہی ہوشیاری سے ایک انچ کے قریب دروازہ کھولا لیکن یہ دیکھتے ہی کہ آنے والا کون ہے اس نے دروازہ کھول دیا۔ اسی کے پیچھے کلیم بھی کھڑا ہوا تھا۔

"خدا کا شکر ہے یہاں کے حالات پرسکون ہیں۔" کلیم نے کہا۔

شاہد ان کے ساتھ ہال میں پہونچا۔

"آپ کو یہ اطلاع تو مل ہی گئی ہوگی کہ جمال کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔"

"انسپکٹر لطیف نے مجھے اطلاع دی تھی۔" کلیم نے کہا۔

"ہمیں ابھی کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جس سے یہ ظاہر ہو سکتا کہ قتل کس وقت کیا گیا تھا لیکن ڈاکٹر کا خیال ہے کہ یہ کام ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان ہوا تھا۔ یہاں کے دروازے کس وقت بند کئے گئے تھے۔"

"دس بجے۔" کلیم نے جواب دیا۔

"اور بستر پر لوگ کس وقت گئے تھے۔"

"تھوڑی دیر بعد۔ مسٹر منظر اور ذاکر سب سے پہلے لیٹے تھے کیونکہ گذشتہ رات وہ دونوں بیدار رہے تھے۔ سب سے آخر میں نجمہ گئی تھی ۔۔۔ گیارہ بجے سے کچھ پیشتر۔"

"کیا آپ کو گیارہ بجے کے بعد مکان میں کسی کے چلنے کی آہٹ ملی تھی۔"

"مجھے تو کوئی آواز نہیں سنائی دی۔" کلیم نے جواب دیا۔ "میں لائبریری میں دروازہ کھول کر بیٹھا تھا اگر کوئی شخص اوپر کی منزل سے نیچے آیا ہوتا تو میں نے اسے ضرور ہی دیکھا ہوتا نصیر دوبار مجھ سے باتیں کرنے کے لئے لائبریری میں آیا تھا اور باقی وقت وہ باورچی خانے میں بیٹھا رہا تھا۔ اس لئے اگر کوئی پچھلے دروازے کو استعمال میں لایا ہوتا تو وہ اس کی نظروں سے نہیں بچ سکتا تھا۔

"میں نے اس وقت کھڑکی کھولی تھی جب انسپکٹر لطیف آئے تھے۔" ملازم نصیر نے کہا۔ لیکن اس وقت بارہ بج چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے پھر کھڑکی اچھی طرح بند کر دی تھی اور چوروں سے ہوشیار کرنے والی گھنٹی کا تار بھی ٹھیک کر دیا تھا۔

چند منٹ بعد جب انسپکٹر شاہد گلکدہ سے واپس ہو رہا تھا تو وہ سوچ رہا تھا کہ کسی کیلئے

بھی یہ ایک آسان کام تھا کہ وہ پہلی منزل کی کھڑکی میں لگے ہوئے چوروں سے ہوشیار کرنے والی گھنٹی کے تار کو علیحدہ کر کے اسے کھول لے اور پھر اسی کھڑکی کے ذریعہ بغیر کسی کی اطلاع کے باہر پہنچ جائے۔ یہ سچ تھا کہ نجمہ کی کھڑکی کے علاوہ اور کسی کھڑکی کے پاس گھنٹی نہیں لگی ہوئی تھی لیکن کوئی شخص پائپ یا رسی کو آسانی سے استعمال میں لا سکتا تھا۔ اس نے طے کیا کہ وہ دن کی روشنی میں بہت ہی ہوشیاری کے ساتھ باہری دیوار کا معائنہ کرے گا۔ ممکن ہے اسے کسی جگہ کھرونچ وغیرہ کے نشان نظر آجائے۔

سولہواں باب

کچھ نئی باتیں

انسپکٹر لطیف ایک نوجوان کو اپنے ساتھ لیکر جبال کے کارخانے میں داخل ہوا۔ وہ نوجوان کچھ گھبرایا ہوا سا تھا شائد اس کی سمجھ میں ابھی تک یہ نہیں آیا تھا کہ اسے کس گناہ کی پاداش میں اس قدر رات کو بیدار کر کے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ انسپکٹر لطیف نے اسے کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔

اس نوجوان نے اس لانبے قد کے شخص کو الجھن بھری نظروں سے دیکھا جو اس وقت اس کارخانے کے آفس کی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس جگہ کے پورے اختیار اسکے ہاتھوں میں معلوم ہو رہے تھے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" شاہد نے پوچھا جو اس سے پیشتر وہاں پر کام کرنے والے تین اور آدمیوں سے ملاقات کر چکا تھا۔

"شفیق احمد۔" اسے جواب ملا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ادھر کچھ دنوں سے جبال کو آفس کے کاموں میں مدد دے رہے تھے۔"

اس نوجوان کا خوف دور ہونے لگا کیونکہ شاہد کا لہجہ دوستانہ تھا۔

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک۔" شاہد نے اس کی طرف دیکھ کر یہ اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ اسے شفیق سے کچھ معلوم کرنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئیے۔ یہ تو صاف ہی ظاہر تھا کہ ابھی اس نوجوان کو اس بارے میں کچھ بھی اطلاع نہیں تھی کہ جبال کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔

شاہد کو یہی بہتر نظر آیا کہ اسے اس بارے میں کچھ بھی نہ بتایا جائے۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے"

"کیا اسی لئے مجھے یہاں لایا گیا ہے"

"ہاں" شاہد نے کہا۔

"میں آپ کی کس طرح مدد کر سکتا ہوں"

"صرف میرے کچھ سوالوں کا جواب دے کر اب......"

شفیق پھر ہوشیار ہو گیا۔

"جمال صاحب کہاں ہیں"

"وہ یہاں نہیں آسکتے۔

"ذرا ٹھہریئے" شفیق نے سوچنا شروع کیا کہ اسے انسپکٹر لطیف کس طرح اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا اور اس کا سلوک بھی کچھ عجیب طرح کا رہا تھا کیا آپ کا تعلق بھی پولیس سے ہے"

"ہاں"

"جاسوس" شفیق نے اس کے جسم پر وردی نہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں"

پہلے تو شفیق کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ اور زیادہ ہوشیار ہو گیا۔

"آپ جمال صاحب پر کسی طرح کا الزام لگانے کی کوشش کر رہے ہیں" مشتبہ لہجے میں اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ کیوں"

"اس لئے کہ اگر آپ کا ارادہ یہی ہے تو مجھے کچھ بھی معلوم نہیں"

"تم جمال کو پسند کرتے تھے"

نوجوان کے چہرے پر آنے والے اثرات سب ہی پڑھ سکتے تھے۔

"ان کا سلوک میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم سے مجھے کافی مدد مل سکتی ہے۔" شاہد نے کہا، میں یہاں جمال کے خلاف کوئی بات معلوم کرنے نہیں آیا بلکہ اس کی بھلائی کے لئے آیا ہوں۔"

"اوہ" شفیق نے کچھ مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"کل جب تم یہاں آفس میں جمال کے ساتھ تھے تو کیا تمھیں کوئی غیر معمولی بات نظر آئی تھی۔

"میں سمجھا نہیں کہ غیر معمولی سے آپ کی مراد کیا ہے۔

"میرا مطلب ہے کئی اشخاص یہاں اپنے کام کے سلسلے میں آئے ہوں گے اور انھوں نے جمال سے گفتگو کی ہوگی۔"

"ہاں، کئی آدمی آئے تھے۔"

"کیا تم ایک شخص الطاف نامی کو جانتے ہو جس کی آواز بہت ہی بھاری ہے اور وہ گولڈن کراؤن نامی ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔

شفیق نے نفی میں اپنا سر ہلایا۔

"کیا کل جمال کے پاس کوئی قیمتی شے موجود تھی۔

"مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔

"کیا جمال کا کسی شخص سے جھگڑا ہوا تھا۔

"وہ کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتے تھے" شفیق نے فوراً جواب دیا پھر کسی خیال کے آتے ہی بولا "صرف ان کے بھائی کمال صاحب کو چھوڑ کر ــــــ"

"کیا کل ان کا آپس میں جھگڑا ہوا تھا۔

"ہاں، کل دوپہر میں ان کے درمیان اونچی آواز میں کچھ باتیں ہوئی تھیں۔"

"کس بات پر ان دونوں میں جھگڑا ہوا تھا۔"

"میرا خیال ہے ہو دوپٹے کے بارے میں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جمال صاحب نے مجھے ایک کام سے باہر بھیج دیا تھا اس لئے میں ان کی باتیں نہیں سن سکا تھا۔ شاہد کی آنکھوں کے سامنے ادریس کا اس وقت کا چہرہ آگیا جب شاہد نے کچھ گھنٹے پیشتر اس سے کمال کے بارے میں پوچھا تھا اور اس کے چہرے پر لمحے بھر کے لئے خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔ شاہد اس وقت اس کی وجہ سمجھ نہیں پایا تھا لیکن اب اسے ادریس کے خوف کی وجہ معلوم ہو چکی تھی۔

"کیا تم نے ان دونوں بھائیوں کو پہلے بھی جھگڑا کرتے ہوئے دیکھا ہے"

"ہاں۔ ایک یا دو بار۔ کمال صاحب اس جگہ زیادہ نہیں آتے لیکن جب بھی آتے ہیں جھگڑا ضرور ہوتا ہے۔ لیکن —" شفیق نے وفاداری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں جمال صاحب کی کوئی غلطی نہیں ہوتی۔"

"کیا تمہیں کل ہونے والے جھگڑے کی کوئی بھی ایسی بات یاد ہے جو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی۔"

"نہیں میں نے بتایا نا کہ مجھے ایک کام دے کر باہر بھیج دیا گیا تھا۔ میں اس وقت آیا تھا جب کمال صاحب واپس جانے کو تیار تھے۔

شاہد نے ایک بڑے رینچ کی طرف اشارہ کیا جو میز پر رکھا ہوا تھا۔

"کیا یہ کل یہیں آفس میں تھا۔

"ہاں مستری اسے یہاں لایا تھا کہ یہ خراب ہو گیا ہے اس لئے دوسرا منگا دیا جائے۔

"جب تم نے اسے آخری بار دیکھا تھا تو یہ کس جگہ رکھا ہوا تھا۔"

"میز کے کونے پر۔" نوجوان نے بغیر کسی جھجھک کے جواب دیا۔

"کس جگہ۔" شاہد نے پوچھا۔ ہاتھ رکھ کر بتاؤ۔"

شفیق نے ایک جگہ ہاتھ رکھ کر بتایا۔

"اچھی بات ہے۔ اب مجھے تم سے کچھ اور نہیں پوچھنا ہے۔"

اب دن کی روشنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی اس لئے شاہد پھر گلکدہ پہنچ گیا اور وہاں اس نے بہت ہی ہوشیاری سے باہر کی دیواروں کا معائنہ کیا کہ شائد کسی جگہ اسے کسی طرح کا نشان نظر آجائے۔ اس کے کام میں اس کا دوست رپورٹر ذاکر بھی مدد دے رہا تھا۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا شاہد کہ آخر یہاں رہنے والوں میں سے کوئی کیوں مجرم ہو سکتا ہے" رپورٹر نے پوچھا۔

"میں ابھی تک مطمئن نہیں ہوا ہوں" شاہد نے کہا۔

"اچھی بات ہے" ذاکر نے کہا "میرا خیال ہے ہم ان عورتوں کو تو چھوڑ ہی سکتے ہیں جو گذشتہ رات اس مکان میں رہی تھیں۔

"ایک رینچ کے ذریعہ قتل کرنا کسی عورت کا کام نظر نہیں آتا لیکن جب ایک عورت پاگل ہو جاتی ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں"

"پھر بھی" ذاکر نے کہا "گلکدہ میں رہنے والی عورتوں کو ہم اپنی تفتیش کی فہرست سے گھٹا سکتے ہیں۔ اب ایک ایک کو لے کر سوچا جائے۔

"نجمہ" وہ کہتا گیا "وہ شخصیت ہے جسے دھمکی دی گئی تھی اور جو اتفاق سے ہی ڈی لکس ہوٹل میں محفوظ رہ سکی تھی اس لئے اسے تو ہم علیحدہ کر ہی سکتے ہیں۔

"فریدہ — اگر وہ قاتل ہے اور خاص طور سے رینچ کو کام میں لانے والی تو پھر میں یہی سمجھوں گا کہ مجھ میں لوگوں کے چہرے دیکھ کر انھیں سمجھنے کی صلاحیت ابھی تک پیدا نہیں ہوئی ہے۔ یہی ہم مسز رحمان کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں۔

"کلیم کی بیوی زرینہ نے گذشتہ رات خواب آور دوا استعمال کی تھی کیونکہ اسے ہمیشہ ہی اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس نے دوا میرے سامنے ہی کھائی تھی اور ابھی تک بیدار بھی نہیں ہوئی ہے۔

"اس سے تو کوئی نتیجہ اخذ کر لینا مشکل ہے" شاہد نے کہا "تمہیں یہ نہیں معلوم زرینہ

کس وقت سونے کے لئے گئی تھی۔

"اس کا کمرہ میرے کمرے کے پہلو میں ہے اور میں نے ساڑھے گیارہ بجے اس کے خراٹے کی آواز سنی تھی کیونکہ اس کا شوہر شب بیداری کر کے مکان کی نگرانی کرنے والا تھا۔ یہ تو مہمان عورتوں کے بارے میں ہو گیا۔

"گلشن باورچن اپنے بھاری جسم کو لے کر بغیر کسی سہارے کے نہ تو کھڑکی سے نیچے اتر سکتی ہے اور نہ ہی اوپر چڑھ سکتی ہے۔" ذاکر کہتا گیا۔ "اس کے علاوہ وہ اور نجمہ کی ملازمہ خاص نسیمہ پر ابھی تک کسی قسم کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکا ہے۔

شاہد مسکرایا۔

"یعنی سب ہی شبہ سے بالاتر ہیں اگر واقعی زرینہ یہ ظاہر نہیں کر رہی تھی کہ وہ سو گئی ہے۔

"تم لوگوں کو تو کسی پر اعتبار نہیں ہوتا۔" ذاکر نے کہا۔ "بہرحال مجھے یقین ہے کہ اس جگہ کی کوئی بھی عورت رات کو جمال کے کار خانے، رنج سے قتل کرنے کی نیت سے نہیں گئی تھی۔

"اچھی بات ہے۔" "اب مردوں کو لو۔" شاہد نے کہا۔ "مثال کے طور پر تم ۔۔۔ لیکن نہیں، تمہارے بارے میں تو ایک سکنڈ غور کرنے کے بعد ہی کوئی اس فیصلے پر پہونچ سکتا ہے کہ تم کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو گے جس سے موت بہت آہستہ آہستہ واقع ہو اور ساتھ میں تکلیف وہ بھی ہو۔ تمہاری طرح کے لوگ بہت ہی خراب ذہنیت کے ہوتے ہیں۔ تمہارے بعد مظہر آتا ہے۔ میں اسے تمہارے کہنے پر چھوڑے دیتا ہوں کہ وہ اچھا آدمی ہے۔ پھر محمود حسن ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ اس وقت اسی ہوٹل ڈی لکس میں ٹھہرا ہوا تھا جہاں بشیر احمد کو قتل کیا گیا تھا۔

"تعجب کیوں۔ جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ بمبئی آنے پر ہمیشہ اسی ہوٹل میں ٹھہرتا ہے۔ کچھ سال پیشتر اسی کے کہنے پر نجمہ نے بھی ۔۔۔ اگر وہ بمبئی جاتی تھی تو ڈی لکس ہوٹل میں ہی ٹھہرا

پسند کرتی تھی۔ میرے خیال میں وہ بہت ہی زندہ دل شخص ہے۔ کل رات اس سے میری گفتگو ہوئی تھی تو اس نے کہا تھا کہ اگر قاتل کو گرفتار کرنے کے لئے اشتہار دیا جائے تو وہ تمام رقم اپنی جیب سے ادا کرے گا۔

"اس سے ہمیں مدد مل سکتی ہے۔ ہم اس بارے میں اس سے پھر گفتگو کریں گے۔ اب کلیم ہمارے سامنے آتا ہے۔

"وہ کسی شخص کے جبڑے پر گھونسہ تو آسانی سے جما سکتا ہے لیکن اس کے آگے کچھ اور کرنے کی اس میں ہمت نہیں ہے۔" ڈاکر نے کہا۔ "اس کے علاوہ ملازم دو تین بار رات کو لائبریری میں گیا تھا جہاں کلیم بیٹھا ہوا تھا۔ اگر وہ غائب ہوتا تو ضرور ملازم ہمیں بتاتا۔ اس طرح وہ بھی شبہ سے بالاتر ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ملازم نصیر بھی۔"

"یہ سب صحیح ہے ڈاکر لیکن تم بھی اس کو اچھی طرح سمجھتے ہو گے کہ آدمی کرنے پر آئے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔" شاہد نے کہا۔ "مثال کے طور پر کلیم ہی کو لے لو۔ وہ بہت آسانی سے نصف گھنٹے کے اندر جمال کے کارخانے تک جا کر واپس آسکتا تھا۔ ممکن ہے اس درمیان ملازم لائبریری میں پہنچا ہی نہ ہو اور جب پہنچا ہو تو وہ ایک معصوم کی طرح وہاں اسے بیٹھا ہوا نظر آیا ہو۔"

"لیکن کلیم یا محمود حسن کیوں جمال کو قتل کریں گے۔ دونوں ہی دولتمند شخص ہیں۔ وہ اپنی دولت کے ذریعے ہر شے حاصل کر سکتے ہیں۔

"ابھی تک مجھے اس کا جواب نہیں مل سکا ہے ڈاکر لیکن میں تفتیش کر رہا ہوں۔" شاہد مسکرایا۔ "زندگی حیرتوں سے بھری ہوئی ہے۔ دوسرے ملازم وحید کو تو ہم بہت آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں اب صرف رحمان باقی رہ جاتا ہے۔"

"مسٹر و مسز رحمان ایک ہی کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔" ڈاکر نے بتایا۔ "مسز رحمان کا کہنا ہے کہ وہ دو بجے رات تک پوری طرح بیدار رہی تھی۔ اگر اس کا شوہر قاتل ہے تو

اسے بھی اس کی مددگار سمجھا جائے گا اور اس بات پر میں کسی طرح یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ نہیں شاہد مجھیں ان دونوں پر شبہ نہیں کرنا چاہیئے۔

شاہد نے پرخیال انداز میں تمباکو کا پاؤچ نکالا۔

"ہم دونوں کے درمیان کبھی کسی بات پر اتفاق نہیں ہوا اکرتا" شاہد نے کہا "لیکن اس معاملے میں تمہارے کہنے کے مطابق مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جمال کا قاتل جس نے شائد بشیر احمد کو بھی قتل کیا تھا ـــــ اس جگہ کے رہنے والوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں محسوس کر رہا ہوں یہ نہیں کہتا کہ مجھے یقین ہے۔ ہاں ایک بات پر مجھے ضرور یقین ہے کہ جمال کو اس کا احساس نہیں تھا کہ وہ خطرے میں ہے۔

"تمہارا مطلب ہے قاتل اس کی لاعلمی میں چھپ کر اس تک پہونچا تھا۔

"نہیں۔ ایسا نہ ہوا ہوگا۔ اس نے دروازہ کھلنے کی آواز ضرور ہی سن لی ہوگی کیونکہ وہ وقت آدھی رات کے قریب کا تھا جب سناٹے میں دور پر ہونے والی ہلکی آواز بھی سنی جاسکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ قاتل اور شکار دونوں کچھ دیر تک آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد قاتل نے وار کیا ہوگا اور اس وقت جمال یقینی طور پر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا کمرے میں دوسری کرسی بھی تھی"؟

"نہیں۔ اسی لئے قاتل کھڑا یا پھر میز کے کنارے پر بیٹھا رہا ہوگا۔ میں نے اس وجہ سے یہ کہا ہے جمال بیٹھا رہا ہوگا کیونکہ اس کا قد پانچ فٹ دس انچ کا ہے۔ اس لئے سر پر وار کرنے کے لئے قاتل کے لئے یہ ضروری تھا کہ جمال بیٹھا رہا ہو۔ اسی صورت میں وہ اس کے سر پر رینچ کے ذریعے وار کر سکتا تھا۔ پھر اس کے علاوہ فرش پر صرف ایک ہی جگہ خون پڑا ہوا پایا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کرسی ہی پر بیٹھا تھا اور اسے اٹھنے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔ وہ ایک تندرست جوان تھا۔ اگر اسے ذرا بھی شبہ ہوجاتا کہ

اس کے ساتھ کسی طرح کا فریب ہونے والا ہے تو وہ آسانی سے اچھل کر کھڑا ہو سکتا تھا اور وار کرنے والے ہاتھ یا پھر ونچ کو پکڑ سکتا تھا۔ اگر یہ بھی نہ کر سکتا تو کم سے کم قاتل سے لپٹ تو سکتا ہی تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ قاتل کو کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو گا۔

"ہاں" شاہد نے جواب دیا" چلو اب اندر چلیں۔ میں تمھارے دوست منظر سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

سترھواں باب

انوکھی خاموشی

ان تینوں کے پیچھے جیسے ہی لائبریری کا دروازہ بند ہوا ذاکر نے محسوس کیا کہ شاہد نے اپنا حقیقی ـــــ ایک پولیس آفیسر کا روپ اختیار کر لیا ہے جو بہت ہی سرد مزاج و سخت دل ہوتے ہیں۔

چند سکنڈ تک اس کی تیز نگاہیں اس طرح مظہر کے چہرے پر جمی رہیں جیسے وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا ہے۔ شاہد ایک بار ہی جس شخص کو دیکھ کر جو رائے قائم کر لیتا تھا وہ بہت کم ہی غلط ثابت ہوتی تھی لیکن اس معاملے میں وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ مظہر کے کیرکٹر کا جو اندازہ اس نے لگایا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک ایسا قدم اٹھانے جا رہا تھا جس سے ایک شخص کی زندگی اور بھی خطرے میں آسکتی تھی اور اگر اسے کچھ بھی ہو جاتا تو اس کی تمام تر ذمے داری شاہد کے کاندھے پر ہی آتی تھی۔

مظہر ایک کرسی پر شاہد کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بغیر جلی ہوئی سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ کوئی خاص قسم کی بات ظہور میں آنے والی ہے۔

"میں ذاکر کو کافی عرصے سے جانتا ہوں" شاہد نے کہا "اور اس کے فیصلے کی قدر کرتا ہوں پھر بھی معاف کیجئے گا اگر میں یہ کہوں کہ آپ جس طرح اس کیس میں شامل ہوئے ہیں اس سے پولیس کی نظروں میں یہ بات آگئی ہے کہ آپ جس قدر بھی دلچسپی لیں وہ کم ہے"

"یقیناً" مظہر نے دیا سلائی جلاتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ ذاکر کے یقین دلانے کے باوجود

میں نے آپ کے بارے میں کچھ تفتیش کی ہے۔"

"قطعی نہیں۔ یہ آپ کا فرض تھا۔

"شکریہ" شاہد نے کہا "ذاکر نے ہمیں جو باتیں بتائی تھیں ان کی تصدیق ہو گئی ہے اور جہاں تک پولیس کا تعلق ہے وہ بھی آپ کی طرف سے مطمئن ہو گئی ہے۔

"پھر؟"

"جمال کے قتل نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ نجمہ ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئی ہے۔

"میرا بھی یہی خیال ہے" مظہر نے کہا۔

"اگر یہ سوال کچھ نجی ہو تو معاف کیجئے گا لیکن مجھے ذاکر سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نجمہ میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔

مظہر نے اس کا جواب فوراً ہی نہیں دیا۔ ایک پولیس آفیسر کے سامنے یہ کہنا بیوقوفی ہی تھی کہ وہ نجمہ سے محبت کرنے لگا ہے اور پھر ایسی حالت میں جبکہ ابھی ان کے درمیان اس قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی جس سے اسے اس بات کا یقین ہو گیا ہوتا کہ نجمہ بھی اس سے محبت کرنے لگی ہے۔"

"میں اس معاملے کو انجام تک پہونچتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں" آخر اس نے کہا۔

اس جواب سے شاہد کسی قدر مطمئن ہو گیا۔ اس نے مظہر سے کچھ ایسے سوال کئے جن کا جواب اُسے بہت سوچ سمجھ کر دینا پڑا۔

"ٹھیک ہے" آخر میں سراغ رساں نے کہا "اب ہمیں نجمہ کو بھی بلا لینا چاہیئے"

کمرے میں داخل ہونے کے بعد نجمہ نے وہاں بیٹھے تینوں اشخاص کو کچھ حیرت سے دیکھا۔ سب سے پہلے مظہر ہی بولا۔

"ہم لوگ آپ کی حفاظت کے بارے میں بہت فکر مند ہیں۔

"ہاں" اس نے کہا اور پولیس آفیسر کو یہ دیکھ کر اطمینان حاصل ہو گیا کہ نجمہ

نے جس کرسی کو بیٹھنے کے لئے انتخاب کیا وہ مظہر کے پہلو میں تھی۔

"ہم سب اڑتالیس گھنٹے پیشتر ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔" مظہر کہتا گیا۔ خاص طور سے مجھے کبھی اس طرح کے واقعے سے دوچار ہونے کا موقع نہیں ملا لیکن دوسروں کی زندگی میں اس طرح کے معاملوں میں الجھنے کے کئی موقعے آئے ہیں اور آتے رہیں گے۔ میرا خیال ہے، اس کا تو احساس آپ کو ہوگا ہی کہ ہم ہر طرح سے آپ کی حفاظت کی کوشش کر رہے ہیں۔

"مجھے آپ تینوں پر یقین ہے۔" نجمہ نے کہا۔

"پھر کیا آپ ہماری ایک بات ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔"

نجمہ جواب دینے سے پیشتر ایک لمحے کے لئے ہچکچائی۔

"اگر آپ لوگ ضروری سمجھتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" شاہد نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں مظہر پر جمی ہوئی تھیں۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اپنے دل میں جگہ رکھتے ہیں۔

"ہم چاہتے ہیں آپ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلی جائیں۔" مظہر نے کہا۔ "پولیس کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ آپ کو ایسا کرنے کے لئے حکم دے سکے کسی بھی شخص کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے مکان پر رہے لیکن اب اس معاملے نے بہت ہی خطرناک صورت اختیار کرنا شروع کر لی ہے۔"

"اور یہ جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔" شاہد نے کہا۔ "اگر ہو سکے تو ایک گھنٹے کے اندر ہی۔"

"اگر آپ لوگوں کی یہی مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔" وہ بولی۔ "لیکن مجھے کتنے دنوں تک دوسری جگہ رہنا ہوگا۔"

"صرف کچھ دنوں تک ــــ جب تک کہ یہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا۔"

نجمہ نے پرخیال انداز میں اپنے سر کو ہلایا۔ اب اس کی نگاہیں دوسرے دو شخصوں پر جمی ہوئی تھیں "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کہاں جاؤں گی۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ محمود صاحب نے مجھ سے اپنے گھر چلنے کے لئے کہا ہے۔ میرے خیال میں یہی بہتر رہے گا۔ آپ کیا کہتے ہیں انسپکٹر صاحب"

"ہم نے اس معاملے پر بھی غور کر لیا ہے" شاہد نے جواب دیا ہے "ہمارا خیال ہے آپ کسی ایسی جگہ ہی محفوظ رہ سکتی ہیں جہاں پر آپ سے کوئی بھی واقف نہ ہو۔ اس کے علاوہ وہاں رہتے ہوئے آپ اپنا نام بھی تبدیل کر لیں تاکہ آپ کے بارے میں کوئی شخص کوشش کرنے کے باوجود کچھ پتہ نہ لگا سکے۔ آپ مسٹر محمود کے ساتھ اور اسی طرح کلیم کے ساتھ محفوظ ہو کر رہ سکتی ہیں لیکن قاتل ان کے ذریعے آپ تک آسانی سے پہونچ سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کسی ایسے شخص کے یہاں نہ ٹھہریں جو آپ سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہو کیونکہ آپ کے غائب ہونے کے بعد قاتل آپ کو آپ کے واقف کاروں کے سہارے ہی تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور اس طرح ممکنات میں سے ہے کہ وہ آپ تک پہونچ ہی جائے۔ اس سلسلے میں میں نے مسٹر مظہر کے سامنے ایک تجویز پیش کی ہے۔

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ آنکھ بند کر کے میری کار پر سوار ہو جائیں" مظہر نے کہا "اور باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دیں۔

"اچھی بات ہے" نجمہ نے جواب دیا "آپ کو میری وجہ سے کافی تکلیف برداشت کرنی پڑ رہی ہے۔ ہم کہاں جائیں گے"

"میں اس جگہ سے باہر نکلنے کے بعد بتا دوں گا"

"میں جلدی تیار ہو جاتی ہوں اور مکان کو بند کر کے نگرانی کرنے کے احکام بھی دیئے دیتی ہوں۔ میرے ملازم یہاں رہیں گے اور وہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔ یا پھر ملازموں کو چھٹی دے دوں گی کہ وہ بھی اپنے رشتے داروں سے مل آئیں۔

"یہ میرے لئے بہتر ثابت ہوگا۔" شاہد نے کہا۔ "میں اس کا انتظام کردوں گا کہ پولیس یہاں کی نگرانی کرتی رہے تاکہ اگر ان تمام جرموں کا مقصد۔ جس سے میں ابھی واقف نہیں ہوں۔ یہیں پوشیدہ ہے تو مجرم یہاں آتے ہوئے ہماری نظر میں آجائے گا۔"

"پھر تو مجھے اپنے جانے کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتانا چاہئے۔" نجمہ نے کہا۔

"آپ اپنے سائے کو بھی ایک لفظ نہیں بتائیں گی۔ آپ یہاں سے سیدھی اپنے کمرے میں جایئے اور ضروری سامان ایک سوٹ کیس میں اس طرح رکھ کر تیار ہوجایئے کہ کسی کو پتہ معلوم ہی نہ ہوسکے کہ آپ کیا کرنے جارہی ہیں۔ اچھا سب لوگوں کے جانے کے بعد یہاں کون شخص رہے گا۔"

"میرا ملازم وحید۔"

"ٹھیک آپ تیار ہوجایئے پھر جو کچھ کہنا ہوگا اس سے کہہ کر فوراً ہی روانہ ہوجائے گا۔"

"مجھے صرف دس منٹ لگیں گے۔" نجمہ نے کہا۔ "مسٹر مظہر میں اپنا سوٹ کیس لے کر سیدھی آپ کی کار کے پاس آؤں گی۔"

نجمہ کے باہر جاتے ہی شاہد دوسروں سے مخاطب ہوا۔

"وہ یہاں سے نکل جائے پھر محفوظ ہوجائے گی۔ مسٹر مظہر آپ بھی اپنا سامان لے کر گیرج پہونچ کر اپنی کار باہر نکال لیں۔ مجھے امید ہے ان چند منٹوں کے درمیان کسی قسم کی گڑبڑی پیدا نہ ہوگی لیکن پھر بھی یہ قاتل کے لئے آخری موقع ہے۔ ذاکر تم باہر باغ میں پہونچ جاؤ اور مکان کے اگلے حصّے پر نظر رکھو۔ میں یہاں رہ کر زینے پر نظر رکھوں گا۔

جس وقت شاہد لائبریری سے نکل کر ہال میں آیا تو اُسے گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ اس کے گھنٹے بجنے کی بھی آواز سنائی دی۔ اس نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ ایک کھڑکی کے ذریعہ اس نے دیکھا کہ باہر ذاکر بہت ہوشیاری سے اپنا فرض انجام دے رہا ہے۔

شاہد نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر دھیرے دھیرے زینہ چڑھنے لگا۔ درمیان ہی میں اسے مظہر اترتا ہوا ملا جو اپنا سوٹ کیس اپنے ہاتھ میں لئے تھا۔ وہ زینہ طے کرنے کے بعد دروازہ سے باہر نکل کر اپنی کار لینے چلا گیا۔

نجمہ کا کمرہ ــــ جسے شاہد نے ایک دن پیشتر دیکھا تھا پہلی منزل پر زینے سے تقریباً چھ گز کے فاصلے پر تھا۔ وہ اوپر پہونچ کر آخری زینے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس وقت اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ کسی طرح نجمہ کو اس مکان سے باہر نکل کر جاتے ہوئے دیکھ لے۔ اسے کھڑکی کے نیچے پھیلی ہوئی بیل کی یاد آگئی۔

اس وقت نصف کا گھنٹہ بجے ہوئے پانچ منٹ گذر رہے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا نجمہ کے کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ گیا اور خاموشی سے سننے لگا کہ اندر نجمہ تیاری کر رہی ہے یا نہیں۔ اس کا خیال تھا کہ نجمہ بہت جلدی میں ہوگی لیکن اسے اس پر بہت ہی حیرت ہوئی کہ اندر سے کوئی آواز نہیں آرہی ہے ــــ کوئی ایسی بھی آواز نہیں جس سے یہ پتہ چل سکتا کہ کوئی اندر چل پھر رہا ہے۔

یکایک اس نے ایک خیال کے آتے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

اس نے دوبارہ دستک دی۔ اس بار اس نے پہلے سے زیادہ زور سے دروازہ پیٹا۔ لیکن پھر بھی موت کی سی خاموشی چھائی رہی۔

اٹھارہواں باب

کلوروفارم

شاہد نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو اسے معلوم ہوا کہ وہ اندر سے بند ہے۔
اس نے بغیر کسی جھجک کے اپنا شانہ دروازے سے ٹکرا دیا۔ تین چار بار کوشش کرنے کے بعد وہ اس قابل ہو سکا کہ کمرے کے اندر پہونچ سکے۔

سب سے پہلے اس کی نظر نجمہ پر گئی جو فرش پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک رومال پڑا ہوا تھا اور کمرے کے اندر ایک میٹھی سی بو پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے رومال کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا اور اسے اٹھا کر ایک ایسے مقام پر لے گیا جہاں تازی ہوا مل سکتی تھی۔ اس کے بعد وہ زینے کے پاس گیا جہاں سے اس نے دیکھا کہ منظر نیچے کھڑا نجمہ کے آنے کا انتظار کر رہا ہے۔

"جلدی۔" شاہد چیخا۔ "ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔"

چند سکنڈ بعد دونوں شخص دوڑتے ہوئے زینہ طے کر رہے تھے۔

"کلوروفارم۔" شاہد نے اپنے سر سے نجمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے دیکھو۔"
وہ تیزی سے زینہ طے کرتا ہوا نیچے اترا اور مکان کے عقبی حصے میں پہونچ گیا جہاں مالی ایک کیاری کو ٹھیک کر رہا تھا۔

"کیا تم نے ابھی اس کھڑکی سے کسی کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا تھا؟" شاہد نے مالی سے پوچھا۔

"اترتے ہوئے۔" مالی نے حیرت سے کہا۔ "کیوں، جی نہیں۔"

"تم یہاں کتنی دیر سے کام کر رہے ہو۔"

مالی سوچنے لگا۔

"شائد بیس منٹ ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں......"

"کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو سات آٹھ منٹ کے اندر یہاں سے کوئی نہیں گزرا"
شاہد نے بے چینی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا اور اپنی قسمت کو کوسنے لگا کہ قاتل کو گرفتار کرنے کا ایک بہترین موقع اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

"جی۔" مالی نے جیسے ہوشیار ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر اس طرف سے کوئی بھی شخص گزرا ہوتا تو میں نے اسے ضرور دیکھا ہوتا کیونکہ میں اندھا نہیں ہوں۔ لیکن میں نے کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا میں قسم کھا سکتا ہوں۔

مالی اس جگہ سے صرف چند ہی گز کے فاصلے پر کام کر رہا تھا جہاں پر نجمہ کی کھڑکی کے نیچے بیل اُگی ہوئی تھی اور اگر کوئی اس بیل کے سہارے نیچے اترا ہوتا تو وہ مالی کی نظروں سے کسی طرح بچ نہ سکتا۔

"معلوم نہیں کیا بات ہے۔" مالی نے چند لمحے بعد شاہد کو تیزی سے اپنے سے دور جاتے ہوئے دیکھ کر اپنے آپ کہا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

عمارت میں داخل ہونے کے بعد شاہد نے دو دو زینے ایک ساتھ طے کئے اور اس وقت نجمہ کے کمرے میں پہونچا جبکہ وہ آنکھیں کھول رہی تھی لیکن ایک ہی نظر میں اسے معلوم ہو گیا کہ ابھی وہ اس قابل نہیں ہو سکی ہے کہ گفتگو کر سکے۔

اگر وہ شخص جس نے نجمہ پر حملہ کیا تھا اور اس کے چہرے پر کلوروفارم سے تر کپڑا رکھ کر کھڑکی کے ذریعہ باہر نہیں گیا تھا۔۔۔ تو پھر اس سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔

شاہد نے کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف اپنی توجہ دی تو اسے معلوم ہوا کہ وہ بھی اندر سے بند ہے۔ اس دروازے کو بھی اس نے بغیر کسی جھجک کے اپنے شانوں کو ٹکرا کر

توڑ ڈالا اور دوسرے کمرے میں پہونچ گیا۔ اس کمرے میں بھی دو دروازے تھے۔ ایک زینے پر کھلتا تھا جو نیچے کی طرف گیا تھا اور دوسرا دروازہ عقبی راہداری میں۔ اس کمرے میں پہونچ کر مجرم آسانی سے نیچے یا پھر دوسرے دروازے سے اسی منزل کے دوسرے حصے تک آسانی سے پہونچ سکتا تھا۔ اور پھر زینے کے ذریعے اوپر دوسری منزل پر بھی جاسکتا تھا۔

شاہد نے نجمہ کے کمرے میں واپس ہو کر کھڑکی کی چوکھٹ کا بغور معائنہ کیا۔ اس سے مالی کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ اس پر ان نشانوں کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں تھے جو شاہد نے گذشتہ دن اس وقت دیکھے تھے جب نجمہ کے زیورات چوری گئے تھے۔

آخر میں وہ نجمہ کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا جس کی حالت اب بہتر نظر آرہی تھی۔

آپ کو میری وجہ سے کافی تکلیفیں برداشت کرنی پڑ رہی ہیں انسپکٹر۔" نجمہ نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ کس کا کام تھا؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ سب باتیں بہت ہی تیزی سے ظہور میں آئیں۔ میں آپ لوگوں سے جدا ہونے کے بعد سیدھی یہاں آئی اور دروازہ کھول کر جیسے ہی اندر داخل ہوئی کسی نے مجھے اپنی باہوں میں جکڑ کر کوئی شے میرے منہ پر رکھ دی۔ شاید وہ کمرے کے اندر دروازے کے پاس کھڑا میرے واپس آنے کا انتظار ہی کر رہا تھا۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ کوئی مرد تھا۔

"میں نے اسے دیکھا نہیں لیکن وہ کافی مضبوط اور طاقتور ہاتھ تھا اس لئے میرا خیال ہے کہ وہ مرد ہی رہا ہوگا۔ میں نے چیخنے کی کوشش کی لیکن ناکامیاب رہی کیونکہ میں نے ایسا محسوس کرنا شروع کیا جیسے میرا سر پھٹنے والا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں بے ہوش ہو گئی تھی۔"

"اب آپ کی حالت قدرے بہتر ہے" شاہد نے اسے اٹھنے میں مدد دیتے ہوئے کہا۔ "میں اب بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ جلد سے جلد یہاں سے چلی جائیں۔"

نیم بیداری کی سی حالت میں نجمہ نے اپنی کچھ ضروری چیزیں ایک سوٹ کیس میں رکھیں۔ پھر اسے مظہر نے اٹھالیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنا پستول بھی نکال کر اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔

"ایک منٹ" شاہد نے اس وقت کہا جب نجمہ دروازے کی طرف بڑھی وہ باہر نکل کر زینے کے پاس پہونچا جہاں نیچے مہمان اور ملازم دروازے توڑے جانے کی آوازیں سن کر جمع ہو گئے تھے اور ذاکر ان سب کو روکے کھڑا تھا۔

ملازم نصیر سب سے آگے پرجوش حالت میں کھڑا تھا۔

"میں کچھ کر سکتا ہوں" اس نے پوچھا۔

"نہیں" شاہد نے جواب دیا "میں چاہتا ہوں کہ سب لوگ ڈرائنگ روم میں جاکر بیٹھیں چند منٹ بعد میں سب ہی سے آکر ملوں گا۔

شاہد پر سوالوں کی بوچھار ہونے لگی۔

"نجمہ کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا ہے" اس نے کہا اور اس سے زیادہ کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس وقت تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا جب تک کہ تمام لوگ وہاں سے چلے نہیں گئے۔ اس کے بعد وہ نجمہ کو لے کر نیچے اترا۔ ان سب کے ساتھ ذاکر بھی مظہر کی کار تک ساتھ گیا۔

"جلدی کرو" مظہر کے کار پر سوار ہوتے ہی شاہد نے کہا۔

کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ کر عمارت کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی۔

"شکر ہے" شاہد ذاکر کی طرف گھومتے ہوئے بولا "لڑکی خوبصورت ہے لیکن اس وقت اسے اپنی نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھ کر خوشی ہوئی ہے۔ مجھے تو ہر زینے پر اس بات کا خوف محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا استقبال کرنے کے لئے کوئی گولی تیار ہو گی۔ اب ہمیں

لائبریری واپس چلنا چاہیئے جہاں ہم چاروں نے بیٹھ کر گفتگو کی تھی بیں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے ملنے کے پیشتر وہاں کچھ تفتیش کرنا چاہتا ہوں۔

لائبریری میں پہونچ کر اس نے دیوار کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ آخر میں وہ ایک الماری کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا جس کے پیچھے دیوار میں ایک دروازہ لگا ہوا تھا۔

"یہ ہے ہماری تفتیش کا جواب" شاہد نے کہا "جیسا کہ میرا خیال تھا وہی ظاہر ہوا یہ دروازہ دوسرے کمرے میں کھلتا ہو گا۔ قاتل کو — جس نے بشیر اور جمال کو قتل کیا ہے۔ صرف یہاں پر کھڑے ہونے کی ضرورت تھی۔ پھر وہ ہماری تمام باتوں کو دوسری طرف سے آسانی سے سن سکتا تھا۔

ذاکر خاموش ہی رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ ان لمحات میں سے ایک ہے جب شاہد کسی دوسرے کے اظہار خیال میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔

"یہ بات صاف ظاہر ہے کہ قاتل آج اور کل بیل کے ذریعے نجمہ کے کمرے سے فرار نہیں ہوا تھا۔ شاہد کہتا گیا "اس نے کھڑکی کی چوکھٹ پر جوتے رگڑ کر نشان بنائے تھے تاکہ ظاہر ہو کہ وہ بیل کے ذریعہ نیچے اتر گیا ہے لیکن حقیقت میں وہ مکان کے اندر ہی رہ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مکان کے کونے کونے سے واقف ہے۔

پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا لائبریری سے باہر نکل گیا اور گھوم کر لائبریری سے متصل کمرے میں پہنچ گیا جس کا دروازہ لائبریری میں رکھی ہوئی الماری کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ہمارا آوارہ دوست — جو چاقو، مرچ اور کلوروفارم کو استعمال میں لایا تھا اس جگہ اس وقت تک کھڑا رہا ہو گا جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ نجمہ فرار کی تیاری کر رہی ہے۔ اس کے بعد وہ یہاں سے ہٹ کر فوراً ہی نجمہ کے کمرے میں پہنچ گیا ہو گا اور دروازے کے پاس چھپ کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا ہو گا۔

"پھر جب وہ کمرے میں داخل ہوئی ہوگی تو اس نے اسے پکڑ کر کلوروفارم سے تر کپڑا اسکی ناک پر رکھ دیا ہوگا اور بعد میں میرے دستک دینے پر اس نے باقی بچا ہوا کلوروفارم اس کے چہرے پر پڑے ہوئے رومال پر ڈال دیا ہوگا۔ اگر وہ کھڑکی کی طرف سے بھاگنے کی کوشش کرتا تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت مالی وہاں کام کر رہا تھا۔ وہ دوسرے دروازے کی طرف بھاگا اور پھر اندر پہنچ کر اس نے دروازہ بند کر لیا ہوگا اور جس وقت میں دروازہ توڑ کر اندر پہنچا تھا وہ مکان کے کسی بھی حصے میں آسانی سے پہنچ گیا ہوگا۔

"اور ڈاکٹر اب تمھارے لئے ایک کام ہے۔ تم کچھ سادے کاغذ حاصل کر لو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر شخص کے بیان کو تحریر کرتے جاؤ تاکہ بعد میں ہماری نظروں سے کوئی بات پوشیدہ نہ رہ سکے۔

ڈرائنگ روم میں نجمہ اور مظہر کے علاوہ وہ سب ہی لوگ موجود تھے جنھوں نے گذشتہ رات گلکدہ میں گذاری تھی۔ یہ کہنا تو بیکار ہی ہے کہ وہ سبھی لوگ بہت ہی بیتابی سے شاہد کا انتظار کر رہے تھے۔

"مجھے یہ کام کرتے ہوئے خوشی محسوس نہیں ہو رہی ہے۔" شاہد نے سرد لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "لیکن موجود سب ہی لوگوں کی صرف ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ نجمہ کی کسی طرح حفاظت کی جائے۔ کسی نے ابھی کچھ دیر پیشتر ساڑھے آٹھ بجے اسے ہلاک کرنیکی کوشش کی تھی اس لئے میں یہاں موجود سب ہی لوگوں کے بارے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں تھے۔ کیا کر رہے تھے اور ان کے ساتھ کون تھا۔ یہ بات تو آپ سب ہی لوگوں کو معلوم ہوگی کہ یہاں وہ چھ شخص بھی موجود ہیں جنھیں نجمہ کا احمد آباد والا پتہ معلوم تھا۔ اب مسٹر محمود میں آپ سے شروع کرتا ہوں۔ آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں۔

دس آدمیوں نے اپنے بیان دیئے اور کسی نے بھی کچھ بتانے میں کوئی جھجک نہیں ظاہر کی۔ ڈاکٹر انھیں تحریر کرتا گیا۔ ان کے بیان مندرجہ ذیل تھے۔

محمود حسن :۔ ناشتے پر جانے سے پیشتر باہر ٹہل رہے تھے اور ناشتے پر حاضر ہونے کے لئے اس وقت مکان میں داخل ہوئے تھے جب تمام لوگ زینے کی سمت دوڑ رہے تھے۔

مسٹر و مسز رحمان :۔ اپنے کمرے میں ناشتہ کر رہے تھے۔

مس فریدہ نظام :۔ ناشتے سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر خط لکھنے جا رہی تھی۔

کلیم احمد :۔ ڈرائنگ روم میں ناشتہ کر رہا تھا۔ (وہ اس جگہ تنہا ہی تھا کیونکہ کچھ منٹ پیشتر فریدہ وہاں سے چلی گئی تھی) جب اسے اوپر سے دروازہ توڑے جانے کی آواز آتی سنائی دی تھی۔

زرینہ کلیم :۔ اس وقت تک بیدار نہیں ہوئی تھی۔

وحید (داروغہ مکان) :۔ اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔

نصیر (بٹلر) :۔ باورچی خانے میں تھا اور اوپر ہونے والی آواز کو سن کر فوراً ہی ہال میں پہونچ گیا تھا جہاں اسے کلیم ڈرائنگ روم سے باہر نکلتا دکھائی دیا اور چیخا تھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے نصیر"

گلشن (باورچن) :۔ باورچی خانے میں تھی۔

نسیمہ (نجمہ کی ملازمہ خاص) :۔ وہ اوپر دوسروں کے کمروں کی صفائی کر رہی تھی۔

نوٹ :۔ صرف ملازم نصیر اور کلیم نے دروازہ ٹوٹ کر کھلنے کی آواز سنی تھی۔ باقی لوگ کلیم کی چیخ اور آپس میں ہونے والے سوال و جواب میں الجھ کر رہ گئے تھے۔ کسی نے مسٹر و مسز رحمان کے سوا جو ایک ساتھ ہی ٹھہرے تھے کسی اور کو جو گلکدہ میں قیام پذیر تھے کہیں آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔

جیسے جیسے لوگوں کے بیانات ہوتے گئے۔ شاہد کے چہرے پر سختی چھائی گئی تھی۔

اس نے آخر میں کچھ لوگوں سے سوال بھی کئے کہ ممکن ہے اس طرح ان کے بیانات میں کہیں کسی قسم کا جھوٹ پکڑ سکے

پھر یکایک اس نے تمام لوگوں کو جانے کی اجازت دیدی۔ آخر میں صرف وہ اور ذاکر ڈرائنگ روم میں رہ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کس قدر تعجب کی بات ہے کہ یہاں کا ہر رہنے والا شخص ساڑھے آٹھ بجے ایک دوسرے سے الگ الگ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں۔

"ہے تو تعجب کی بات" ذاکر نے کہا "لیکن اگر ہم غور کریں تو یہ تعجب کی بات نظر نہیں آسکتی۔ مہمانوں میں سے تین شخص بستر پر تھے۔ ایک باہر باغ میں ہوا خوری کر رہا تھا ایک ناشتہ کر رہا تھا اور ایک کچھ ہی دیر پہلے اس سے فارغ ہوا تھا۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو گے کہ اس طرح کی پارٹیوں میں یہ کوئی ضروری نہیں رہتا کہ سب ہی ایک ساتھ ناشتے کی میز پر موجود ہوں۔ جہاں تک ملازموں کا سوال ہے ہر ایک اپنے کام میں مصروف تھا جیسا کہ انھیں ہونا چاہئے تھا۔

"اس سے تو صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ شاہد نے کہا۔ کہ ان میں سے ہر ایک کو نجمہ کی جان لینے کا موقع حاصل تھا۔

"علاوہ مسٹر و مسز رحمان کے جو اپنے کمرے میں ساتھ ہی تھے"

"ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کا کہنا یہی ہے"

"اوہ" رپورٹر نے کہا "کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہاں کوئی باہری شخص آیا تھا۔

"اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ جان بوجھ کر اپنے پیچھے اپنا نشان بھی چھوڑ جائے گا"

"پھر بھی اگر وہ کوئی باہری شخص تھا تو اس نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ صبح کے

ساڑھے آٹھ بجے اُس جگہ آتے ہوئے کئی شخص اسے دیکھ سکتے تھے ۔"

ذاکر نے اپنے دوست کی آنکھوں میں یکایک حیرت کی چمک دیکھی ۔ اس نے اُس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا کہ دروازے پر مرحوم جمال کا بھائی کھڑا ہوا ہے کمال کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے بہت ہی گہرا صدمہ پہنچا ہے ۔

شاہد اٹھ کر اس کے پاس پہونچ گیا ۔

"میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا ۔" اس نے گھڑی کی سمت دیکھتے ہوئے کہا ۔ "اسے معلوم ہوا کہ مجھ پر آزمائے گئے کلوروفارم کے واقعے کو گذرے قریب ایک گھنٹہ گذر رہا ہے ۔ آپ اس وقت کہاں سے آرہے ہیں ۔

"میں نے رات بمبئی میں گذاری تھی اور صبح اپنی کار پر گھر کے لئے روانہ ہوا تھا ۔ ابھی یہاں سے کچھ دور شاہراہ پر میری ملاقات انسپکٹر لطیف سے ہوئی انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا ہے ۔"

"آپ آج صبح ساڑھے آٹھ بجے کہاں تھے ۔"

"یہاں سے میلوں دور سڑک پر — آپ مجھ سے اس طرح کے سوالات پوچھ رہے ہیں ۔ کمال نے پوچھا ۔

"مجھ سے تعلق رکھنے والے کئی آدمیوں سے اس طرح کے سوال پوچھے جا چکے ہیں ۔ مسٹر کمال ۔"

"مجھے صرف اپنے بھائی کے قتل سے واسطہ ہے ۔" کمال نے کہا ۔ "انسپکٹر لطیف نے مجھے بتایا تھا کہ آپ شاید یہاں ہوں اس لئے میں یہاں چلا آیا ہوں کہ ممکن ہے گھر جانے سے پیشتر مجھے اپنے بھائی کے قتل کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے ۔ اس سے میرے والد کو گہرا صدمہ پہونچے گا ۔

"کیا ابھی حال ہی میں آپ کا جمال سے جھگڑا ہوا تھا ۔" شاہد نے پوچھا ۔

"مائی گاڈ ___ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ......"

"کیا آپ کو میرے سوال کا جواب دینے میں کوئی اعتراض ہے" شاہد نے دریافت کیا۔

کمال کے چہرے پر سختی چھا گئی۔

"نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں" اس نے جواب دیا۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے اس معاملے پر کیا روشنی پڑ سکے گی۔ یہ حقیقت ہے کہ جمال سے میرا اکثر جھگڑا ہوتا تھا لیکن اپنے بھائی کو قتل کرنے کی بات اسی وقت میرے ذہن میں آسکتی ہے جب میں پاگل ہوجاؤں۔ اکثر بھائیوں میں جھگڑا ہوتا رہتا ہے لیکن وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے پر تیار نہیں ہوجاتے۔

"آپ دونوں میں آخری بار جھگڑا کب ہوا تھا۔

گذشتہ دوپہر کو کارخانے میں ہمارے درمیان کچھ باتیں ہوئی تھیں۔ پھر میں واپس آگیا تھا۔

"میرا خیال ہے آپ دونوں کے درمیان اونچی آواز میں باتیں ہوئی تھیں" شاہد نے کارخانے کے ایک ملازم شفیق کی بات یاد کرتے ہوئے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ اس نتیجے پر کس طرح پہونچے جبکہ ہم دونوں آفس میں تنہا ہی تھے۔ بہرحال باتیں زیادہ پرجوش حالت میں نہیں ہوئی تھیں"

"کیا میں کل کے جھگڑے کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں۔

کمال نے چند لمحے تک کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا آپ مجھ پر یہ شبہ کر رہے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے" آخر اس نے پوچھا۔

"ابھی تک میں یہاں جن جن اشخاص سے ملاقات کر چکا ہوں وہ سب کم و بیش مشتبہ ہیں۔

شاہد نے جواب دیا۔ "میرے سامنے ایک خطرناک مجرم ہے جس کا پتہ میں ابھی تک نہیں معلوم کر سکا ہوں۔ اس لئے میں کسی کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔

"ان تمام واقعات نے ـــــ جن میں مسٹر بشیر کا قتل بھی شامل ہے میرے خاندان پر کوئی اچھی روشنی نہیں ڈالی ہے" کمال نے کہا۔ "یہ بات شروع سے ہی ظاہر ہو رہی ہے خیر میر اجمال سے اس بارے میں اکثر جھگڑا ہوتا تھا کہ والد صاحب کا برتاؤ میرے ساتھ ویسا نہیں جیسا اس کے ساتھ ہے۔ جمال کو انھوں نے ہمیشہ پسندیدہ نظروں سے دیکھا ہے۔ یہ میرے لئے کوئی تکلیف دہ بات نہیں تھی لیکن اس پر مجھے غصہ ضرور آتا تھا کہ اسے کاروبار میں لگانے کے لئے روپئے مل جاتے تھے جبکہ مجھے اپنے خرچ کے لئے بھی پوری رقم نہیں ملتی تھی۔

شاہد کی آنکھیں نصف بند ہو گئیں۔

"آپ رات کو ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان کہاں تھے"

"میں کرناک روڈ کے بیراڈائز نامی ہوٹل کے ایک کمرے میں سو رہا تھا۔

"اگر ضرورت ہوئی تو آپ اسے ثابت بھی کر سکیں گے"

"یہ تو بہت مشکل نظر آتا ہے" کمال نے کہا۔ "چونکہ میں تھکا ہوا تھا اس لئے کچھ جلدی ہی جا کر سو گیا تھا۔ اب میں جس کام کے لئے یہاں آیا ہوں کیا آپ اسے بتانے کی زحمت کریں گے۔

کیا آپ نے اس کا کچھ اندازہ لگایا ہے کہ میرے بھائی کو کس نے قتل کیا ہو گا۔

"میں اس بارے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں" شاہد نے کمال کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "کہ قاتل اس جگہ ـــــ گلگدہ میں ساڑھے آٹھ بجے موجود تھا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ ......"

"جبکہ اس نے مس نجمہ کو قتل کر دینے کی کوشش کی تھی"

کمال کی مخملی آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"کیا نجمہ زخمی ہوئی ہے" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"خوش قسمتی سے نہیں"

"وہ کہاں ہے"

"یہ" شاہد نے جواب دیا "ایک ایسا معاملہ میں جس کے بارے میں میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا"

نجمہ کے ساتھ گلکدہ کو چھوڑنے کے بعد منظر جنوب کی سمت کئی میل تک عام شاہراہ پر اپنی کار ڈرائیو کرتا رہا اور یہ بھی دیکھتا رہا کہ اس کا کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا ہے پھر وہ ایک طرف گھوم گیا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے" منظر نے کہا "اب آپ خطرے سے باہر نکل گئی ہیں۔

"کیوں مسٹر منظر، کیا کبھی آپ بھی خوفزدہ ہوئے ہیں۔

"اکثر۔ کیوں؟

"آخری موقع کب آیا تھا۔

"اگر حقیقت میں آپ جاننا ہی چاہتی ہیں تو اس وقت جب نصف گھنٹے پیشتر میں نے آپ کو فرش پر پڑے ہوئے دیکھا تھا۔

نجمہ کچھ دیر خاموش رہی۔

"میں بھی اس وقت کافی خوفزدہ ہو گئی تھی جبکہ میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ میرا دم گھٹ رہا ہے میں نے آپ ہی کو پکارنے کی کوشش کی تھی۔ یہ تیسرا موقع ہے جب مصیبت میں آپ ہی مجھے یاد آئے تھے"

"جب آپ مجھے اپنے سے اتنا قریب سمجھتی ہیں تو پھر آپ کی جگہ پر تم کا لفظ استعمال کیوں نہیں کرتیں" منظر نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن آپ بھی تو آپ ......"

"اونہہ ہوں" مظہر نے کہا "تم ـــــ"

اور دونوں مسکرا دیئے۔

"اب تو آپ ـــــ یعنی کہ تم خوفزدہ نہیں ہو" مظہر نے کہا۔

"نہیں۔ لیکن یہ پہلی بار مجھے اغوا کیا گیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر اس مصیبت میں شروع سے ہی تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں کیا کرتی"

"اس طرح کے موقعوں پر کوئی نہ کوئی سامنے آ ہی جاتا ہے۔ ممکن ہے انسپکٹر لطیف ہی تمھاری مدد کرنے کو تیار ہو جاتا" مظہر نے کہا "کیا تمھیں معلوم ہے ہم کہاں چل رہے ہیں۔

"نہیں"

"کیا قائم گنج میں تمھارا کوئی واقف کار موجود ہے"

"نہیں۔ کیوں۔

"ہم اسی جگہ چل رہے ہیں۔ اس جگہ میری بہن رہتی ہے"

"کیا تم نے انھیں اطلاع دیدی ہے کہ ہم وہاں پہونچ رہے ہیں۔

"نہیں، لیکن۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شہناز میری بہن کے علاوہ دوست بھی ہے میں اس پر ہر طرح سے بھروسہ کر سکتا ہوں اور اس کے شوہر نسیم سے تو ملکر تم ضرور ہی خوش ہوگی کافی زندہ دل آدمی ہیں"

"لیکن مظہر، اگر شہناز کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میرے جسم میں چاقو اور زہر کے لئے مقناطیسی کشش موجود ہے تو کیا واقف ہونے کے بعد ایسی حالت میں وہ ......"

"جب تم ان سے مل لینا پھر یہ سوال پوچھنا" مظہر نے کہا "تم اغوا کی گئی ہو اس لئے تمھیں کچھ بھی کہنے کا حق حاصل نہیں ہے"

ان دونوں کا قائم گنج کا سفر بہت ہی خوشگوار رہا۔ وہ اس بات کو فراموش کر چکے تھے۔

کر کل گیا ہو سکتا ہے۔

آخر مظہر نے کار کا رخ ایک عمارت کی چہار دیواری کی سمت موڑا اور پھر پورچ میں پہنچ کار روک دی۔

"سلام صاحب" ایک ملازم نے اس کا استقبال کیا۔

"تمہاری مالکن ہیں" مظہر نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہیں۔

"تنہا"

"جی ہاں"

"آؤ نجمہ۔ ہم اسے حیرت میں ڈال دیں گے" مظہر نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

شہناز نے اپنے بھائی کا چہرہ دیکھتے ہی وہ کتاب رکھ دی جسے وہ پڑھ رہی تھی۔ وہ چھبیس سال کی ایک خوبصورت عورت تھی جس کا چہرہ مظہر سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ کوئی بھی انھیں دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ وہ بھائی بہن ہیں۔

"ارے تم" اس نے حیرت سے کہا۔

مظہر نے نجمہ کے کمرے کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔

"کیا تم نے گلکدہ کے اسرار کے بارے میں کچھ پڑھا ہے" اس نے پوچھا۔

دونوں عورتیں ایک دوسرے کو بغور دیکھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں مظہر نے اندازہ لگایا کہ اس کی بہن نے نجمہ کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا ہے۔

"ہمارا تعلق اسی سے ہے" مظہر نے پھر کہا۔

انیسواں باب

ٹائپ مشین

گلکدہ نامی عمارت دوپہر تک خالی ہو گئی۔ تمام مہمان اور ملازم داروغہ وحید کے علاوہ اپنے اپنے مکان چلے گئے۔ انسپکٹر شاہد نے وحید کو لائبریری میں بلایا۔

"کیا تم بیمار ہو؟" اس نے پوچھا۔

بوڑھا ملازم کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر رنج و غم کے آثار چھائے ہوئے تھے۔

"جی جیس؟" وہ اپنے کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "آپ نے یہ اندازہ کیسے لگایا۔"

"میں تمہیں آدھ گھنٹے سے دیکھ رہا ہوں کہ تم کچھ بے چین سے ہو۔ میں جاننا چاہتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟"

ملازم نے کسی زخمی جانور کی طرح شاہد کی طرف دیکھا۔

"یہاں جو کچھ ہوا ہے اس کا اثر مجھ پر بھی پڑا ہے" اس نے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت نجمہ کو گئے ہوئے چھ گھنٹے ہو رہے ہیں اور اب وہ خطرے سے باہر ہو گئی ہے۔

"میں آپ کا کس قدر احسان مند ہوں یہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے اس کی حفاظت کا اچھا ہی انتظام کیا ہو گا۔"

"لیکن معلوم ہوتا ہے اس سے بھی تمہیں اطمینان حاصل نہیں ہوا ہے۔ وحید میں

چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کسی بات کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔"

"کیا میں نے ابھی تک کوئی بات چھپائی ہے؟"

شاہد نے اپنا دوسرا سوال بہت ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ میں تمھارے بارے میں کیا سوچتا ہوں۔

"جی ہاں" وحید نے فوراً کہا۔

"میرا خیال ہے تم تجمہ کو بچانے کے لئے خوشی سے اپنی جان دینے کو تیار ہو سکتے ہو۔

"آپ کا خیال صحیح ہے،، وحید نے جواب دیا۔ اس میں کسی طرح کی بناوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وحید نے اس طرح یہ بات کہی جیسے کہ اس کی نظر میں یہ کوئی اہم بات نہیں تھی

"اور پھر بھی" شاہد نے کہا، "تمھارے ذہن میں کچھ ایسی باتیں ہیں۔۔۔ شاید مشتبہ باتیں جنھیں تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔

"مجھے کسی پر شبہ نہیں ہے" اس کا جواب تھا۔

"جب میں تم سے کل باتیں کر رہا تھا تو میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہو اور یہی میں اب بھی سوچ رہا ہوں۔ یہ ایک قتل کا معاملہ ہے وحید۔ میں تمھیں پہلے سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں اگر تم جانتے ہوئے بھی مجرم کو بچانے کی کوشش کر رہے ہو تو یہ بات ظاہر ہونے پر تمھیں بھی اس کا مددگار سمجھا جائے گا۔

وحید کی قوت برداشت جواب دینے لگی۔ وہ بیٹھ گیا۔

"آپ نہیں سمجھے" وہ بولا، "میں کسی کو بچانے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے صرف شبہ تھا۔۔۔۔۔۔ اس نے ہچکچا کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"تو پھر مجھ سے اپنے شبہ کے بارے میں بات کیوں نہیں کرتے" شاہد نے زور دے کر کہا۔ ممکن ہے تم غلطی پر ہو لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے تم نے جو کچھ سوچا ہو وہ درست ہی ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو کچھ کہو گے میں اسے کسی کے سامنے دہراؤں گا نہیں یہاں صرف

مجرم کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی کام نہیں ہے۔ سمجھ گئے۔

"جی ہاں"

"تو پھر پہلے یہ بتاؤ کہ کل جب میں تم سے سوال کر رہا تھا تو تم کس وجہ سے خوفزدہ تھے۔

"اچھی بات ہے لیکن اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ نجمہ کو دولت حاصل کرنے کے علاوہ اور کسی وجہ سے کوئی کیوں قتل کرنے پر تیار ہو گا۔ مجھے تو اور کوئی وجہ نظر ہی نہیں آتی"

"کیا تم اس پانچ ہزار روپے کی طرف اشارہ کر رہے ہو جو دھمکی کا خط لکھ کر اس سے مانگا گیا تھا۔

وحید خاموشی سے کچھ دیر تک اپنے ہاتھ ملتا رہا۔

"جی نہیں۔ میں اس دولت کی بات کر رہا ہوں جو نجمہ کے مرنے کے بعد اس کے باپ کی وصیت کے مطابق کہیں اور چلی جائے گی۔

"ہوں، میں سمجھا۔

"میں تو یہ بات کبھی نہ کہی ہوتی اگر آپ نے مجھے مجبور نہ کیا ہوتا۔ کیونکہ میں اس گھر کا ایک ملازم ہی تو ہوں۔ بہر حال جب میں نے یہ محسوس کیا کہ نجمہ کی زندگی خطرے میں ہے تو میرا خیال سب سے پہلے ادریس صاحب اور ان کے دونوں بیٹوں کی طرف گیا تھا۔

"تمہارا خیال ہے انہیں لوگوں کی طرف سے دھمکی کا وہ خط آیا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اور کیا سوچوں۔ اگر آپ نے زور نہ ڈالا ہوتا تو میں یہ بات کبھی اپنی زبان پر نہیں لا سکتا تھا۔ ادریس صاحب پر تو شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا اور کوئی بھی مجھے اس پر یقین کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا کہ یہ کام جمال نے کیا ہو گا"

"اور اس کے بھائی کمال کے بارے میں کیا خیال ہے۔

"آپ کے خیال میں کیا وہ کسی کو قتل کر سکتا ہے" وحید کے پر اشتیاق لہجے نے

شاہد کو چکر میں ڈال دیا۔ ابھی تک وہ پریشان و خوفزدہ سا تھا لیکن ایک ہی سکنڈ میں بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی چمک پیدا ہو گئی۔

"تمھارے خیال میں کیا اس نے یہ قتل کئے ہوں گے" شاہد نے نرم لہجے میں اس سوال کا جواب اسی سے طلب کیا۔

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں"

ایک بار شاہد پھر یہ جاننے کے لئے بے چین ہوا تھا کہ اس بوڑھے کے ذہن میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔

"ایک بار میں پھر تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو کچھ کہو گے وہ میں کسی دوسرے سے نہیں کہوں گا"

"لیکن میرے پاس بتانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے"

"کیا تم کمال کو ناپسند کرتے تھے۔

"نہیں۔ لیکن اسے بچپن سے جانتا ہوں۔ وہ اسی وقت سے خود غرض واقع ہوا ہے۔ اور اب بھی وہ بدلا نہیں ہے۔ ایک بار میں نے سوچا تھا کہ شائد وہ نجمہ سے شادی کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو میں اسے ضرور پسند نہ کرتا"

"اس کی خود غرضی کی وجہ سے"

وحید کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند ہو گئیں۔

"مجھے کمال کے بارے میں اس طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہئے تھیں۔" وحید نے سنجیدگی سے کہا "مہربانی کر کے میں نے جو کچھ کہا ہے اسے بھول جائیے۔ ممکن ہے اس سے آپ کوئی غلط نتیجہ اخذ کر لیں۔

"پھر" شاہد نے کہا۔ تم نے یہ سوال پوچھتے ہوئے کیوں اشتیاق ظاہر کیا تھا کہ کیا میں اس پر شبہ کرتا ہوں۔

شاہد کی نظروں سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی کہ اس وقت وحید ذہنی کشمکش میں بری طرح مبتلا ہے۔ اس نے اکثر اسی طرح کے آثار ان لوگوں کے چہروں پر دیکھے تھے جن پر سختی کی جاتی تھی۔ وحید کی حرکتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی طرح شاہد سے چھٹکارہ حاصل کر لینا چاہتا ہے۔

"میں نے کوئی اشتیاق ظاہر نہیں کیا تھا۔" وہ بولا "میرا دماغ اس وقت کام نہیں کر رہا ہے۔ آپ کو ایک بوڑھے کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیئے۔"

"اچھی بات ہے۔" شاہد نے کہا "مکان خالی ہو چکا ہے اور تمہیں اسے ہر طرف سے بند کرنا ہے اور ہاں،" اس نے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے کہا "یہاں سے جانے کے پیشتر میں کچھ خطوط لکھنا چاہتا ہوں جن کو ٹائپ کرنا ضروری ہے۔ کیا یہاں کوئی ٹائپ رائٹر ہے جسے میں کچھ دیر کے لئے استعمال کر سکوں۔"

شاہد کی انگلیاں سگریٹ بنا رہی تھیں اور آنکھیں بوڑھے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ٹائپ رائٹر" وہ حیرت سے بولا "نہیں۔ یہاں تو نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے۔ مجھے یاد آ رہا ہے نجمہ نے کہا تھا کہ اس کے باپ کے پاس کئی سال پیشتر ٹائپ رائٹر تھا۔

"تھا تو۔ لیکن مجھے معلوم نہیں وہ کیا ہوا۔"

شاہد نے ایسا محسوس کیا کہ اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ رہا ہے۔

"خیر کوئی بات نہیں۔" اس نے کہا "میں ہاتھ ہی سے لکھ لوں گا۔

"آپ کو معلوم ہے نجمہ کہاں گئی ہے۔" وحید نے کچھ ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے لئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

"کیا آپ اس سے ملنے جائیں گے۔"

"ممکن ہے۔"

"میں اس کے بارے میں حالات جاننے کے لئے بے چین رہوں گا۔ کیا آپ کا آنا

اس جگہ پھر ہو گا۔"

"کیوں؟"

"اگر آپ کا آنا ہو تو مجھے اس کے بارے میں ضرور اطلاع دیجئے گا۔ میں اسی جگہ مکان نمبر ۳۰۲ میں اس وقت تک رہوں گا جب تک نجمہ یہاں واپس نہیں آجائے گی۔

شاہد نے محسوس کیا کہ وحید کا نجمہ سے پیار کا تعلق رکھنے والا جذبہ حقیقی ہے۔

"میں اگر ادھر آیا تو تمہیں ضرور اطلاع دوں گا۔"

دس منٹ بعد وحید وہاں سے جا رہا تھا۔ گلکدہ میں ـــــــ جو اسراروں کا مرکز بن گیا تھا قفل لگ چکا تھا۔

انسپکٹر شاہد عمارت کے گرد چکر لگاتے ہوئے کہیں کہیں پر ٹھہر کر بہ نظر غور دیواروں کو دیکھ رہا تھا۔ اسے ابھی تک اس کا پوری طرح یقین نہیں ہو سکا تھا کہ اب اس کا اس خالی مکان سے واسطہ نہیں پڑے گا۔ حالانکہ اسے کوئی ایسی بات معلوم نہیں تھی جس سے اسکے اس شبہے کو تقویت مل سکتی۔

"ذاکر" شاہد نے اپنے دوست سے کہا جو اسی کی کار میں بمبئی جانے کے لئے تیار تھا۔ جب تمہارے پوتی پوتے ہو جائیں اور تمہیں گھیر کر کوئی کہانی سنانے کے لئے کہیں تو انہیں یہ کہانی ضرور سنانا کہ تم نے اس کیس کو یعنی گلکدہ کے اسرار کو کس طرح حل کیا تھا۔ یہ ایک اچھی کہانی ہو گی۔

ذاکر نے اپنے پائپ کے دو تین کش لئے۔

"میں ابھی تک ان لوگوں کو اپنے ذہن سے نہیں نکال سکا ہوں جو آج ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔ اس نے کہا، کیا تمہیں اپنی زندگی میں کبھی اتنے آدمی ایک ساتھ مشتبہ نظر آئے ہیں اور کسی ثبوت نہ ہونے کی بنا پر ان میں سے مجرم کو تلاش کرنا مشکل ہو گیا ہو۔

"ابھی تک ہمارے ہاتھ صرف ایک شے آسکی ہے اور وہ ہے ایرنگ جو ہمیں

گولڈن کراؤن کے ایک کمرے میں ملا تھا۔ اب اس سے ہمیں کچھ فائدہ پہونچتا ہے یا نہیں اس بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمیں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ دھمکی کے خط ٹائپ کرنے کے لئے اس شخص کے پاس ٹائپ رائٹر تھا یا نہیں؟"

ڈاکر نے اپنے سر کو ہلایا۔

"آج صبح میں نے ایک اخبار میں دیکھا تھا کس طرح یہ پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ کون خط کسی مشین سے ٹائپ کیا گیا ہے لیکن مجھے اسے پوری طرح پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر مجھے وہ مشین مل جائے جس سے دھمکی کے خطوط ٹائپ کئے گئے تھے تو میں مجرم کا آسانی سے پتہ لگا سکتا ہوں؟"

"لیکن یہ کیسے معلوم کروگے وہ خطوط کس مشین سے ٹائپ کئے گئے ہیں؟" ڈاکر نے کہا۔ میں نے ان خطوط کو بغور دیکھا ہے۔ اس میں اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات نظر نہیں آئی کہ اس کا کیپٹل "وائی" کچھ خراب ہو گیا ہے۔ لیکن صرف اسی ثبوت کی بنا پر کسی کو پھانسی پر نہیں چڑھایا جا سکتا؟"

"یہ صحیح ہے لیکن اس طرح ہمیں کسی کے خلاف کام شروع کرنے کا موقع تو مل جائیگا تمہارا یہ کہنا ٹھیک ہی ہے اس کا کیپٹل "وائی" کچھ خراب ہو گیا ہے۔ یہ حرف پہلے خط میں ایک بار اور دوسرے میں دو بار آیا ہے اس لئے یہ شبہ تو کیا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ ایک ہی مشین پر ٹائپ نہیں کئے گئے تھے۔ ویسے مشین اچھی حالت کی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے ان خطوط کو اپنے اکسپرٹ کے حوالے کر دیا تھا اور انھوں نے بہت ہی باریکی سے ایک ایک حرف کے بارے میں رپورٹ دی ہے کہ وہ کس طرح کے ہیں اس کے علاوہ اس کے بڑے سائز میں فوٹو بھی لئے گئے ہیں جس سے اس کی کچھ خامیاں اور بھی نظر آ جاتی ہیں؟"

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا "یہ دیکھو، پہلے خط کا فوٹو ہے۔

"یہ بات تو ماننا ہی پڑے گی کہ انسان کی بنائی ہوئی ہر شے میں کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ہوتی ہے لیکن وہ خامیاں اسی وقت ظاہر ہوتی ہیں جب وہ چیز برابر استعمال میں لائی جاتی ہے۔ دیکھو اس میں تمہیں کچھ نظر آتا ہے؟"

"کیپٹل بی کچھ صاف نہیں ہے؟" ذاکر نے کہا۔

"وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اس حرف کو زور سے نہیں دبایا گیا تھا۔ جو بات اس سے نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس مشین کا حرف "او" اپنی جگہ سے کھسکا ہوا ہے۔

"مجھے تو اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی" ذاکر نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر بھی اگر تم محدب شیشے سے دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ حرف "او" جو اس میں چار جگہ آیا ہے اپنی جگہ سے کھسکا ہوا ہے۔ "او" اور اس کے بعد کے درمیان کا فاصلہ اور تمام حرفوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی صحیح جگہ سے بائیں طرف کو کھسکا ہوا ہے۔ میں ایک ہزار مشینوں میں سے اس مشین کو آسانی سے علیحدہ کر سکتا ہوں۔

بیسواں باب

جوہری

ایک دوشیزہ وکٹوریہ اسٹیشن پر ٹرین سے اتر کر جیسے ہی پلیٹ فارم طے کرتی ہوئی پھاٹک کی سمت بڑھی سیکڑوں آنکھیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ لیکن وہ دوشیزہ ان کی طرف سے اس طرح بے نیاز رہی جیسے ان کی آنکھوں کا اس کی نظر میں وجود ہی نہیں ہے۔

اپنے ہینڈ بیگ کو اس طرح ہاتھوں میں دبائے۔۔۔ جیسے اسے خدشہ ہو کہ کوئی اسے چھین لے گا وہ اسٹیشن سے باہر نکل کر سب سے نزدیکی ٹیکسی کے پاس پہنچی اور پھر اس میں سوار ہو کر اس نے ڈرائیور کو بتایا کہاں چلنا ہے۔ اس کے بعد ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گئی لیکن اس نے اب بھی اپنے ہینڈ بیگ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

ٹیکسی ایک عمارت کے سامنے پہونچ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ زینہ طے کرتی ہوئی پہلی منزل پر پہنچی اور وہاں ایک دروازے پر پہنچ کر اس نے گھنٹی کے بٹن کو دو بار زور سے اور دو بار آہستہ سے دبایا۔

ایک ملازم نے دروازہ کھولا اور وہ فوراً ہی اندر داخل ہو گئی۔ پھر اندر سے اس نے اپنا سر باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا اور دروازہ بند کر لیا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے" دوشیزہ نے پوچھا۔

"جی ہاں" ملازم نے ادب سے جواب دیا۔

ملازم نے ایک دوسرا دروازہ کھولا جہاں ایک شخص میز کے پاس بیٹھا ہوا کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔

"تم آگئیں جمیلہ" اس شخص نے اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں پدرانہ شفقت تھی۔ اس شخص کی عمر پچاس ساٹھ کے درمیان تھی۔ اس کی آنکھیں چمکدار اور پیشانی کافی چوڑی تھی۔ نعیم۔ جو ہمیشہ چوری کا مال خریدنے کے لئے اپنے یہاں آنے والوں کا استقبال کرنے کے لئے تیار رہتا تھا عام زندگی میں صرف ایک شریف آدمی کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کا سلوک ہمیشہ ہر ایک سے دوستانہ ہی ہوتا تھا لیکن اگر کوئی اس کے ساتھ چالاکی کی کوشش کرتا تھا تو پھر اس سے زیادہ سخت قسم کا دشمن بھی اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

جمیلہ نے اپنے ہینڈ بیگ کو کھولا اور اس میں سے سو سو روپے کے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"وہ ان جواہرات کے دام کم لگا رہا تھا" وہ بولی "لیکن آخر میں مان گیا تھا۔"

"اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر ہم کسی اور سے معاملہ طے کریں گے" نعیم نے کہا "اس کا ہمیشہ سے یہی قاعدہ ہے کہ دام کم لگاتا ہے۔ میرے خیال میں اگلا پارسل مہندر کے پاس بھیجا جائے۔ وہ بھی ہمیشہ خریدنے کو تیار رہتا ہے۔ اس طرح محمود کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کے علاوہ ہم دوسری جگہ بھی اپنا مال فروخت کر سکتے ہیں۔

نعیم نے ان نوٹوں کو شمار کیا اور پھر انہیں اس طرح میز کے ایک خانے میں رکھ دیا جیسے اس کی نظر میں ان نوٹوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اسی وقت اس کے کمرے میں لگی گھنٹی دو بار بجی نعیم کی خوابیدہ آنکھیں گھڑی کی سمت گئیں اور پھر جمیلہ پر جا کر ٹھہر گئیں جو ایک کرسی کے پیچھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے ایک بٹن دبا کر اپنے ملازم کو سگنل دیا۔

"شائد تم اس آنے والے سے ملنا پسند کرو" نعیم نے کہا۔

جمیلہ نے استفہامیہ نظروں سے نعیم کی طرف دیکھا۔

"کیا میں اسے جانتی ہوں۔

ایک عجیب طرح کی مسکراہٹ نعیم کے ہونٹوں پر آگئی۔

"میرا خیال ضرور جانتی ہو۔"

اسی وقت دروازہ کھلا اور جمیلہ نے گھوم کر اندر آنے والے شخص کی طرف دیکھا۔

"ہلو صفدر۔" وہ بولی لیکن نعیم نے دیکھ لیا کہ ان چند سکنڈ کے اندر ہی جمیلہ میں ایک خاص قسم کی تبدیلی آگئی ہے۔ ابھی تک وہ بہت ہی ہوشیاری سے اس کے خریدے ہوئے مال کو لے جا کر فروخت کر کے واپس آجایا کرتی تھی۔ لیکن اب یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ اب وہ ایک شخص سے دلچسپی بھی لینے لگی ہے۔ اس کا مطلب کیا ہو سکتا تھا۔ نعیم اس سے بخوبی واقف تھا۔

کمرے میں آنے والا شخص تیس سال کی عمر کا ایک تندرست جوان تھا جس کا چہرہ داڑھی مونچھوں سے صاف تھا اور جس میں خود اعتمادی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ کوئی بھی اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ اپنے کام کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

نعیم صفدر سے تقریباً چھ ماہ سے کاروبار کر رہا تھا اور ابھی تک وہ اس کے اصلی نام سے بھی واقف نہیں ہوا تھا لیکن اس نے اسے جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کیونکہ اس طرح معاملات میں زیادہ تر رازداری ہی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ نعیم اس کے بارے میں صرف اس قدر اندازہ لگا سکا تھا کہ وہ ممبر پارلیمنٹ سے ایک کامیاب ایکٹر تک ہو سکتا ہے جو اپنی تفریح کے لئے چوری کا کام کرتا ہے۔

اگر اس شخص کا کوئی ساتھی اس کے مجرمانہ کاموں میں مدد دینے والا تھا تو اس بارے میں بھی نعیم کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ وہ اس کے پاس کبھی کبھی آتا اور اپنا کام ختم کرنے کے بعد پھر اپنی نامعلوم دنیا کی طرف واپس چلا جاتا تھا لیکن اب نعیم دیکھ رہا تھا کہ صفدر نے جمیلہ میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کر دی ہے۔"

"آج شام کو پرانی جگہ پر ملو گی" صفدر نے جمیلہ سے پوچھا۔
جمیلہ نے آہستہ سے سر کو حرکت دی اور ان دونوں کو چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تاکہ وہ اپنے بزنس کی بات کر سکیں۔

جمیلہ کے جانے کے بعد ہی صفدر نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک بنڈل نکالا اور میز پر رکھ کر اسے کھولنے لگا۔ اس بنڈل کے کھلنے پر نعیم نے دیکھا کہ اس میں کئی جواہرات اکٹھے ہوئے ہیں۔

نعیم نے اپنی بائیں آنکھ پر محدب شیشہ چڑھا لیا اور چند منٹ تک ان کا بغور معائنہ کرتا رہا۔ پھر اس نے پر فکر انداز سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔

"میں اپنا ایک اصول توڑنے جا رہا ہوں" اس نے کہا۔

"میں تمہیں منع نہیں کرتا" صفدر کا جواب تھا۔

نعیم کی انگلیاں پھر چمکتی ہوئی چیزوں پر جا کر ٹھہر گئیں۔ وہ اپنے کاروبار کو بچوں کا کھیل سمجھتا تھا لیکن یہ معاملہ ہی دوسرا تھا۔

"جمیلہ اور تم میں کافی دوستی ہو گئی ہے" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن ......"

"کیا تمہارے خیال میں وہ تم سے محبت کرنے لگی ہے۔

صفدر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"معاف کرنا نعیم۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ نہیں آیا کہ میں اس موضوع پر تم سے کیوں گفتگو کروں"

"اس لئے کہ میں چاہتا ہوں" نعیم نے جواب دیا "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے"

"میں یہاں صرف اپنے کام کے سلسلے میں آیا ہوں"

"جمیلہ میرا کام ہے۔"

ظاہری طور پر صفدر کافی مطمئن نظر آ رہا تھا لیکن اس کے رخسار کی رنگت بدل گئی

"میری اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ اطمینان سے اپنی جیب سے ایک ہیرے کی انگوٹھی نکالتے ہوئے بولا" پھر بھی یہ اسی کے لئے ہے۔ میں اس سے شادی کی درخواست کرنے والا ہوں۔

"اسے کوئی شخص میرے پاس سے جا کر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

صفدر اپنی انگلیوں سے میز کو بجانے لگا۔

"میں سمجھتا ہوں تم کیا محسوس کر رہے ہو گے۔" نعیم نے کہا "میرے پاس بھی وہ آنکھیں دیکھنے کے لئے ہیں لیکن میں نے اسی خیال کی تصدیق کے لئے پوچھ بھی لیا تھا۔ اور اسی وجہ سے میں اپنا وہ اصول توڑنے والا ہوں جس کے بارے میں میں نے پہلے کہا ہے میرے پاس جب بھی میرا کوئی واقف کار آتا ہے میں اس سے کبھی یہ نہیں پوچھتا کہ وہ اپنے ساتھ لایا ہوا مال کس جگہ سے چوری کر کے لایا ہے۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ تم جمیلہ کو میرے پاس سے لے جانا چاہتے ہو اس لئے اس مال کے سلسلے میں اپنا وہ اصول توڑ رہا ہوں۔

اس نے میز کا ایک خانہ کھول کر اخبار کا ایک تراشہ نکالا۔

"اسے پڑھو۔" اس نے کہا۔

اس شخص نے اس کی تعمیل کی اور پھر نعیم کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے یہ ان زیورات میں سے کچھ ہیں جو گولکنڈہ سے چوری گئے تھے۔" صفدر نے کہا۔

"پولیس کے افسروں کو خوش کرنے کی عادت مجھ میں نہیں ہے۔" نعیم نے کہا۔ "لیکن ان کا خیال ہے کہ جس شخص نے یہ زیورات چوری کئے ہیں وہ قاتل بھی ہے۔ میرا بھی کچھ اسی طرح کا خیال ہے۔ تم اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"نہیں، میں خود بھی ابھی اس سے واقف نہیں ہو سکی ہوں"۔ وہ بولی "میں ابھی تک جتنے آدمیوں سے ملی ہوں وہ ان سب سے مختلف ہے۔ میں اسے پسند بھی کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اس کا کہنا ہے کہ جلد ہی اس کے ہاتھ اس قدر رقم آجائے گی کہ ہم ساری دنیا کا سفر آسانی سے کر سکیں گے۔

اس کا برتاؤ بھی میرے ساتھ شریفوں جیسا رہتا ہے۔ میں نے اسے اپنی زندگی کے سب ہی حالات بتا دیئے ہیں کہ بچپن سے ہی میں... جبکہ ایک گندے اور بدنام محلے میں رہا کرتی تھی... چوری کرتی چلی آرہی ہوں کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتی تو مجھے فاقے کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔ اس کا کہنا ہے کہ پھر تو یہ میرا حق ہے کہ اب میں آرام کی زندگی بسر کروں۔ میرا خیال ہے اس کا کہنا ٹھیک ہے لیکن پھر بھی...... پھر بھی ایک دو موقعوں پر میں نے محسوس کیا تھا کہ میں اس سے خوفزدہ ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ بہت ہی حاسد ہے۔ شائد یہی وجہ ہو لیکن میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔

نعیم نے میز پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔

"آج شام کو جب تم اس سے ملو گی تو شائد وہ پھر تم سے شادی کے لئے کہے"۔

"ممکن ہے"۔

"اور تم اسے جواب کیا دو گی۔

جمیلہ نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھا لیا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے ٹھہر کر بولی۔

"دو تین باتیں ایسی ہیں جن سے واقف ہوئے بغیر میں شادی کرنے پر کبھی راضی نہیں ہو سکتی۔

نعیم نے تنہا رہ جانے کے بعد میز کا ایک خانہ کھولا اور اس میں رکھے ہوئے ان جواہرات کو نکال کر دیکھنے لگا جنھیں ابھی اس نے صفدر سے خریدا تھا۔ کاش وہ اسے کچھ بتا سکتے۔

پھر اس نے گھنٹی بجا کر اپنے وفادار نوکر کو بلایا۔

اکیسواں باب

تصدیق

ڈے اینڈ نائٹ بار جو گودی سے کچھ فاصلے پر ایک پتلی سی گلی میں واقع تھا ایک ایسی جگہ تھی جہاں وہ مجرم اکثر آ کر بیٹھا کرتے تھے جو ابھی تک قانون کی زد میں نہیں آ سکے تھے۔ ویسے وہاں زیادہ تعداد ملاحوں کی ہی نظر آیا کرتی تھی۔

اس وقت صحت مند جسم کا ایک بتیس سالہ نوجوان ۔ جس کی پیشانی پر بائیں طرف زخم کا ہلکا سا نشان تھا۔ اس طرح وہاں ٹہل رہا تھا جیسے وہ اس جگہ سے بخوبی واقف ہے۔

اس نے کاؤنٹر کے پاس پہونچ کر بھاری لیکن پھسپھساہٹ سے ملتی جلتی آواز میں اپنے لئے جن کا آرڈر دیا اور پھر اسے لے جا کر ایک گوشے میں بیٹھ کر وہاں موجود اور آنے جانے والے لوگوں کو دیکھنے لگا۔

اس سے چند گز کے فاصلے پر ایک دوسرا شخص کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس کے سامنے بیر کا جگ رکھا تھا اور اس کے ہونٹوں میں سگریٹ اس طرح دبی ہوئی تھی جو کسی لمحے بھی اس کے ہونٹوں کے درمیان سے نکل کر نیچے گر سکتی تھی۔ اس نے اپنے گلے میں ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ رکھا تھا اور وہ ہر طرف سے لاپرواہ نظر آ رہا تھا۔

وہ شخص اس جگہ تقریباً نصف گھنٹے سے بیٹھا تھا۔

یکایک اس نے اپنے ہونٹ میں دبے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑے کو نکال کر دور پھینک دیا کیونکہ وہ بجھ گئی تھی۔ پھر اس نے ایک نئی سگریٹ جیب سے نکال کر ہونٹوں میں دبائی اور اپنی جیب میں دیا سلائی تلاش کرنے لگا۔ دیا سلائی تو مل گئی ضرور لیکن اسے معلوم ہوا کہ وہ

خالی ہے۔ اس نے اسے فرش پر پھینک کر پرے کچل دیا۔

"دیا سلائی ہے" وہ اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے اجنبی کی طرف جھکتے ہوئے بولا جس کی پیشانی پر زخم کا ہلکا سا نشان تھا اور جو تنہا بیٹھا ہوا جن کی چسکی لے رہا تھا۔

پھر اس اونگھنے والے شخص کے چہرے پر حیرت کے آثار چھا گئے۔ وہ دیا سلائی لینے کیلئے اور بھی آگے جھکا۔ سگریٹ جلانے کے بعد اس نے غور سے بار میں چاروں طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر دیا سلائی دینے والے شخص کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

"تمہارا نام شوکت علی ہے" وہ شخص بہت دھیمی آواز میں بولا۔

"ہاں، لیکن میں تو تمھیں نہیں جانتا"

"عبداللہ میرا نام ہے۔ ہماری ملاقات تین سال پیشتر جیل خانے کے اسپتال میں ہوئی تھی۔ کسی وجہ سے تمہارا پیر ٹوٹ گیا تھا۔ یاد ہے۔

شوکت مسکرایا "ہاں۔ پیر نہیں ٹوٹا تھا صرف چوٹ آئی تھی۔ اس نے کہا "کام ٹھیک چل رہا ہے" اس نے خوشی کا احساس کرتے ہوئے پوچھا کیونکہ اس وقت اس کی جیب میں کافی رقم موجود تھی۔

"آج کل کا کیا حال ہے یہ تم سے چھپا نہ ہوگا" عبداللہ نے جواب دیا "آج صبح ہی ایک جگہ قسمت ساتھ دیتے دیتے بگڑ گئی تھی۔ کیا تم منموہن کو جانتے ہو۔

شوکت نے پریشان نظروں سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔

"اسے کیا ہوا"

"اوہ، اس کے کرنے لائق ایک کام تھا۔ اس سے مجھے بھی فائدہ پہنچتا لیکن وہ تو ہوا ہو گیا ہے"

"ہوا ہو گیا ہے" شوکت نے پوچھا "کیا مطلب"

"کل ایک موٹر بس کے نیچے آگیا تھا"

"اوہ مر گیا بیچارہ۔ ادھر کئی ماہ سے میری ملاقات اس سے نہیں ہوئی تھی لیکن کبھی وہ میرا ساتھی رہ چکا ہے۔ خیر اس کے مرنے کا غم ہم کہاں تک منائیں گے۔" شوکت نے اپنے دوست کے خالی جگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور منگاؤ۔"

جب دوبارہ ان کا آرڈر آ گیا تو شوکت کی زبان اور کھل گئی۔

"تمہارا اور منموہن کا کبھی ساتھ نہیں رہا۔ کیوں۔"

"نہیں۔" عبداللہ نے جواب دیا۔

"عجیب شخص تھا۔ اسے مذہب سے زیادہ دلچسپی رہتی تھی۔ لوگوں کا کہنا ہے اس کا باپ ایک پنڈت تھا لیکن میں کہہ نہیں سکتا کہ یہ کہاں تک سچ ہے۔ وہ برانڈی کی آدھی بوتل حلق سے نیچے اتارے بغیر کوئی کام کر ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک بار......

شوکت خاموش ہو گیا اور سوچنے لگا کہیں وہ بہت زیادہ آگے تو نہیں بڑھ رہا ہے۔

"تمہیں معلوم ہے وہ کیا کرتا تھا۔

"ہاں۔ وہ تحریروں کی نقل کرنے میں ماہر تھا۔" عبداللہ نے جواب دیا۔

"ہاں، تم ٹھیک ہی کہتے ہو لیکن ادھر کچھ عرصے سے اس کے ہاتھوں نے اس کا ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔ برانڈی بری چیز ہے۔ ایک بار اس نے کہا تھا کہ میں اسے اس کے کام میں آسانی سے نیچا دکھا سکتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے شوکت کے چہرے پر فخر کے آثار ابھر آئے۔

"تم بھی تحریروں کی نقل کرتے ہو۔" عبداللہ نے پوچھا۔

"کرتا تھا لیکن اب میرا ہاتھ بھی اچھا نہیں رہ گیا ہے۔ اسی جرم کے سلسلے میں مجھے جیل جانا پڑا تھا اور شاید وہاں تم سے ملاقات ہوئی تھی۔

عبداللہ اپنی بیئر ختم کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا دوست اب میں چلوں گا۔"

شوکت نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے شخص کو اوپر سے نیچے تک غور سے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی ایک بار پولس کی لسٹ میں آجاتا ہے تو پھر اس کے لئے عزت کی زندگی گذارنی مشکل ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ مشکل کسی کام کو حاصل کرنا ہو جاتا ہے۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا شخص بھی پولس کا ستایا ہوا تھا۔ اس کے کپڑے صاف نہیں تھے اور داڑھی بھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی بے بسی تھی۔

"کھانا کھالیا" شوکت نے اپنی جیب میں پڑے ہوئے نوٹوں کی گڈی کا خیال کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو دوست" عبداللہ نے جواب دیا "میں کہیں نہ کہیں سے اپنا انتظام کر ہی لوں گا"

شوکت نے اپنی جیب سے کچھ نکال کر اس کی مٹھی میں دے دیا۔

"جاؤ اور اسے بھول جانا" کہتے ہوئے اس نے میز پر رکھے ہوئے اخبار کو اٹھالیا۔

"شکریہ" عبداللہ نے احسان مندانہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور شوکت کے دیئے ہوئے نوٹ کو جیب میں رکھتے ہوئے بولا "میں کبھی یہ قرض ادا کر دوں گا۔ اور اپنے گلے میں پڑے ہوئے رومال کو ٹھیک کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ان دو آدمیوں کی طرف دیکھا جو دروازے کے قریب والی میز پر بیٹھے ہوئے تھے اگر ان میں کچھ اشارے بازی ہوئی تھی تو اسے کوئی بھی دیکھ نہیں سکا تھا۔

بار سے نکلنے کے بعد عبداللہ نے کچھ فاصلہ پیدل ہی طے کیا اور پھر ایک موٹر بس پر سوار ہو گیا نصف گھنٹے تک وہ بس میں بیٹھا اس پر چڑھنے اترنے والے آدمیوں کو اپنی نیم وا آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

آخر میں وہ مرن روڈ کے ایک چوراستے پر اتر گیا اور گھومتا گھامتا گلیوں اور سڑکوں

سے ہوتا ہوا پولیس ہیڈ کوارٹر پہونچ گیا اور اس شخص سے باتیں کرنے لگا جو سوئچ بورڈ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

آپریٹر نے ایک پلگ اٹھا کر بورڈ میں لگایا۔

"انسپکٹر شاہد" اس نے پوچھا "انسپکٹر راشد ابھی ابھی آئے ہیں اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

تین منٹ بعد انسپکٹر شاہد نے ایک آفس کا دروازہ کھول کر عبداللہ کو بیٹھے ہوئے جوتے اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے دیکھا۔

"کامیابی ہوئی"

"ہاں" انسپکٹر راشد نے آفس کے ایک کارڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جس پر شوکت کی تصویر چپکی ہوئی تھی "تمہیں جس آدمی کی تلاش ہے وہ سو فیصدی یہی ہو سکتا ہے کیونکہ تمہارا بتایا ہوا حلیہ اس سے بہت ملتا ہے۔ اس کے علاوہ اس جگہ سے تین ہفتے غائب بھی رہا ہے۔ یہ بات مجھے بار کے مالک سے معلوم ہوئی تھی۔ پھر میں بیٹھ کر اس کے آنے کا انتظار کرتا رہا تھا۔

"شوکت کو کسی طرح کا شبہ تو نہیں ہوا" شاہد نے پوچھا۔

"اگر ہوا ہے تو وہ بہت ہی ہوشیار ایکٹر ہے۔ ویسے میرا خیال ہے اسے شبہ نہیں ہوا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ باتیں معلوم تھیں اور اسی کے سہارے میں بہت جلد ہی اس کا دوست بن گیا تھا۔ اس نے مجھے ـــــ" انسپکٹر راشد نے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا "یہ خرچ کے لئے دیا ہے۔ اگر اسے شبہ ہو جاتا کہ میں کون ہوں تو پھر یہ روپے میرے پاس نہ آتے۔ بہرحال اب اس کے بازو کٹ چکے ہیں۔ میں نے سلیمان کو اس کی نگرانی پر مقرر کر کے اسے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ اگر اسے شبہ ہو جائے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے تو پھر وہ خاموشی سے واپس آ جائے۔ اب تمہیں اس کی ہر حرکت کی

برابر اطلاع ملتی رہے گی۔

"اب میں پونہ کے انسپکٹر لطیف کو شوکت کی تصویر دکھا کر معلوم کر سکوں گا کہ یہی وہ آدمی ہے یا نہیں جس کی ہمیں تلاش ہے۔ وہ گولڈن کراؤن میں اسے کئی بار دیکھ چکا ہے میں اس کے بارے میں کسی اور سے دریافت کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

"شوکت میرا مجرم نہیں ہے۔" راشد نے کہا "اس لیئے تم اپنی خواہش کے مطابق ہر کام کرنے کے لئے آزاد ہو۔ سلیمان کافی ہوشیار ہے لیکن میرے خیال میں جب تمہیں موقع ملا ہے تو تم اسے گرفتار کیوں نہیں کر لیتے۔ کیا تم اسے ابھی اور ڈھیل دینا چاہتے ہو۔

"اگر مجھے یہی معلوم ہو جائے کہ کس قدر ڈھیل دینا ہے تو میرا کام بہت ہی آسان ہو جائے گا۔ بہرحال اس وقت میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ اپنے کو ہوا کی طرح آزاد سمجھے۔

بائیسواں باب

چوہا اور بلی

شوکت کچھ دیر تک بار میں بیٹھا اخبار پڑھتا رہا اور پھر اسے رکھ کر اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے کہیں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک بار پھر اس نے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف غور سے دیکھا۔

اسے اس جگہ کئی ایسے جانے پہچانے چہرے نظر آئے جو اس کے دوست تو نہیں تھے لیکن اس بار میں اکثر آیا کرتے تھے۔ اس نے ان کی طرف توجہ بھی نہیں دی۔ وہ اس اجنبی کو غور سے دیکھ رہا تھا جو بار میں ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ زندگی کی ٹھوکروں نے اس میں ہوشیار رہنے کی عادت پیدا کر دی تھی لیکن اس وقت وہ خاص طور پر عام حالات سے کہیں زیادہ ہوشیار نظر آ رہا تھا۔

بار سے نکل کر اس نے گلی طے کی اور پھر سڑک کی طرف گھومنے سے پہلے سگریٹ جلانے کے بہانے اس نے کنکھیوں سے پیچھے کی طرف دیکھا۔

سگریٹ جلانے کے بعد وہ آگے بڑھا کئی شاہراہوں سے گذرتا ہوا وہ جھتا روڈ پر پہونچا۔ وہاں بھی ایک جگہ ٹھہر کر اس نے ہوشیاری سے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور پھر تیزی سے ایک چھوٹے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔

"ہلو رضی" اس نے ایک عورت سے کہا جو کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی "سب کچھ ٹھیک ہے نا"

"دکھائی دیتا ہے" اس عورت نے کچھ پریشان لہجے میں کہا۔

وہ خاموشی سے کھانا کھانے بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے رضیہ!" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"جب بھی دروازے پر کوئی دستک دیتا ہے میں یہی سمجھتی ہوں کہ پولیس آگئی ہے۔" اس نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ انھیں میرے خلاف کوئی بات معلوم نہیں ہے۔"

رضیہ اس کے دو بچوں کی ماں تھی۔ وہ گھریلو زندگی میں ہمیشہ ایک اچھا شوہر ثابت ہوا تھا۔ اور شائد اسی لئے ان دو موقعوں پر جب شوکت ایک بار چھ ماہ اور دوسری بار تین سال کے لئے گھر سے غائب رہا تھا، وہ بہت ہوشیاری سے اپنا گھر چلاتی رہی تھی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بولی۔ "میں کہتی ہوں کہ تم میرے کہنے پر عمل کیوں نہیں کرتے ان باقی بچی ہوئی چیزوں کو اس گھر سے کہیں اور لے جاؤ۔ پچھلی رات مجھے ایک منٹ کیلئے بھی نیند نہیں آئی تھی اور میں سوچتی رہی تھی کہ کیا کیا ہو سکتا ہے۔"

"میں ان کی اچھی قیمت وصول کرنے کی توقع رکھتا ہوں۔"

"لیکن تم سمجھتے کیوں نہیں۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہے اس کی بنا پر تو انھیں نالی میں ہی پھینک دینا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ ان کے ساتھ تم بھی گرفتار کر لئے جاؤ۔"

شوکت کا ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی گردن پر چلا گیا۔

"تم تو مجھے بیکار ہی خوفزدہ کر رہی ہو۔ میں وقت آنے پر ابھی حاصل ہونے والی قیمت سے تین گنی قیمت وصول کر سکوں گا۔ اس شہر کا ہر باشندہ انھیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور اسی وجہ سے اشرف خاں کے بچے نے موتیوں کے کل پانچ سو روپے مجھے دیئے تھے۔ اب میں انھیں ابھی فروخت نہیں کروں گا۔"

"انھیں کسی طرح اس گھر سے نکال دو۔ میں اب اور برداشت نہیں کر سکتی۔

"اچھی بات ہے۔ جب تم کہتی ہو تو آج کی رات میں انھیں کہیں ٹھکانے لگا دوں گا۔
وہ اٹھ کر اپنے بڑے روم میں پہونچا۔ وہاں ایک کونے میں رکھے ہوئے بکس کو اٹھا کر
اس نے فرش میں بنے ہوئے گڑھے سے چھوٹا سا ایک پیکٹ نکال کر اپنی جیب میں ڈال دیا۔
"تم فکر نہ کرو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔" اس نے کہا۔ اگر پولیس آئے تو اس سے
کہہ دینا کہ وہ اس جگہ کو اپنا گھر سمجھ کر استعمال میں لا سکتے ہیں۔ انھیں میری بوتل سے تھوڑی
جن بھی پیش کر دینا۔ اگر ان کے پاس تلاشی لینے کا وارنٹ نہ ہو تو بھی انھیں یہاں کی تلاشی
لینے کی اجازت دیدینا۔"

دروازے کے پاس پہونچ کر وہ ٹھہر گیا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے
نوٹوں کی ایک گڈی نکالی۔

"میرا خیال ہے میری واپسی تک تم اسے اپنے ہی پاس رکھو۔" وہ بولا۔ "میرا مطلب ہے
شائد میرے ساتھ کوئی واقعہ پیش آجائے۔"

اس عورت نے وہ رقم فوراً اس سے لے لی اور شوکت منہ سے سیٹی بجاتا ہوا باہر نکلا
حالانکہ وہ ظاہر یہی کر رہا تھا کہ اسے کسی قسم کی فکر نہیں ہے لیکن اس وقت اس کے دل
و دماغ ـــــ دونوں پر بری طرح خوف سوار تھا۔ ابھی وہ صرف چند ہی قدم آگے بڑھا
تھا کہ اس کے منہ سے نکلنے والی سیٹی کی آواز بند ہو گئی۔ جس وقت وہ سڑک پر پہونچا وہ
بہت ہی بدلا ہوا شخص نظر آرہا تھا۔ جب تک اس کی جیب میں پڑا ہوا پیکٹ بکس کے
نیچے رکھا ہوا تھا اسے کسی قسم کی فکر نہ تھی لیکن اب اسے ہر لمحے یہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ
کوئی بھی پیچھے سے آکر اس کے کالر کو مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے۔ شوکت کو اس وقت
اپنے خوف کا پوری طرح احساس تھا۔

تقریباً دو فرلانگ وہ پیدل چلتا رہا اور پھر ایک موٹر بس پر سوار ہو گیا۔ دادر اسٹیشن
کے پاس پہونچ کر وہ اس خیال سے اتر پڑا کر اب ٹرین سے سفر کرے گا لیکن اسی وقت

اس کی نظر ایک ٹیکسی پر جا کر ٹھہر گئی اور پھر اس کے تمام جسم میں ایک سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

اس ٹیکسی سے وہی شخص نیچے اتر رہا تھا جسے شوکت نے بار میں ایک اجنبی کی حیثیت سے شناخت کیا تھا۔

وہ لانبے قد کا ایک شخص تھا جس نے ایک ملگجا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ ایک شریف قسم کا کام کرنے والا آدمی ہے لیکن کام کرنے والے آدمی بار میں نہیں آتے اور نہ ہی ٹیکسی پر بمبئی کی سڑکوں پر گھوما کرتے ہیں۔ اس آدمی کو دیکھتے ہی شوکت نے ایسا محسوس کیا جیسے کہ اس کے جیب میں پڑے ہوئے پیکٹ کا وزن بڑھتا جا رہا ہے۔

سب سے پہلا خیال جو اس کے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ وہ بھیڑ میں گھس کر چپکے سے کسی طرف کھسک جائے۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ اس طرح اسٹیشن کے احاطے میں داخل ہوا جیسے کہ وہ اس بات سے واقف ہی نہیں ہے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

شوکت کے قدم لڑکھڑا رہے تھے لیکن اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا کسی کو دھوکا دے کر نکل جانے کے لئے۔۔۔ جس میں وہ کافی ماہر تھا۔۔۔ ایک بڑے مجمع کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے آس پاس کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اگر ایسی حالت میں وہ کوشش بھی کرتا اور ناکامیاب رہتا تو ممکن ہے کہ اسے حوالات کا منہ دیکھنا پڑتا اور وہ یہ ہی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

ٹرین کی سمت بڑھتے ہوئے وہ اس بات پر غور کر رہا تھا کہ آخر کس وجہ سے پولیس نے مشتبہ ہو کر اس کے تعاقب میں ایک جاسوس کو لگا دیا ہے۔ اس میں اسے شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اس کا تعاقب کرنے والا پولیس ہی سے تعلق رکھنے والا آدمی ہے۔

اسے رضیہ کے الفاظ یاد آ گئے۔ "اس چیز کو نالی میں پھینک دینا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس کے ساتھ گرفتار ہو جایا جائے۔" شوکت نے محسوس کیا اس کی گھبراہٹ

ٹرہتی جارہی ہے۔

اس پیکٹ کو جیب سے نکال کر اس وقت کہیں بھی پھینک دینا بہت آسان ہے جبکہ اس کی طرف کوئی دیکھ نہ رہا ہو لیکن یہ جاسوس اکثر دو کے گروپ میں کام کرتے ہیں۔ بہرحال اسے ہر صورت میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا ہے جس سے اس کی شخصیت اور بھی مشتبہ ہو جائے۔ وہ سوچتا آگے بڑھتا جارہا تھا۔ اس وقت اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ ہر شخص کی آنکھیں اسی پر جمی ہوئی ہیں۔

پیچھے گھوم کر دیکھنے کی خواہش کو دباتے ہوئے وہ ٹرین پر سوار ہو گیا۔ وہ اس پیکٹ کو اپنی جیب سے نکال کر اپنی سیٹ کے نیچے ڈال سکتا تھا۔ لیکن اس میں بھی خطرہ تھا۔ کم سے کم آس پاس بیٹھے ہوئے چھ آدمی تو اس کی اس حرکت کو دیکھ ہی سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اسے ایسا بھی محسوس ہو رہا تھا کہ پوری ٹرین جاسوسوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ اب بھی مطمئن نظر آرہا تھا لیکن اس کا سر چکرانے لگا تھا اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھا تو اسے ایک دوسرے کمپارٹمنٹ کے پاس وہ جاسوس نظر آ گیا جس سے شوکت پر یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ وہ جاسوس اُسے فوراً ہی گرفتار کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اگر اس کا ارادہ کچھ اس قسم کا ہوتا تو اس نے بارمیں ہی اپنا کام پورا کر لیا ہوتا۔

اس خیال سے اسے کچھ اطمینان حاصل ہو گیا اور اس کا ذہن بھی کام کرنے لگا۔ اگر وہ لوگ صرف چوہے بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں تو پھر کچھ امید ہے۔ بہت کافی امید۔ شوکت اگلے اسٹیشن پر یہ ظاہر کرتے ہوئے ٹرین سے نیچے اترا کہ وہ جاسوس کی موجودگی سے باخبر نہیں ہے۔ ٹرین سے اتر کر وہ اس بھیڑ میں شامل ہو گیا جو گیٹ کی طرف ٹرھ رہی تھی۔

اس مجمع کے درمیان چلتے ہوئے وہ محسوس کرتا رہا کہ جاسوس کی نگاہیں اُس کی پشت

میں سوراخ کر رہی تھیں۔ اس کی انگلیاں جیب میں پڑے ہوئے پیکٹ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے موقع کی تلاش میں تھا لیکن بدقسمتی سے اسے کہیں کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں وہ اسے پھینک سکتا۔

اسٹیشن کے باہر نکلتے ہی خوش قسمتی نے اس کا ساتھ دیا۔ ایک طرف سے کافی لوگوں کا ہجوم آرہا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس میں گھسا اور گھوم کر ایک گلی میں داخل ہوگیا۔ گلی میں داخل ہونے کے بعد وہ پھر ایک طرف گھوما اور سڑک پر پہونچتے ہی ایک عمارت کی لفٹ میں داخل ہوگیا جو اوپر جانے کے لئے تیار ہی تھی۔

دو منٹ بعد وہ عقبی زینے سے اتر کر عام شاہراہ پر چل رہا تھا۔ اس درمیان اسے موقع ملا تھا کہ وہ پیکٹ کو اپنی جیب سے نکال کر کہیں بھی پھینک سکتا لیکن وہ پیکٹ اب بھی اس کی جیب میں پڑا ہوا تھا۔

چند قدم چلنے کے بعد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ شوکت نے اس پر سوار ہو کر ایک جگہ چلنے کا حکم دیا جس وقت اس کی ٹیکسی ایک دوسری سڑک پر گھومی اسے ایک پریشان سا شخص کچھ فاصلے پر کھڑا اپنا سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتا نظر آیا شوکت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی اور وہ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ٹیکسی بمبئی کی مختلف سڑکوں پر دوڑتی اور کبھی کبھی پولیس کا اشارہ پاکر چوراستوں پر ٹھہرتی اپنی منزل کی طرف بڑھتی رہی۔

کرانورڈ مارکٹ پہونچ کر ٹیکسی ایک جگہ کھڑی ہوگئی۔ شوکت نے اتر کر بل ادا کیا اور پیدل ایک طرف چلنے لگا۔ وہ اس وقت بہت خوش تھا کہ اس نے اپنے تعاقب کرنے والے کو دھوکا دے دیا ہے۔ زندگی اس کے لئے گلاب کے پھولوں کی سیج نہیں تھی لیکن اس وقت وہ اپنے کو پہلے سے کہیں زیادہ محفوظ سمجھ رہا تھا۔

پیدل چلتے ہوئے آخر وہ ایک کباڑی کی دوکان پر پہونچ گیا جہاں اپنی آنکھوں

پر موٹے شیشے کا چشمہ لگائے ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا اور دوکان میں کوئی گاہک بھی موجود نہیں تھا۔

رتن لال ان آدمیوں میں سے تھا جو اپنا منہ بند رکھنا اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ ہر اس شخص کے لئے کام کرنے کو تیار رہتا تھا جنھیں اس کی خدمت درکار ہوتی تھی۔ اس کی دوکان میں جو کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں صرف انھیں کی فروخت سے وہ اپنی زندگی بسر نہیں کرتا تھا۔ وہ ایک ماہر سنار تھا جو کسی طرح کا سوال کئے بغیر اپنے پاس آنے والی کسی بھی شے کو گلا سکتا تھا اور اس کے بارے میں کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو دیانتداری اس کے کاروبار کا سب سے پہلا اصول تھا۔

شوکت نے اپنی جیب سے بنڈل نکال کر اس کے سامنے کھولا۔

"انھیں گلانا ہے" شوکت نے کہا۔

رتن لال نے زیوروں کو اٹھا کر ان میں لگے ہوئے جواہرات کا معائنہ کیا۔

"اچھی بات ہے" اس نے کہا "کل آکر لے جانا"

کچھ دیر بعد شوکت ایک ہوٹل میں بیٹھا جن سے لطف اٹھا رہا تھا ـــــ اور ایک پنسل اس کے دانتوں میں دبی تھی۔ آخر اس نے اپنی بیوی رضیہ کو لکھا کہ وہ ابھی گھر واپس نہیں آسکتا کیونکہ سراغرساں اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں لیکن انھیں اسکے بارے میں ابھی کچھ معلوم نہیں ہے۔ اور اسے امید ہے کہ وہ آنے والوں کا مسکرا کر استقبال کریگی۔

تیئسواں باب

رات کا ملاقاتی

"سب ٹھیک ہے؟" انسپکٹر لطیف نے پوچھا۔

"ہاں!" سرجنٹ شریف نے جواب دیا۔ اس وقت دن کے دو بج رہے تھے اور گھنٹوں سے چمن پورہ کا علاقہ کسی قبرستان کی طرح پرسکون نظر آ رہا تھا۔

"گلکدہ کی طرف گئے تھے۔"

"آپ کے کہنے کے مطابق میں قریب ساڑھے بارہ بجے اس طرف گیا تھا۔ وہاں کی ہر شے اپنی اصلی حالت پر ہے۔"

انسپکٹر لطیف نے سر ہلایا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ ان میں سے نہیں تھا جنہیں خیالی محل تعمیر کرنے کی عادت ہوتی ہے لیکن گلکدہ میں ہونے والے واقعات نے اس کی پوری توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ اس کے علاوہ انسپکٹر شاہد نے زور دے کر یہ کہا تھا کہ گلکدہ کی نگرانی بہت اچھی طرح کی جانی چاہئیے۔ یہ سمجھنا بہت ہی مشکل تھا کہ اب وہاں کیا ہو سکتا ہے جبکہ اس عمارت میں قفل پڑ چکا ہے لیکن پھر بھی اپنے کو اطمینان دلانے کے لئے انسپکٹر شاہد نے اس جگہ کا ایک بار چکر لگا لینا ضروری سمجھا۔

جس وقت وہ گلکدہ نامی عمارت کے پاس پہونچا چاروں طرف پوری طرح اندھیرا پھیل چکا تھا عمارت کے قریب پہونچ کر وہ ایک مقام پر کھڑا ہو گیا اور ہوشیاری سے چاروں طرف کچھ دیکھنے اور سننے کی کوشش کرنے لگا۔ کہیں دور سے اس کے کانوں میں کتے کے بھونکنے کی آواز آتی سنائی دی اور پھر یکایک وہ اپنے سر پر کسی الّو کے چیخنے کی

آواز سن کر چونک اٹھا۔

اس نے لان کو طے کیا اور پھر دروازے کے پاس پہونچ کر اپنے "ٹارچ کی روشنی میں اس کا معائنہ کرنے لگا۔

"ارے،، اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا اور وہ زیادہ غور سے دروازے کو دیکھنے لگا گذشتہ شام کو اس نے سرجنٹ شریف کے ساتھ دیا سلائی کی ایک تیلی فرش سے دو تین انچ اوپر دروازے کے درمیان پھنسا دی تھی جس پر مشکل سے ہی کسی کی نظر پڑ سکتی تھی۔

لیکن اب وہ تیلی کا ٹکڑا دروازے کے درمیان نظر نہیں آرہا تھا۔

انسپکٹر شاہد نے ایک بار پھر غور سے دیکھنے کے بعد اس کا یقین کر لیا کہ وہ تیلی دروازے میں موجود نہیں ہے۔ پھر اس نے فوراً ہی اپنی ٹارچ بجھادی۔

دروازے پر پولیس کا وہ نشان ساڑھے بارہ بجے تک اپنی جگہ پر رہا تھا۔ اس نے سوچا۔ جب سرجنٹ شریف نے اس جگہ کا معائنہ کیا تھا۔ اگر وہ تیلی اپنی جگہ پر نہ ہوتی تو سرجنٹ نے ضرور ہی اس کی اطلاع اسے دی ہوتی۔ اس کا مطلب تھا کہ مکان میں داخل ہونے والا وہاں ساڑھے بارہ بجے کے بعد آیا تھا اور چونکہ دروازے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہونچا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شخص چابیاں استعمال میں لایا تھا۔

انسپکٹر لطیف ہوشیاری سے پیچھے کی طرف ہٹا اور پھر اس کی نظریں اندھیری کھڑکیوں کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جس شخص نے چابیوں کو استعمال کیا تھا اسے اس کا حق بھی حاصل تھا یا نہیں۔ کیا اب بھی کوئی شخص عمارت کے اندر موجود ہے اور اگر ہے تو اسے کس شے کی تلاش ہے لیکن یہ وقت سوچنے کا نہیں عمل کرنے کا تھا۔

لطیف گھاس پر بھی اپنے پنجوں کے بل چلتا ہوا مکان کے عقبی حصے کی طرف بڑھا۔ وہ اس بات سے غافل نہیں تھا کہ کسی وقت بھی کوئی چھوٹی سی گولی اس کی پشت میں آ کر

پیوست ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے کہیں بھی کوئی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی اور نہ ہی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا اس نے وہاں پہنچنے میں دیر کر دی ہے۔

اس نے اپنی ٹوپی کو پیچھے کھسکایا اور ٹھوڑی کو کھجاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر مکان کے اگلے حصے کی طرف واپس ہوا اور لان کے قریب پہنچ کر اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔

اس وقت اسے اپنے اوپر ایک عجیب قسم کے جوش کے طاری ہونے کا احساس ہوا اس نے ایسا محسوس کیا جیسے اس کی آنکھیں اسے دھوکا دے رہی ہیں لیکن ذہن اسے یہ ماننے پر مجبور کر رہا تھا۔

اسے صرف ایک سکنڈ کے لئے اوپری منزل کی ایک کھڑکی میں روشنی کی ایک کرن سی نظر آئی تھی

اس کا مطلب تھا شکار ابھی موجود ہے۔

انسپکٹر کی رگوں میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ اسے اپنی زندگی میں صرف ایک بار نقب زن سے مقابلہ کرنے کا موقع ملا تھا اور اس کی یاد اس کے لئے کسی خزانے سے کم نہ تھی۔ حالانکہ یہ کئی سال پہلے کا واقعہ تھا لیکن ایک بار پھر وہ مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا۔

اُسے کس طرح اپنا کام کرنا چاہیئے۔ وہ سوچنے لگا۔ اسے کسی ایسے طریقے پر عمل کرنا ہے جس میں کہیں سے بھی ناکامیابی کی امید نہ ہو۔ کیا دروازے کے سامنے کھڑے رہ کر اندر والے شخص کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ کیا اس سے تنہا مقابلہ کرنا مناسب ہوگا۔ کچھ لمحہ اس نے غور کیا اور پھر اسے یہی بہتر نظر آیا کسی کو اپنی مدد کے لئے بلا لینے سے اس کا کام زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔

وہ تیزی سے واپس ہوا۔ سڑک پر پہنچتے ہی اس کی ملاقات سرجنٹ شریف

سے ہو گئی۔

"میرے ساتھ آؤ۔ مجھے تمھاری ضرورت ہے۔" اس نے کہا اور پھر ایک ٹیلیفون بوتھ کے پاس پہونچتے ہوئے اس نے پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کیا جو وہاں سے قریب دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

"ایمرجنسی کال۔" وہ اس آفیسر سے بولا جس نے اسے جواب دیا۔ "مجھے چھ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جلدی ــــــ اس وقت مس نجمہ کے مکان گلکدہ میں چور موجود ہیں۔ جلد ہی کار کے ذریعے مدد بھیج دی جائے۔"

اس نے ریسیور رکھا اور پھر تیزی سے گلکدہ کی طرف واپس ہوا۔ سرجنٹ شریف اس کے پیچھے تقریباً دوڑ رہا تھا۔

اس نے واپس ہوتے ہوئے حساب لگایا تو اسے معلوم ہوا کہ ان سب کاموں میں اس کے تو دس منٹ سے زیادہ صرف نہ ہوئے ہوں گے۔ مکان کے داخلی دروازے کے پاس پہونچ کر وہ سرجنٹ شریف کے ساتھ اپنا فرض پورا کرنے کے لئے ہوشیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔ دروازہ اب بھی بند تھا اور انتظار کے درمیان اسے بار بار دور سے الو کی آتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کبھی کبھی دور پر بھونکنے والے کتوں کی ہلکی آوازیں بھی ان کے کانوں میں پہونچ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ انھیں پندرہ منٹ تک اور کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ پھر ایک جیپ وہاں آکر ٹھہری۔

"تم یہیں ٹھہرو شریف۔" انسپکٹر لطیف نے کہا۔ "اگر وہ تمھاری موجودگی میں بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔"

جیپ سے انسپکٹر جگدیش کے ساتھ کئی باوردی شخص نیچے اترے۔ لطیف نے اس کے پاس پہنچ کر جلدی جلدی تمام حالات سے آگاہ کیا۔

"اس مکان کی چابی ہمیں کہاں مل سکتی ہے؟" جگدیش نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے وحید کے پاس ہوگی جو اس مکان کا نگراں ہے۔ وہ یہاں سے نصف میل کے فاصلے پر ایک مکان میں رہتا ہے۔"

انسپکٹر جگدیش نے چند لمحے غور کیا۔

"وہاں جانے اور واپس آنے میں کافی دیر ہو جائے گی۔" اس نے فیصلہ کیا۔ "آپ کو یقین ہے آپ نے اوپر روشنی دیکھی تھی۔"

"ہاں۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں۔"

"پھر تو صرف ایک ہی طریقہ ہے حالانکہ یہ قانون کے خلاف ہوگا۔"

جگدیش نے اپنے آدمیوں کو مکان کے گرد پھیلا دیا اور خود لطیف کو ساتھ لیکر ایک کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اس نے اس کھڑکی میں لگے ہوئے ایک شیشے کو توڑ ڈالا اور پھر ہاتھ ڈال کر کھڑکی کی سٹکنی گرا دی۔ دونوں اندر پہونچ گئے۔

چند سکنڈ بعد نچلی منزل کے تمام لائٹ سوئچ نیچے گرے ہوئے تھے اور ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دونوں پولیس افسروں نے اس جگہ کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اور پھر پہلی منزل پر پہونچنے کے لئے زینہ طے کرنے لگے۔

دھیرے دھیرے عمارت کی تمام کھڑکیاں روشن نظر آنے لگیں۔ نصف گھنٹے کی بیکار جستجو کے بعد دونوں آفسروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔" جگدیش نے کہا۔ "شائد بھوت رہا ہو۔"

"لیکن بھوت اپنے ساتھ روشنی لے کر نہیں چلتے۔" انسپکٹر شاہد نے کچھ منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ "تاکہ انھیں لوگ آسانی سے دیکھ سکیں۔"

"بہرحال کوئی بھی بات رہی ہو اب یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ شکار بھاگ گیا ہے چونکہ عقبی دروازہ اندر سے بند ہے تمام کھڑکیاں بھی اچھی طرح بند ہیں اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان چند منٹ کے اندر باہر نکل گیا تھا جب یہاں پر کوئی بھی

موجود نہیں رہا تھا۔

دونوں افسر نچلی منزل میں آ گئے جہاں انسپکٹر لطیف نے داخلی دروازے کے پاس پہونچ کر جھکتے ہوئے دیا سلائی کی ایک تیلی اٹھائی جو قریب چوتھائی انچ لمبی تھی۔

"یہ دیکھئے" وہ خوش ہو کر بولا۔ اگر میں نے بھوت دیکھا تھا تو یہ چیز اندر کیسے آ گئی"

لطیف نے انسپکٹر جگدیش کو اس تیلی کا راز بتایا۔

"پھر تو ضرور ہی کوئی اندر آیا تھا لیکن ابھی تک میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ یہاں آنے والے کو کس شئے کی تلاش تھی۔ اب ہم دن میں اور اچھی طرح اس مکان کی تلاشی لیں گے۔ یہاں اس مکان کی نگرانی کے لئے ایک کانسٹبل مقرر کر دیا جائے اور اس کی اطلاع مس نجمہ کو بھی فوراً ہی دے دینی چاہیئے کہ یہاں کیا ہوا ہے۔ وہ کہاں ہے؟

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انسپکٹر شاہد نے کل صبح اسے کہیں بھیج دیا ہے اور جب میں نے ان سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں گئی ہے تو انھوں نے اس بارے میں بتانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

"ہوں" انسپکٹر جگدیش نے کہا "بہتر ہو گا اگر ہم اسی وقت چل کر مکان کے نگران وحید سے مل لیں۔

انسپکٹر جگدیش کو ساتھ لے کر لطیف وحید کے مکان پر پہونچ گیا۔ اس کے دستک دیتے ہی ایک کھڑکی سے کسی نے اپنا سر باہر نکالا۔

"ہم محکمہ پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔ جگدیش نے کہا "اور وحید سے ملنا چاہتے ہیں۔

"اچھی بات ہے۔ میں دروازہ کھولتا ہوں۔

انسپکٹر جگدیش نے کمرے میں داخل ہوتے ہی وحید کے چہرے کی ہر شکن پر تکلیف کے آثار دیکھے۔ وہ کچھ خوفزدہ بھی نظر آ رہا تھا۔

کیا کوئی بات ہوئی ہے۔ وحید نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اس نے جس ہاتھ میں

لالٹین لے رکھی تھی وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔

"تمھارے پاس گلکدہ کی چابی ہے۔ اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں۔

"وہ کہاں ہے"

"رکھی ہوئی ہے لیکن ہوا کیا ہے۔

"تمھارے علاوہ اور کس کے پاس چابی رہتی ہے"؟

"نجمہ کے پاس۔ وہ ایک چابی ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہے"

"اور کسی کے پاس بھی رہتی تھی"

"وہاں کی چار چابیاں ہیں۔ کل مکان کو بند کرنے سے پیشتر اس سلسلے میں انسپکٹر شاہد نے مجھ سے بات کی تھی۔ میں نے انھیں بتایا تھا کہ ایک چابی ہال میں رکھی ہوئی میز کے خانے میں رکھی ہے ایک ملازم نصیر کے پاس اور ایک میرے پاس رہتی ہے۔ انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تینوں چابیوں کو اپنے قبضے میں کر لوں۔ چوتھی نجمہ کے پاس تھی اور میرا خیال ہے اب بھی اسی کے پاس ہوگی۔ لیکن ـــ" اب وحید کی کپکپاہٹ کم ہو گئی تھی"ـــ آپ مجھ سے یہ سوالات کیوں پوچھ رہے ہیں۔

"آج رات کوئی مکان میں داخل ہوا تھا" انسپکٹر جگدیش نے بتایا۔ کیا وہ تم تھے۔ اس نے پھر جلدی سے پوچھا۔

"میں قریب نو بجے بستر پر لیٹ گیا تھا اور کافی دیر تک ان سب باتوں میں الجھا رہا تھا جو گلکدہ میں پیش آئی تھیں۔ اس وقت میری آنکھ لگی ہی تھی جب آپ نے دستک دی۔ آپ کا مطلب ہے وہاں چور گھسے تھے"

ہم ابھی اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

"لیکن سمجھ میں نہیں آتا وہاں کوئی کیوں گیا ہوگا"

"اس کا جواب شائد ہمیں کبھی مل جائے۔ لیکن اب تم یہ دیکھ لو کہ تمھارے پاس سب چابیاں موجود ہیں یا نہیں اور انھیں لیتے بھی آنا۔"

وہ چلا گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں تین چابیاں تھیں۔

"یہ میرے سرہانے رکھی ہوئی تھیں۔" اس نے بتایا۔

جس وقت انسپکٹر جگدیش واپس ہوا وہ چوتھی چابی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو نجمہ کے پاس تھی ـــــ یا اب ممکن تھا نہ ہو۔ اسے بہتر یہی نظر آیا کہ وہ انسپکٹر شاہد کو اس کی اطلاع دیدے کیونکہ وہ نجمہ کے پتے سے واقف تھا۔

اس کے علاوہ واپسی پر تمام راستے اس کی آنکھوں کے سامنے وحید کا خوفزدہ چہرہ گھومتا رہا تھا۔ اس میں نہ جانے کون سی خاص بات انسپکٹر نے دیکھی جو اس کے لئے ایک پہیلی بنی ہوئی تھی ـــــ اور یہ اس وقت بھی اس کی پریشانی کا باعث بنی رہی جب وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی چوتھی چابی بھی اس کے ذہن پر سوار تھی۔

دوسری صبح بیدار ہوتے ہی اس نے پھر بمبئی پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کیا۔ خوش قسمتی سے اس وقت انسپکٹر شاہد وہاں موجود تھا۔

"میں نجمہ کے بارے میں فکر مند ہوں۔" جگدیش نے کہا۔ "کیا وہ اچھی طرح ہے؟"

"تین منٹ پیشتر میں اس سے فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ شاہد نے جواب دیا۔ میں پونہ کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ کیا ہماری ملاقات گلکدہ میں ہو سکتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو وہاں ضرور آنے کی کوشش کرنا۔

چوبیسواں باب

جال

مظہر اپنی بہن اور نجمہ کے ساتھ اپنی بہن کے کمرے میں ہی بیٹھا ہوا تھا جب صبح دس بجے کے قریب ذاکر اس سے ملاقات کرنے کیلئے پہنچا۔

"کیا آپ نے سنا کہ گلکدہ میں کیا ہوا ہے" نجمہ نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا

"ہاں" ذاکر نے جواب دیا "میں انسپکٹر شاہد سے ملاقات کرنے گلکدہ ہی جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے اس نے آپ کو تمام باتیں بتا دی ہوں گی۔

"انھوں نے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ کیا میں ٹھیک ہوں" نجمہ نے بتایا "اور پھر مجھ سے اپنی چابی دیکھنے کے لئے کہا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ رات کے وقت وہاں کسی قسم کی روشنی دیکھی گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔

"ابھی یہ ایک راز ہے۔ آخر وہ کون ہو سکتا ہے جو رات کے وقت وہاں گھوم رہا تھا۔

"میں تو اس کے بارے میں اندازے سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی"

"آپ کے علاوہ صرف وحید ہی ایک ایسا شخص ہے جس کے پاس وہاں کی چابیاں ہیں"

"کم سے کم رات کو اس جگہ اس کے جانے کی مجھے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی" نجمہ نے کہا۔

ذاکر نے اپنے شانوں کو ہلکی سی جنبش دی۔

"وحید کا کہنا ہے کہ وہ اس وقت تک بستر ہی پر تھا جب تک پولیس اس کے

پاس نہیں پہونچی تھی۔

"بیچارہ، اگر آپ لوگ بھی اس سے میری ہی طرح واقف ہوتے تو محسوس کرتے کہ اس پر شبہ کرنا کس قدر عجیب سا لگتا ہے۔ میں جانتی ہوں وہ ایک باہمت شخص ہے لیکن اسے شروع سے ہی اس بات کی شکایت تھی اکثر اسے وہاں تنہا رہنا پڑ رہا ہے۔ وہ اس جگہ رات کو تنہا رہنے سے بہت گھبراتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وحید وہاں رات کے وقت کسی بھی حالت میں نہیں جا سکتا تھا۔

آپ اپنے یہاں کے ملازموں کو ہم سے زیادہ ہی جانتی ہوں گی۔" ذاکر نے کہا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے علاوہ صرف اسی کے پاس اس عمارت کی چابی تھی۔"

"میرا خیال تھا کہ میرے تجوری کی چابی میرے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ہے۔" نجمہ نے کہا۔ "لیکن نقلی چابی استعمال میں لاکر کوئی شخص میرے زیورات چوری کر لے گیا تھا۔

"خیر،" ذاکر نے کہا۔ "اگر وہاں کے داخلی دروازے کے قفل کی نقلی چابی بن گئی تھی تو پھر وہاں سے آپ کا یہاں آ جانا ہی زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے اپنے کتے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا جو اپنا منہ اس کے پیروں کے درمیان داخل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "گلکدہ میں کسی شخص کا داخل ہونا شاہد کیلئے حیرت کی بات ثابت ہوئی۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ چوہے اس طرف نہیں جایا کرتے جہاں ان کو پھنسانے کے لئے جال لگایا گیا ہو اور وہ اس سے واقف ہو گئے ہوں خواہ اس جگہ ان کی مرغوب غذا ہی کیوں نہ رکھی ہو۔

"اسی پر میں بھی غور کر رہا تھا۔" مظہر نے کہا۔ "شاہد کے فون کرنے کے بعد میں نے اور نجمہ نے وہاں کی ایک ایک شے کے بارے میں سوچا ہے۔ اس جگہ ضرور

لائبریری کی دیواروں پر مصوری کے کچھ نادر نمونے ضرور موجود ہیں اس کے علاوہ وہاں اور کوئی ایسی قیمتی شے نہیں ہے جو کسی چور کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔

ڈاکر کچھ دیر تک خاموشی سے کتے کے کان سے کھیلتا رہا۔

"پھر تو ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ جو چور گذشتہ رات اس عمارت میں داخل ہوا تھا کم سے کم اسے اس بات کا تو یقین تھا کہ اسے وہاں کوئی عمدہ قسم کی غذا مل جائے گی۔

"میں سمجھا نہیں" مظہر نے کہا۔

"اس مکان میں داخل ہونے والے شخص نے یا تو غلطی کی تھی اور خالی ہاتھ واپس آ گیا تھا یا پھر نجمہ اس شے کی موجودگی سے واقف نہیں ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"لیکن میں اپنے گھر اور وہاں کی ایک ایک چیز سے اچھی طرح واقف ہوں" نجمہ نے کہا۔

ڈاکر یکایک آگے کو جھک گیا۔

"کیا آپ کے والد نے کبھی آپ سے گلکدہ کے کسی پوشیدہ مقام کے بارے میں بھی گفتگو کی تھی۔ مثال کے طور پر کسی میز کا خانہ یا دیوار کے پیچھے کوئی کمرہ ــــــ"

مجھے یاد نہیں آتا کہ انھوں نے کچھ کہا تھا"

"اس وقت بھی نہیں جب آپ چھوٹی سی تھیں۔

"نہیں"

"لیکن اگر وہاں کوئی پوشیدہ جگہ ہے" مظہر نے کہا" تو وہاں ہو کیا سکتا ہے"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں" ریوورٹر نے کہا" گلکدہ میں داخل ہونے والا شخص کچھ نہ کچھ سوچ کر ہی وہاں گیا ہو گا۔ اس پر تو کسی طرح شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ دھمکی آمیز خطوط ظاہر کرتے ہیں کہ اس معاملے کی جڑ اس زمانے کی طرف چلی گئی ہے جب نجمہ کے والد کا انتقال نہیں ہوا تھا۔ یہ جڑ ماضی میں کس قدر دور تک گئی ہے۔ اس کے

بارے میں ہم صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔ ان کے کاروبار پر نظر ڈالتے ہوئے سب ہی کا ذہن جنوبی افریقہ کی طرف جاتا ہے اور اس خیال کی تصدیق کرنے کیلئے ہمارے سامنے ٹانگا ہیں ہے۔ یہ تو صاف ہی ظاہر ہے کہ جس شخص نے انھیں بھیجا ہے وہ سمجھتا تھا کہ نجمہ اس کے پوشیدہ معنی سے واقف ہے یا پھر جلد ہی ہو جائے گی --- یعنی ہمارے سامنے پھر ماضی کا زمانہ آجاتا ہے۔"

"لیکن" نجمہ نے کہا "گذشتہ رات کے واقعے اور افریقہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"اگر ہمیں یہی معلوم ہو جائے تو کم سے کم اس کیس کا نصف حصہ حل ہو جائے گا۔" ذاکر نے جواب دیا۔ میرا خیال ہے کہ اس مکان میں افریقہ سے تعلق رکھنے والی کوئی ایسی چیز ضرور موجود ہے جو آپ کے والد اور اس رات کو مکان میں داخل ہوتے والے شخص کے درمیان ایک رشتہ قائم کرتی ہے۔ اور وہ شے ضروری نہیں کہ سونا اور جواہرات ہی ہو۔ ممکن ہے آپ نے اسے دیکھا ہو لیکن آپ نے اس کی کوئی قیمت نہ سمجھی جو اس شخص کے لئے ایک قیمتی شے ہو۔ آپ کو یقین ہے کہ آپ نے اپنے والد کے تمام پرانے کاغذات دیکھ لئے ہیں اور کہیں کچھ پوشیدہ نہیں ہے؟"

"یقیناً۔ والد کے انتقال کے بعد میں نے تمام کاغذات کو ایک ایک کر کے دیکھا تھا اس کام میں بشیر صاحب نے میرا ساتھ دیا تھا۔ ہم نے مکان کے ایک کاغذ کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔

"پھر تو اس حالت میں اس راز کو حل کرنے کے لئے کہ کیوں وہ شخص رات کو گلکدہ میں داخل ہوا تھا ہمیں کافی محنت کرنا پڑے گی۔" ذاکر نے کہا۔ "میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ وہ شخص وہاں صرف ٹہلنے ہی نہیں گیا ہو گا۔ اس کا کوئی اور مقصد بھی ہو گا۔ کیونکہ اگر وہ گرفتار ہو جاتا تو اس پر کئی جرم لگائے جا سکتے تھے۔ خیر" وہ کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب مجھے جا کر یہ دیکھنا چاہئے کہ شاہد اس جگہ کیا کر رہا ہے۔"

گلکدہ پہونچ کر اس نے انسپکٹر شاہد کو لان پر ٹہلتے ہوئے پایا۔

"کوئی نئی بات" ذاکر نے پوچھا۔

"یہ مقام مجھے آسیب زدہ معلوم ہوتا ہے" شاہد نے کچھ کھسیائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ انسپکٹر جگدیش کے ساتھ میں نے یہاں کا ایک ایک کونا دیکھا ہے۔ اس بیچارے کی انگلی ایک جگہ ٹوٹے ہوئے شیشے کے لگ جانے سے کٹ گئی ہے اور میرے سر میں ایک شہتیر سے چوٹ آگئی ہے لیکن ہمیں کوئی ایسا نشان نظر نہیں آیا جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ مکان کی کوئی شے اِدھر اُدھر کی گئی ہے"

پچیسواں باب

مفرور ملزم

جب شوکت کی آنکھ کھلی تو دن کافی چڑھ چکا تھا۔ آنکھ کھولنے سے پیشتر ہی اس نے ایسا محسوس کیا جیسے اس کے ذہن پر ایک بھاری بوجھ رکھا ہوا ہے۔ اس کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔

"کیا بات ہے" وہ آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہوا اٹھ بیٹھا اور اس انجانے کمرے کو دیکھنے لگا جس میں اس نے رات گزاری تھی۔

اس کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ وہ رضیہ کے اٹھنے سے پیشتر ہی باورچی خانے میں پہونچ جایا کرتا تھا اور جب تک وہ بیدار ہوتی وہ چاء تیار کر لیتا تھا۔ ہر صبح کسی گھر کی طرح رضیہ اسے سمجھایا کرتی تھی کہ ناشتے کے ساتھ جن کو استعمال کرنا پیٹ کے لئے بہت برا ہے لیکن وہ ہمیشہ اس کی بات ہنسی میں اڑا دیا کرتا تھا۔

رضیہ کے علاوہ اور کوئی عورت بھی ایسی نہیں ہے جو اس کے لئے بہتر ثابت ہو سکتی ہو اس نے سوچا۔ اس پر برے وقت بھی آئے تھے لیکن وہ ہمیشہ اسی کے ساتھ رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ مصیبت میں مبتلا تھا اور اسے یقین تھا کہ رضیہ اس کا ساتھ دیگی۔ وہ اس طرح گھر کا کام دیکھے گی۔ بچوں کی نگرانی کرے گی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ اور اس وقت تک کرتی رہے گی جب تک کہ وہ اس کے پاس نہیں پہونچ جائے گا۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو رضیہ کی خواہش تھی کہ وہ ایمانداری کی زندگی بسر کرے یہ بات اسے کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن وہ ایک بار اسے بھی آزمانے کیلئے

تیار تھا کہ جب اس کے ہاتھ ایک اچھی رقم آجائے گی تو وہ بمبئی شہر چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جائے گا۔ اور پھر وہاں ایماندارانہ زندگی گذارنے کی کوشش کرے گا لیکن اگر اسے اس میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر وہ اپنا پرانا کام شروع کر دے گا۔ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہ کر اپنا کام کر سکتا تھا۔

اس کا ذہن گذشتہ دن کے منظر کی طرف گھوم گیا جب ایک جاسوس اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور اس نے اسے دھوکا دے دیا تھا۔ اب گھر جانے میں خطرہ تھا کیونکہ وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں پولیس سب سے پہلے پہونچ سکتی تھی۔

ان روپیوں کی یاد آتے ہی اسے ایک قسم کا اطمینان حاصل ہو گیا جو اس نے رضیہ کو دیئے تھے۔ وہ اس کے ذریعے کافی دنوں تک آرام سے رہ سکتی تھی۔ اسے یہ بات سوچ کر بہت ہی تکلیف پہونچتی تھی کہ رضیہ کو کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت محسوس ہو۔

روپے کا خیال آتے ہی وہ اچھل کر بستر پر بیٹھ گیا اور اپنی جیب کی رقم کا شمار کرنے لگا۔ صرف چند روپے اور کچھ ریزگاری تھی جو ضروریات کو پوری کرنے کے لئے کچھ نہ ہونے کے برابر تھی۔ اسے ضرور ہی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا اگر وہ اپنے ساتھ ان زیورات کو نہ لایا ہوتا۔ اگر اس نے جاسوس سے خوفزدہ ہو کر اسے کہیں پھینک دیا ہوتا تو کیا ہوتا ــــ اس خیال کے آتے ہی اس کا ذہن چکرانے لگا۔ لیکن اب اسے اطمینان تھا۔ سنار نے اسے گلا دیا ہوگا اور وہ اسے فروخت کر سکے گا۔ اپنی ضرورت کے مطابق روپے حاصل کر سکے گا۔

شوکت کے ذہن کا نامعلوم بوجھ اس وقت اور بھی بھاری ہو گیا جب وہ کپڑے تبدیل کر رہا تھا۔ اس کے جسم میں ایک بار پھر کپکپی دوڑ گئی۔ اس نے تصویر کی نگاہوں سے رضیہ اور اپنے دونوں بچوں کو دیکھا جو شائد اسی کی یاد میں کھوئے ہوئے تھے۔

اسے ان کی پرورش کے بارے میں فکر نہیں تھی کیونکہ رضیہ نے اس کے رات میں واپس نہ آنے کا مطلب سمجھ لیا ہوگا۔ اس کے دل میں انھیں دیکھنے کی زبردست خواہش پیدا ہورہی تھی۔ اسے ایسا یاد آرہا تھا جیسے اس نے خواب دیکھا ہے کہ وہ انھیں پھر نہ دیکھ سکے گا۔ خواب اپنا اثر اس پر بہت ہی کم چھوڑا کرتے تھے لیکن نہ جانے کیوں اس خواب کا اس کے ذہن پر گہرا اثر پڑا تھا۔

وہ جتنی جلدی تیار ہوسکتا تھا تیار ہوا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا لیکن کباڑی کی دوکان کے پاس پہونچتے ہی —— جہاں اس نے زیورات گلانے کے لئے دیئے تھے —— اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل بیٹھتا جارہا ہے۔

اس دوکان کے سامنے دو سپاہی کھڑے تھے۔ جس کی طرف اُس کے قدم اٹھ رہے تھے۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر عام آدمیوں کا مجمع سڑک کے کنارے کھڑا ہوا اس تفریح کو حاصل کررہا تھا جو اکثر دوسروں کو مصیبت میں دیکھ کر ہوتی ہے۔

شوکت نے اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس وقت زندگی نے اس کے منہ پر ایک گہرا طمانچہ مارا تھا۔ دھیرے دھیرے چلتا ہوا وہ بھی مجمع کے درمیان جاکر کھڑا ہوگیا۔

”میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔ اس دوکان کی پولیس نگرانی کررہی تھی۔ اگر وہ نگرانی نہیں کررہی تھی تو پھر انھیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہاں چوری کے مال کی تجارت ہوتی ہے۔

”چپ بھی رہو“ دوسرے شخص نے کچھ بگڑ کر کہا ”تم ان پولیس والوں سے واقف نہیں ہو۔ یہ تمہیں بھی گواہی دینے کے لئے گھسیٹ لے جائیں گے۔

وہ دونوں خاموش ہوگئے اس لئے شوکت کو دوسری جگہ کھسک کر کچھ سننے کی کوشش کرنا پڑی۔

"ہاں میں اس وقت یہیں موجود تھا۔" اس نے ایک لمبی ناک والے شخص کو کہتے سنا۔ "جب پولیس کی جیپ یہاں آکر ٹھہری تھی اور اس میں سے کئی پولیس والے اتر کر دوکان کے اندر گئے تھے۔ دوکان دار بیچارہ اس وقت بہت پریشان نظر آرہا تھا جب ہتھکڑیاں لگا کر اسے باہر لایا گیا تھا۔ میرے خیال سے تو اسے دس سال سے کم کی سزا نہ ہوگی۔ اس کی عمر دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب زندہ جیل سے باہر آنا اس کے لئے مشکل ہے۔

شوکت کے جسم کی گھبراہٹ اب اور بڑھ چلی تھی کھسکتا ہوا مجمع سے باہر آیا۔ اس کی انگلیاں ان روپیوں پر جمی ہوئی تھیں جو اس کی جیب میں موجود تھے۔ کچھ دیر پیشتر اس کی نظر میں ان روپیوں کی کچھ بھی قیمت نہیں تھی لیکن اب وہ اسے کسی خزانے سے کم نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ایماندار رتن لال کے پاس سے اب ان چیزوں کا واپس ملنا ناممکن تھا اور اسے کہیں اور سے روپے ملنے کی امید بہت کم تھی۔

وہ یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس کے قدم کس طرف اٹھ رہے ہیں آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا اور آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر یہ بات بھی اور واضح سے واضح تر ہوتی جا رہی تھی کہ رتن لال کی گرفتاری کا مطلب اس کے لئے کیا ہو سکتا ہے کوئی اور وقت ہوتا تو اسے اس نقصان کی پرواہ نہ ہوتی لیکن اب رتن لال کی گرفتاری سے نہ صرف اس کی جیب ہی ہلکی ہو گئی تھی بلکہ وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ اس کی تلاش میں ہر طرف سراغ رساں گھوم رہے ہیں۔

جب بھی شوکت کی نظر کسی پولیس مین پر جاتی وہ ایسا محسوس کرتا کہ اس کی پیٹی کچھ اور نیچے کھسک گئی ہے۔ جہاں تک اسے یاد تھا اس نے ہمیشہ ہی اپنے ہر کام کو بہت ہی ہوشیاری سے پورا کیا تھا لیکن اس وقت اس کی قسمت اس کے خلاف

ہو گئی تھی ــــ اور چونکہ اس کی جیب میں بھی جو روپے تھے وہ کچھ نہ ہونے کے برابر تھے اس لئے وہ کچھ کرنے پر بھی مجبور تھا۔

ایک چوراستے پر کھڑے ہو کر ــــ جہاں لوگوں کا ہجوم تیزی سے اِدھر اُدھر آجا رہا تھا اس نے اپنے دل میں رضیہ کو دیکھنے کی زبردست خواہش محسوس کی۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس سے بہت دور چلی گئی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ پھر آگے بڑھنے لگا۔ اس وقت تھوڑی سی چین اس کیلئے آبِ حیات ثابت ہو سکتی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ اسے سوچنے کے لئے صاف ذہن کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اسے اپنی جیب میں پڑی ہوئی رقم کا بھی پوری طرح احساس تھا۔

اس نے چلتے ہوئے ایک اخبار خرید لیا اور ہوٹل میں پہونچ کر چائے کا آرڈر دیتے ہوئے اخبار کھول کر پڑھنے لگا۔ اس میں سرخیوں کے ساتھ اس واقعے کے حالات چھپے ہوئے تھے جن سے اسے خود بھی گہری دلچسپی تھی۔

"اب یہ ناممکن نظر آ رہا ہے ــــ اڈیٹر نے آخر میں اپنی رائے ظاہر کی تھی ــــ کہ اس وقت پھر گلکدہ میں جا کر کوئی رہے جب تک اس کے گرد پھیلے ہوئے اسرار کا راز حل نہیں ہو جاتا۔

اس بارے میں کافی رازداری برتی جا رہی ہے کہ مس نجمہ رباب کہاں ہیں۔ اور اس خالی مکان کی نگرانی کسی قلعہ کی طرح کی جا رہی ہے۔

"انسپکٹر لطیف ــــ جنھوں نے گذشتہ رات وہاں کی ایک کھڑکی میں روشنی دیکھی تھی ــــ اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ آج ہی کوئی گرفتاری عمل میں لانے والے ہیں۔ لیکن جب اس سلسلے میں ڈپٹی انسپکٹر شاہد سے سوالات کئے گئے ــــ جو اس کیس کے انچارج ہیں ــــ تو انھوں نے بتایا کہ گرفتاری کرنے سے بیشتر ہر طرح کے ثبوت حاصل کرنے بہت ضروری ہیں۔

اتنا پڑھنے کے بعد شوکت نے پیالی اٹھا کر چائے کی چسکی لی۔

"ثبوت" وہ بڑبڑایا۔ اس کا مطلب ہے ابھی انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ گرفتار کسے کرنا ہے"

پیالہ رکھنے کے بعد اس نے آگے پڑھا۔

مسٹر محمود حسن نے پولیس کے پاس دس ہزار روپے اس شخص کو انعام دینے کیلئے جمع کر دیئے ہیں جو مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دے سکے گا۔

"مسٹر بشیر احمد وکیل کو کس شخص نے بدھ کو ہوٹل ڈی لکس میں خنجر مار کر ہلاک کیا تھا

"جمعرات کے دن کس شخص نے گلکدہ میں جواہرات کی چوری کی تھی۔

"جمعرات کی رات کو کس شخص نے جمال کے سر پر رینچ مار کر اسے اس کے کارخانے کے آفس میں ہلاک کیا تھا۔

"جمعہ کی صبح کس شخص نے نجمہ کو کلوروفارم کے ذریعہ مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔

"وہ کون شخص تھا جو آج رات گلکدہ میں بغیر اجازت، داخل ہوا تھا۔

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سراغرساں محکمے کو اس پر یقین ہے کہ یہ تمام جرم ایک ہی شخص کے کئے ہوئے ہیں یا پھر کسی نہ کسی طرح ایک ہی شخص سے تعلق رکھتے ہیں اس کام میں صرف ایک ہی آدمی کام کر رہا ہے یا اس کے ساتھ اس کا گروہ بھی ہے اس معاملے پر پولیس کا منہ پوری طرح بند ہے۔ لیکن اس میں تو شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا کہ ان تمام کاموں میں صرف ایک آدمی ہی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔

سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تین دن گذر جانے کے باوجود مجرم کے علاوہ اور کوئی اس شخص سے واقف نہیں ہو سکا ہے جو یہ سب کچھ کر رہا ہے اور نہ ہی کسی کو یہ علم ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔

جس وقت مس نجمہ وہاب کے زیورات چوری گئے تھے یہ خیال کر لیا گیا تھا کہ

مجرم اسی کو حاصل کرنے کے چکر میں تھا لیکن اب ـــــ بعد کے حالات نے اسے غلط ثابت کر دیا ہے۔

گلکدہ میں زیورات چوری جانے کے کئی گھنٹے بعد جمال پر قاتلانہ وار کیا گیا تھا اور کافی ہوشیاری سے تفتیش کرنے کے باوجود ابھی تک اس سلسلے میں کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی ہے جس سے کہ اس معاملے پر کچھ روشنی پڑ سکے۔

پھر کل کا واقعہ سامنے آتا ہے جب مس نجمہ وہاب کی جان لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس سے اس خیال کی پوری طرح تردید ہو جاتی ہے کہ مجرم صرف اس کے زیورات حاصل کرنا چاہتا ہے اور اب پولیس اس بات پر حیرت زدہ ہے کہ مجرم آج کی رات کیوں اس گلکدہ نامی عمارت میں داخل ہوا تھا۔

شوکت نے پڑھنے کے درمیان چائے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی اور اب وہ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ وہ اخبار میز پر رکھ کر آنکھوں کو بند کرتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ مصیبت کے وقت اپنے ہی یاد آتے ہیں۔

یہ ممکن تھا کہ وہ کسی طرح رضیہ سے جا کر مل لیتا اور اس سے ان روپیوں میں سے کچھ اپنے لئے بھی لے لیتا جو اس نے اسے دیئے تھے لیکن اس میں بھی بہت سی مشکلیں تھیں ہو سکتا تھا کہ جاسوسوں نے اس کے گھر کی نگرانی شروع کر دی ہو اور اس کی بیوی کے پیچھے بھی لگ گئے ہوں۔

اس لئے شوکت نے اس خیال کو اپنے ذہن سے پوری طرح نکال دیا۔ دھیرے دھیرے ایک نئے خیال نے اس کے ذہن پر اپنا قبضہ جمانا شروع کر دیا۔

اس نے دو تین بار پھر اخبار پر نظر ڈالی اور اپنے آئندہ کے پروگرام پر غور کرتا رہا۔ آخر وہ اٹھا اور چائے کے پیسے ادا کر کے ہوٹل سے باہر آ گیا۔

اس وقت پہلی بار اس نے محسوس کیا کہ اس کے ذہن کا بوجھ کچھ ہلکا ہو گیا ہے۔

اس نے جو کچھ سوچا ہے اگر وہ ہو گیا ـــــــ اور ہونے کی کافی امید ہے ـــــــ تو اس کی تمام موجودہ مشکلیں دور ہو جائیں گی۔ پھر اگر وہ اس شہر سے باہر نکل گیا تو اطمینان کی سانس لے سکے گا۔ اسے اس کا احساس تھا کہ ہر اسٹیشن پر اور شہر سے باہر جانے والے راستوں پر اس کی تلاش میں جاسوس مقرر ہوں گے لیکن اسے بھی اپنی ذات پر یقین تھا کہ وہ ان کو آسانی سے دھوکا دے کر فرار ہو سکتا تھا۔

اب وہ اس قدر خوشی محسوس کر رہا تھا کہ اس کے منہ سے سیٹی کی آواز بھی نکلنا شروع ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد جب وہ ایک بس پر سوار ہوا تو اس کا ذہن پھر رضیہ کی طرف بھٹک گیا اور اس کے ذہن کا بوجھ پھر بڑھ گیا۔

اسے اپنے تین سالہ بچے کی یاد آئی جس سے وہ گہری محبت رکھتا تھا لیکن اب ان کے درمیان ایک بہت ہی اونچی دیوار کھڑی ہو چکی تھی۔ شوکت نے اپنے سر کو جھٹکا دے کر سوچا کہ کوئی بھی شے اسے اس کے بچے سے زیادہ دنوں تک دور نہ رکھ سکے گی۔

ممکن ہے وہ کسی دوسرے شہر پہنچ جائے اور وہیں اپنے بیوی بچوں کو بھی بلا لے لیکن ایسا ہونے سے بیشتر بہت کچھ ہو سکتا تھا لیکن شوکت نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

چھبیسواں باب

چھڑی

آج مسٹر جیکب کی پچاسویں سالگرہ کا دن تھا اس لئے وہ بہت خوش تھے۔ آدمی اپنی زندگی میں صرف ایک ہی بار تو پچاس سال کی عمر کا ہوتا ہے۔

وہ ایک فرمانبردار قسم کے شوہر تھے اور چونکہ ان کی آنکھیں کمزور تھیں اس لئے گھڑی کی سوئی کی طرح سات بجے اپنے گھر پہونچ جایا کرتے تھے لیکن آج ان کی سالگرہ کا دن تھا اور ان کے ایک دوست نے اس خوشی میں ایک پارٹی کا انتظام کیا تھا اس لئے واپسی میں کافی دیر ہو گئی تھی۔

دسمبر کی کہر ہر طرف چھائی ہوئی تھی لیکن مسٹر جیکب کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی۔ وہ اپنی چھڑی کے سہارے اسٹریٹ لیمپ کی روشنی میں آگے ہی آگے قدم بڑھائے جا رہے تھے۔ چونکہ سردی زیادہ ٹرھ رہی تھی اس لئے انھوں نے ایک شارٹ کٹ راستے کا انتخاب کیا تھا لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے انھیں پوری طرح یہ یقین نہ تھا کہ وہ صحیح راستے پر چل رہے ہیں یا غلط۔

پارٹی میں ہونے والی تفریح کی یاد آتے ہی ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی اور وہ اپنی آنکھ پر لگے ہوئے شیشے کے چشمے کو درست کرتے ہوئے کوئی ایسا شعر یاد کرنے کی کوشش کرنے لگے جس میں شراب و عورت کا ذکر کیا گیا ہو۔

شراب و عورت کی یاد آتے ہی ان کا سینہ کچھ اور باہر کی طرف نکل آیا اور وہ ماضی کی یادوں میں گم ہو گئے۔ اپنے انھیں خیالوں میں گم چلتے ہوئے ایک جگہ

انھوں نے محسوس کیا جیسے کوئی ان کے سامنے سے گزرا ہے لیکن چونکہ کہر کی وجہ سے اندھیرا کچھ زیادہ ہو رہا تھا اور نگاہ بھی ان کی کمزور تھی اس لئے وہ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔

پھر وہ لڑکھڑائے ـــــ یہ خاص طور سے ان کی کمزور آنکھوں کا قصور تھا۔ اپنے کو سنبھالنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پیروں سے ٹکرا گئے تھے جو ایک بنگلے کی چہار دیواری سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ شخص اس سردی کے موسم میں اس جگہ بیٹھا ہوا کیا کر رہا ہے۔ اس بارے میں مسٹر جیکب نے کچھ بھی نہیں سوچا حقیقت میں وہ خود بھی کسی ایسے آدمی کی تلاش میں تھے جو انھیں ان کے گھر تک کا صحیح راستہ بتا سکتا۔

"معاف کیجئے گا" انھوں نے کچھ شرمندہ لہجے میں کہا "لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس وقت میں کہاں ہوں" لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

مسٹر جیکب نے ادھر اُدھر دیکھا کہ شائد انھیں کوئی دوسرا شخص نظر آجائے جو انھیں صحیح راستہ بتا سکے لیکن وہ علاقہ بالکل سنسان تھا۔ وہ پھر پیروں کی طرف مخاطب ہوئے اور اپنی چھڑی سے اسے ٹھوکا دیتے ہوئے کچھ اونچی آواز میں بولے۔

"میں نے پوچھا کیا آپ بتا سکتے ہیں میں کہاں ہوں۔

اُس شخص نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ مسٹر جیکب کچھ دیر تک کھڑے سوچتے رہے اور پھر انھوں نے اپنی جیب میں دیا سلائی تلاش کرنا شروع کی۔

دیا سلائی جلا کر مسٹر جیکب نے جو کچھ دیکھا اس نے ان کی سالگرہ کے دن کو ایک ناقابل فراموش دن بنا دیا۔

بات در اصل یہ تھی کہ اپنی پچاس سالہ زندگی میں انھیں کبھی کسی ایسے شخص کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا جسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہو۔ اور اب پہلی بار ایک ایسی ہی

لاش اُن کے سامنے موجود تھی۔

مسٹر جیکب نے سوچا کہ انھیں فوراً ہی آگے بڑھ جانا چاہیے اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہ دبا سکے کہ ایک بار اور دیا سلائی جلا کر اس شخص کو دیکھ لیں۔

انھوں نے اپنی چھڑی کو چہار دیواری کی ریلنگ پر ٹانگنے کی کوشش کی تو وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر دوسری طرف جا گری۔

اس کے گرنے کی آواز سنتے ہی مسٹر جیکب حواس باختہ ہو گئے۔ اس چھڑی پر چاندی کی موٹھ لگی ہوئی تھی اور اس پر ان کا نام اور پتہ منقش تھا۔ یکایک انھوں نے محسوس کیا کہ ان کے جسم میں سردی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی ہے۔ اب بغیر اس چھڑی کے واپس جانا ناممکن تھا۔

انھوں نے دیا سلائی جلا کر اس شخص کے چہرے کو دیکھا اور پھر چہار دیواری کے ساتھ چلتے ہوئے پھاٹک کی تلاش کرنے لگے۔ پھاٹک انھیں دو تین قدم چلنے کے بعد ہی مل گیا۔

چند منٹ بعد وہ چھڑی لے کر گیٹ سے گھبرائے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔ کہ ایک پولیس مین کے ٹارچ کی روشنی ان کے چہرے پر آ کر پڑی۔

⁂

آدھی رات سے زیادہ گزر چکی تھی جب رضیہ نے دروازے پر ہونے والی دستک سنی۔ اسے اس کا انتظار ہی تھا کہ شوکت خود ہی واپس آئے گا یا پھر اس کی طرف سے اطلاع آئے گی۔ لیکن جس وقت اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو اسے شوکت کے بجائے ایک دراز قامت شخص دروازے پر کھڑا نظر آیا۔

"کیا تم شوکت کی بیوی ہو۔

"ہوں تو کیا" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"میں ڈیڈیکیٹو انسپکٹر شاہد ہوں"

"پھر۔ آپ کے یہاں آنے کا مقصد۔"

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں" شاہد کے برتاؤ نے اسے چکرا دیا۔ اس کا واسطہ پہلے بھی پولیس سے پڑ چکا تھا لیکن کبھی کوئی اس کے ساتھ اس شرافت سے پیش نہیں آیا تھا جس کا نمونہ شاہد پیش کر رہا تھا۔ اسے اس میں چال نظر آئی۔

"آپ چاہتے کیا ہیں" عورت نے کچھ پریشان لہجے میں پوچھا۔ لیکن ساتھ ہی پیچھے بھی ہٹ گئی تاکہ شاہد اندر داخل ہو سکے۔

"آج شوکت واپس نہیں آئے گا" شاہد نے پوچھا۔

"آئے یا نہ آئے اس سے آپ کو کیا غرض" وہ فوراً ہی بولی۔

"کاش میرا خیال غلط ثابت ہو" شاہد نے کہتے ہوئے جیب سے ایک کلائی کی گھڑی اور سگریٹ کیس نکال کر اسے دکھایا۔ کیا تم اسے پہچانتی ہو"

"نہیں۔ میں نے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا" وہ یقین دلانے والے لہجے میں بولی" لیکن بات کیا ہے۔

"میں تمھیں کسی قسم کا دھوکا دینے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں" شاہد نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "اگر یہ چیزیں تمھارے شوہر کی ہیں تو شائد میں تمھارے لئے ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔

"کیا تم نے اسے پکڑ لیا" وہ یکایک غضبناک ہو کر بولی۔

ان چیزوں کا مالک مر چکا ہے"

عورت نے آنکھیں پھاڑ کر دیوار کا سہارا لیتے ہوئے سراغرساں کی طرف دیکھا۔

"یہ جھوٹ ہے" وہ چیخی "یہ جھوٹ ہے۔ تم مجھے دھوکا دے کر اپنا کام نکالنا چاہتے ہو۔ وہ یہاں کل نہیں آیا تو کیا ہوا لیکن آج ضرور آئے گا۔ جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔

"ہمیں یقین ہے کہ مرنے والا شخص شوکت ہے" شاہد نے مطمئن لہجے میں کہا۔ لیکن تمھارا خیال کرتے ہوئے میں یہ خیال اپنائے لیتا ہوں کہ میں غلطی پر ہوں۔ باہر ایک کار کھڑی ہوئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلکر اس جسم کو شناخت کر لو۔

اس میں تو کوئی چالاکی کی بات پوشیدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ دیوار کے سہارے کھڑی تیزی سے سانسیں لے رہی تھیں۔ اس کی نظریں سگریٹ کیس کی طرف گئیں۔ وہ سگریٹ کیس اسی نے شوکت کے لئے خریدا تھا۔

"میں چلوں گی" وہ بولی۔

"شکریہ۔ وہ بولا۔

مردہ گھر تک کا سفر دونوں نے خاموشی سے طے کیا۔

وہ چند لمحے تک کھڑی خاموشی سے میز پر پڑے ہوئے جسم کو دیکھتی رہی اور پھر پلٹ کر وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

"یہ کس نے کیا ہے" چند منٹ بعد جب وہ اپنے اوپر قابو حاصل کرتے ہوئے پھر شاہد سے ملی تو اس نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر چھائے ہوئے انتقام کے جذبے کو کوئی بھی آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔

"ہمیں ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے" شاہد نے جواب دیا۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ ہم تمھاری مدد سے جلد ہی قاتل کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

"ہاں۔ شوکت کا تعلق گلگمرہ میں ہونے والے واقعات سے بھی تھا۔ کیوں"

وہ چند لمحے خاموش بیٹھی سوچتی رہی۔ وہ اپنے شوہر کو بچانے کے لئے بہت کچھ

کر سکتی تھی لیکن اب وہ صرف انتقام لینا چاہتی تھی۔

"ہاں" اس نے جواب دیا۔ آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا۔

"اس نے ایک ایئر رنگ گرا دیا تھا جو تجمّہ کی تجوری سے چوری گئے تھے۔

"یعنی آپ کو شروع ہی سے معلوم تھا۔

"ہاں۔ لیکن ہم اس تجوری سے چوری جانے والے زیورات سے زیادہ ایک اور اہم معاملے میں الجھے ہوئے تھے"

رضیہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"آپ کا مطلب قتل سے ہے"

"ہاں"

"انھوں نے یہ نہیں کیا تھا" وہ پر جوش لہجے میں بولی۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو"

"اس لئے کہ انھوں نے مجھے بتایا تھا۔

"کیا بتایا تھا"

"یہی کہ قتل انھوں نے نہیں کیا ہے"

"اس کے علاوہ بھی اور کوئی بات بتائی تھی۔

"نہیں"

"دیکھو، اب شوکت مر چکا ہے اور تم یہ دیکھنا ضرور پسند کرو گی کہ اس کے قاتل کو پوری سزا ملے۔ اس لئے تم جو کچھ بھی ہمیں بتاؤ گی وہ ہمارے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔ اور ہم قاتل تک آسانی سے پہنچ سکیں گے"

"مجھے جو کچھ معلوم تھا میں نے بتا دیا ہے۔

"وہ پونہ کے گولڈن کراؤن نامی ہوٹل میں کچھ دن ٹھہرا تھا" شاہد نے کہا۔

"یہ میں پہلی بار سن رہی ہوں۔ وہ گھر سے تین ہفتے غائب رہے تھے لیکن مجھے اس بارے میں اس وقت کچھ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں رہے تھے جب تک کہ کسی جمال نامی شخص کے قتل ہونے کی خبر انھیں نہیں معلوم ہوئی تھی۔ میں نے ان کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھا تھا جب وہ اخبار دیکھ رہے تھے اور اسی وقت میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا تھا کہ زیورات کسی نجمہ نامی عورت کے ہیں اور گلکدہ نامی عمارت سے چوری کئے گئے تھے۔ جس وقت جمال کو قتل کیا گیا تھا وہ میرے ساتھ ہی گھر پر تھے لیکن پھر بھی میں گھبرا گئی تھی اس کا نتیجہ خراب برآمد ہو سکتا تھا۔"

زیورات کی چوری میں اس کے ساتھ اور کون کام کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ مجھے اس قسم کی باتیں بتاتے ہی نہ تھے اور نہ میں کبھی زور ڈال کر پوچھتی ہی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں کسی بات سے واقف نہ رہوں۔"

شاہد کا خیال گلکدہ کی طرف پہونچ گیا جہاں گذشتہ رات کو روشنی دیکھی گئی تھی۔

"کیا وہ کل رات کو باہر گیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نے کہا نا کہ وہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتاتے تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں یا کیا کرنے والے ہیں۔

شاہد خاموشی سے کچھ دیر تک اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے کمرے میں ٹہلتا رہا۔

یکایک وہ ٹھہر گیا۔

"کیا تمھارے یہاں ٹائپ رائٹر ہے۔

عورت کے چہرے پر الجھن کے آثار ابھر آئے۔

"نہیں۔ کیوں۔ ہمیں ٹائپ رائٹر کی کیا ضرورت پڑ سکتی تھی۔

"کیا تمھارے شوہر نے کبھی ٹائپ رائٹر استعمال کیا ہے۔

"نہیں۔ لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

چند منٹ بعد شاہد نے کچھ وقفہ ایک بوڑھے شخص کے ساتھ گذارا جو اب بھی اپنی چھڑی سے چمٹا ہوا سا تھا اور جس کی خوشیوں کو ان حالات نے برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کی گھبراہٹ اب بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

"شکریہ۔ اب آپ جا سکتے ہیں" شاہد نے آخر میں کہا۔

مسٹر جیکب اپنے الجھے ہوئے خیالات کے ساتھ گھر کی طرف واپس ہوئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ جب وہ اپنی بیوی کو اس واقعے کے بارے میں بتائیں گے تو وہ کیا کہے گی۔ کون اس پر یقین کرے گا کہ صرف ایک چھڑی کی وجہ سے انھیں اس طرح کی رات گذارنی پڑی تھی۔

ستائیسواں باب

اظہارِ خیال

درمیانی عمر کا وہ شخص جو رپورٹر ذاکر اور انسپکٹر شاہد کے درمیان — انسپکٹر شاہد کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا ڈاکٹر رشید تھا۔ ان کے سامنے شوکت سے تعلق رکھنے والی مختلف سندیں رکھی ہوئی تھیں — جن میں ایک دس ہزار روپے کا نوٹ اور ایک لکڑی کا رول بھی شامل تھا جسے جائے واردات سے کچھ دور پر ایک نالی میں پڑا پایا گیا تھا —۔

"اس لئے" ڈاکٹر کہہ رہا تھا "میرے خیال میں شوکت کو اسی جگہ کے آس پاس ہی کہیں ہلاک کیا گیا تھا جہاں اس کے جسم کو پایا گیا تھا۔ اور شائد وہ اس سے واقف نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔

"اس کے سر پر کسی نے اس وقت لکڑی کے اس رول سے وار کیا ہوگا جبکہ وہ چل رہا ہوگا۔ اس چوٹ کے اثر سے وہ فوراً ہی بیہوش ہو گیا ہوگا۔

زخم سے زیادہ خون نہیں نکلا ہے لیکن فٹ پاتھ پر ایک جگہ پڑے ہوئے خون کے دھبے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کہاں پر گرا تھا۔ اس کے بعد قاتل — جو شائد اس سے بہت طاقتور تھا اسے گھسیٹ کر یا پھر اٹھا کر دیوار تک لے گیا ہوگا۔ اور وہیں اسے بٹھا کر اس وقت تک اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس کا گلا دبائے رہا ہوگا جب تک اس کی موت نہ واقع ہو گئی ہوگی۔

یہ معاملہ ڈکیتی کا تھا یا نہیں اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن قاتل نے

شوکت کی جیبوں کی تلاشی ضروری تھی۔ جس وقت قاتل شوکت کا گلا دبا رہا تھا اس وقت سر سے بہنے والا خون شاید اس کی انگلیوں میں لگ گیا تھا اور اسی خون کا نشان تلاشی لیتے وقت جیبوں پر آگیا تھا۔

"اتنی باتیں حقیقت ہیں جنہیں آسانی سے دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے آخر میں کہا۔ "اس سے آگے کی باتیں میں صرف قیاس سے ہی کہہ سکتا ہوں اور شاید تمہیں صرف ٹھوس قسم کے ثبوت درکار ہیں۔"

"آپ جیسے لوگوں کے قیاس بھی ہمارے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔" شاہد نے ڈاکٹر سے کہا۔

"میں اس پر غور کر رہا تھا۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کہ آخر قاتل کس وجہ سے شوکت کو قتل کرنا چاہتا تھا خوف یا پھر شاید نفرت سے ۔۔۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے قاتل صرف اس غرض سے اس پر حملہ آور نہیں ہوا تھا کہ اس کی جیب کی چیزوں کو اپنے قبضے میں کر لے کیونکہ وار کرنے کے بعد بھی اسے اتنا موقع نہیں مل سکا کہ وہ آسانی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لے لے۔ قتل کی واردات ۔۔۔ جہاں تک میرا خیال ہے بارہ ساڑھے بارہ کے درمیان عمل میں آئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس قدر رات گئے بہت کم لوگ ادھر ادھر آتے جاتے نہیں۔ پھر بھی یہ بمبئی کا علاقہ ہے اور ہر لمحے اس کی امید کی جا سکتی ہے کوئی شخص گھومتا پھرتا کسی بھی راستے سے گذر سکتا ہے۔

قاتل کے ذہن میں اپنے شکار کو بیہوش کرنے کے بعد سب سے پہلا خیال کیا آیا تھا۔ کیا جیبوں کی تلاشی لینا ۔۔۔ نہیں سب سے پہلا خیال اس کے ذہن میں شوکت کو ختم کر دینے کا آیا ہو گا۔ شاید اس کے لئے اسے بہت ہمت سے کام لینا پڑا ہو گا۔ کہ وہ اس وقت تک اس کا گلا دبائے رہے جب تک کہ وہ مر نہ جائے۔ وہ اس ریوالور کے ذریعے دو چار وار کر کے اپنے اس کام کو اور آسانی سے ختم کر سکتا تھا لیکن وہ

اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنے ہاتھ کو استعمال کیا تھا۔

"اس بارے میں یقین کے ساتھ میں کہہ سکتا کہ جیبوں کی تلاشی لینے کا خیال قاتل کے ذہن میں بعد میں آیا ہوگا۔

"مجھے مرحوم کے کوٹ کی اندرونی جیب پر ہی صرف خون کے نشان دیکھنے کو ملے ہیں اور اسی جیب میں یہ دس روپے کا نوٹ پڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے قاتل کو اسی جیب میں اپنے مطلب کی چیز مل گئی تھی اور وہ اسے لے کر فوراً ہی فرار ہوگیا۔

ڈاکٹر رشید اٹھ کھڑے ہوئے "اگر میری ضرورت پھر محسوس ہو تو مجھے فون سے اطلاع دیجئے گا"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد کچھ دیر تک شاہد اور ذاکر ــــــ دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ ذاکر میز کے کونے پر بیٹھا ہوا تھا اور شاہد کرسی میں دھنسا ہوا میز پر پیر رکھے چھت کی سمت دیکھ رہا تھا۔ دوسری تمام باتوں کے ساتھ وہ ادریس احمد کی اس دھمکی کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا جو اس نے اپنے بیٹے کے قتل ہو جانے کے بعد دی تھی۔ اگر مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ کس کا کام ہے۔ اس نے کہا تھا۔ تو پھر کسی پھانسی دینے والے شخص کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں سب کام خود اپنے ہاتھوں سے کر لوں گا۔

"ذاکر۔ اگر وہ اور وہ حکم چیلہ ۔ ہوں تو اسے کس طرح جوڑا جائے گا" شاہد نے کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔ ایسی حالت میں کوئی شخص کیا کر سکتا ہے۔

"کوشش۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کسی دوسری طرح جوڑنے سے صحیح جواب مل جائے"

انسپکٹر نے سگریٹ بنانا شروع کر دیا۔

"تمہارے خیال میں کس شخص نے گنگدرہ میں چوری کی تھی۔

"جہاں تک مجھے معلوم ہے میں شوکت کا ہی نام لے سکتا ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا اور اب بھی ہے۔ ہم اس ایوننگ کو فراموش نہیں کر سکتے جو ہمیں گولڈن گراؤنڈ میں ملا تھا۔ اس کے علاوہ شوکت نے اپنی بیوی کو بھی بتایا تھا کہ وہ چیزیں اس کے پاس کہاں سے آئی تھیں۔ اگر وہ اتنا ہی چالاک تھا کہ تجوری کی چابی کی نقل حاصل کر سکے تو پھر یہ اسی کا کام تھا۔

"ممکن ہے۔"

"یہ ہوئی ایک بات۔" شاہد نے کہا۔ "اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ شوکت کو قتل کرنے کے بعد قاتل کے ذہن میں اس کی جیبوں کی تلاشی لینے کا خیال آیا تھا یا اس نے پہلے ہی سے اس بارے میں کچھ سوچ رکھا تھا۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس کے کوٹ کی صرف اندرونی جیب پر ہی خون کے دھبے تھے جو شاید اس وقت آئے تھے جب قاتل اس کی تلاشی لے رہا تھا۔ ایک رپورٹر کی حیثیت سے تم اسی نتیجے پر فوراً پہونچ جاؤ گے کہ اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز تھی جو گلکدہ سے اس وقت حاصل کی گئی تھی جب رات کے وقت وہاں روشنی دیکھی گئی تھی۔

"میرا خیال ہے تمہارے ذہن میں بھی اسی طرح کی کوئی بات ہو گی۔"

"اس بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اب یہ بتاؤ تمہارے خیال میں وہ کون شخص تھا جو رات کو گلکدہ میں داخل ہوا تھا۔

"آپ کے مرحوم دوست مسٹر شوکت۔" ذاکر نے جواب دیا۔

شاہد نے دھوئیں کا بادل اڑا دیا۔

"میں ـــــ لیکن ٹھہرو میں تمھیں ایک بات اور بتا دوں۔ آج صبح میں ایک ایسے شخص سے ملا تھا جو شوکت سے اچھی طرح واقف تھا اور اس کا گہرا دوست بھی ہے۔ اسے اپنے دوست کے مرنے کا افسوس تھا اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ جس رات کوئی شخص

گلکدہ میں داخل ہوا تھا اس رات شوکت اس کے ساتھ رات کو دس بجے سے دو بجے تک تاش کھیلتا رہا تھا اور اس نے اس قدر شراب پی لی تھی کہ اس کا کہیں آنا جانا ناممکن تھا۔ میں نے اس بات کی اور کئی طرح سے بھی تصدیق کر لی ہے کہ شوکت جمعہ کی رات کو بمبئی میں ہی تھا۔ اب کہو کیا کہتے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے شوکت وہ شخص نہیں ہے جو اس رات گلکدہ کی عمارت میں موجود تھا۔" ذاکر نے اپنے پائپ کا گل جھاڑتے ہوئے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ کیا تمہیں اس پر یقین نہیں تھا کہ شوکت نے ہی بشیر احمد کو قتل کیا ہے۔

"اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگر مجھے یقین ہو جاتا تو میں اسے فوراً ہی گرفتار کر لیتا نہیں، یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ وہ تنہا ان تمام کاموں کو نہیں کر رہا تھا ورنہ وہ قتل نہ کیا جاتا۔"

"اگر تم نے اسے گرفتار کر لیا ہوتا تو ممکن ہے اس کے ذریعے کچھ معلوم ہو گیا ہوتا لیکن اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ ذاکر نے کہا۔

"میں نے یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ شوکت کے آزاد رہنے کا یہ نتیجہ برآمد ہوگا۔ اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ شوکت ہی نے بشیر احمد کو قتل کیا تھا تو ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور کوئی دوسرا راستہ آگے بڑھنے کا نظر نہیں آرہا ہے۔"

"لیکن اگر یہ فرض کر لو کہ وہ تنہا ہی اس کام کو کر رہا تھا اور اگر تم نے اسے گرفتار کر لیا ہوتا اور پھر بھی اس نے اپنا منہ نہ کھولا ہوتا تو کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اس وقت تمہاری پوزیشن کیا ہوتی۔

"بالکل صاف ہوتی۔ صرف ایرنگ کا پایا جانا ہی جیوری کی نظر میں ایک ایسا ثبوت ہوتا جو اسے مجرم ٹھہرانے میں مدد دیتا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ شوکت کے وکیل نے ویسی ہی کوئی بات ظاہر کرنے کی کوشش کی ہوتی کہ ممکن تھا وہ یہ بھی کہتا کہ

کسی دوسرے شخص نے اس ایرنگ کو وہاں گرایا ہوگا۔ لیکن مجھے یقین ہے اسے سزا ضرور ہو جاتی مگر اس سے فائدہ کیا ہوتا۔ مجھے تو قاتل کی تلاش ہے اور وہ قاتل نہیں تھا البتہ مجھے امید تھی کہ اسی کے ذریعہ میں قاتل تک پہونچنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔

اٹھائیسواں باب

مُشتبہ شخص

یہ بات نعیم کی عادت میں داخل تھی کہ وہ روزانہ اخبار کو بہت ہی غور سے پڑھتا تھا وہ اپنے کاروبار کے لئے اسے بہت ضروری سمجھتا تھا۔ کیونکہ وہ قیمتی چیزیں بغیر کسی پوچھ گچھ کے دوسرے لوگوں سے خرید لیا کرتا تھا۔

یہ بھی اس کی عادت تھی کہ وہ جرم سے تعلق رکھنے والی دلچسپ خبروں کو اخبار سے کاٹ لیتا اور انھیں بہت ہی حفاظت سے اپنے پاس رکھتا تھا۔ اس وقت اخبار سے ایک خبر کو بلیڈ سے کاٹتے ہوئے اس کے چہرے پر غصے کے آثار چھائے ہوئے تھے۔ وہ خبر شوکت کے بارے میں تھی جسے رائے نگر کے علاقے میں قتل کیا گیا تھا۔

اپنے چشمے کو درست کرتے ہوئے اس نے اخبار کے تراشے کو اٹھا کر دوبارہ غور سے پڑھا۔ اس نے اس پیراگراف کو کئی بار پڑھا۔

" یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح ان واقعات سے بھی ہے جو پونہ میں مس انجمہ وہاب کے ساتھ ان کے مکان گلکدہ میں پیش آتے رہے ہیں۔

" ڈیٹکٹیو انسپکٹر شاہد — جو گلکدہ سے تعلق رکھنے والے کیس کے انچارج ہیں گذشتہ رات سے شوکت کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں۔ مرحوم کو پولیس اچھی طرح جانتی تھی اور وہ کئی بار کا سزا یافتہ ہے۔"

نعیم نے میز کا ایک خانہ کھولا جس میں اس نے بے شمار اخباروں کی تراشے فائل

کرکے رکھ چھوڑے تھے۔ ان میں وہ تراشے بھی شامل تھے جن میں گلکدہ میں پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک انھیں پڑھتا رہا اور پھر اس نے ایک بٹن دبایا۔

اس کا ملازم کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کرتے ہوئے ادب سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری گردن توڑ دوں"۔ نعیم نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ مالک ہیں"۔ ملازم نے ادب سے لیکن کچھ سہم کر جواب دیا۔

"میں نے تم سے اس وقت صفدر کا تعاقب کرنے کے لئے کہا تھا جب وہ جمعہ کی رات جمیلہ کو یہاں پہنچانے آیا تھا"۔

"لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ وہ کافی ہوشیار شخص تھا۔ وہ رائے نگر میں ٹیکسی سے اُترنے کے بعد نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا"۔

"ہاں ہاں مجھے یاد ہے"۔ نعیم گرجا۔ "تم بھی تو کچھ دنوں وہاں رہے ہو"۔

"جی ہاں، یہ کچھ سال پہلے کی بات ہے جب آخری بار سزا ہوئی تھی"۔

"اچھا اب سوچ سمجھ کر جواب دو۔ کیا تم جانتے ہو جسونت کا کاٹیج کہاں ہے"۔

"جی ہاں۔ میں نے سُنا ہے آج صبح کے اخباروں میں یہ خبر چھپی ہے کہ وہیں پر کسی شخص کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا ہے"۔

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جس جگہ صفدر تمہاری نظروں سے غائب ہوا تھا اس جگہ سے جسونت کا کاٹیج کتنی دور تھا"۔

"تھوڑی ہی دور پر۔ بس دو تین منٹ کا راستہ ہوگا"۔

نعیم نے اشارے سے ملازم کو جانے کے لئے کہا اور پھر اس کا سر اس کے سینے

پر جاکر ٹک گیا۔ وہ اس وقت تک اسی حالت میں بیٹھا رہا جب تک کہ اسے کسی کے قدموں کی آواز نہیں سنائی دی۔

"میں لنچ کے وقت موجود نہ رہوں گی"۔ جمیلہ کی آواز اسے سنائی دی۔

نعیم نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"کس سلسلے میں۔" وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "اس وقت کافی سنجیدہ نظر آرہے ہو"۔

"دوسروں کے معاملوں میں دخل دیتے وقت سنجیدگی اختیار کرنی ہی پڑتی ہے"۔

"اوہ" جمیلہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی "لیکن مجھے امید ہے میرے معاملے میں دخل اندازی نہ کی جائے گی۔"

"تمہارا خیال صحیح ہے۔ لیکن اگر یہ ضروری نہ ہوتا تو میں کبھی بھی ایسا نہ کرتا۔

"میں صاف صاف باتیں سننا چاہتی ہوں"۔

"تمہارا دوست صفدر ــــ"

"اسے کیا ہوا"۔ جمیلہ نے ہوشیار ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ممکن ہے تم یہ سوچتی ہو کہ اب تمہاری عمر اتنی ہو گئی ہے کہ تم اپنی حفاظت آپ کر سکو گی۔ اور مجھے امید ہے۔ جو کچھ میں کہوں گا اسے تم پسند بھی نہ کرو گی۔ لیکن ــ میرا خیال ہے کہ اگر تم کسی ایسے شخص سے شادی کرو جو شریف ـــ"

"شادی کے بعد ہم شریفانہ زندگی ہی گذارنے کی کوشش کریں گے"۔

"میری پوری بات سنو۔ میری خواہش تھی کہ تم کسی ایسے شخص سے شادی کرتیں جو چور نہ ہوتا"۔

"میں سمجھی نہیں"۔ جمیلہ نے جلدی سے پوچھا۔

"فرض کرلو ۔۔ میں مانتا ہوں کہ اگر میں غلطی پر ہوں تو تم مجھے کبھی معاف نہ کروگی لیکن فرض کرلو کہ وہ ۔۔۔ میں تمہاری بھلائی کے لئے سوچ رہا تھا۔"

"کیا۔" اس بار جمیلہ کے لہجے میں کچھ جھنجھلاہٹ تھی۔

"فرض کرلو کہ وہ قاتل ہے۔"

جمیلہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اس قسم کا مذاق پسند نہیں کرتی۔"

"اس وقت سے زیادہ میں اپنی زندگی میں اور کبھی سنجیدہ نہیں ہوا۔"

"پھر تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

"ممکن ہے لیکن میرے ذہن میں جو بات ہے وہ میں تمھیں بتا دینا چاہتا ہوں صفدر کا تعلق گلکدہ میں ہونے والے واقعات سے ہے۔"

"میں اس پر یقین نہیں کرتی۔"

"میرے پاس ثبوت ہے۔"

"ہوگا۔ لیکن صرف اسی وجہ سے اسے قاتل ٹھہرانا عقلمندی نہیں ہے۔"

اپنی اس کاروباری زندگی میں اسے پہلی بار جمیلہ پر غصہ آیا لیکن اس نے اسے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"آج تم صفدر کے ساتھ لنچ کھانے جارہی ہو۔"

"ہاں۔ پھر۔"

"پھر یہ کہ تم اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اس سے پوچھنا کہ شوکت کو ڈرائنگ میں کس نے قتل کیا تھا۔" نعیم نے دیکھا کہ جمیلہ کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے لیکن اس نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زخم کو اور گہرا کرنے کے لئے کہا۔ "یاد رکھو، میں ایک خاص وجہ سے کہہ رہا ہوں۔"

جمیلہ فلیٹ سے باہر نکلی اور ایک گھنٹے تک ادھر ادھر گھومتی رہی تب کہیں جاکر اسے اطمینان حاصل ہوا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی پر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور کو مون لائٹ رسٹورنٹ چلنے کے لئے کہا۔

مسٹر جیکب کو رات کافی دیر تک نیند نہیں آسکی تھی، لیکن صبح زیادہ دیر تک سونے کی وجہ سے اب وہ اپنے کو بہتر محسوس کر رہے تھے اور اپنی عادت کے مطابق اتوار کو چرچ کی سمت جاتے ہوئے وہ گذشتہ رات کے واقعے کے بارے میں ہی سوچ رہے تھے۔

ابھی تک ان کی زندگی گھڑی کی سوئی کی طرح اپنے محور پر چکر لگاتی رہی تھی اور کبھی ایسا موقع نہیں آیا تھا کہ ان کا نام بھی کسی وجہ سے اخبار میں آیا ہوتا۔ لیکن آج کے سب ہی اخباروں میں ان کا نام تھا اور وہ ایک قسم کا فخر محسوس کر رہے تھے۔ ان کی بیوی نے ان کی باتوں پر اسوقت تک یقین نہیں کیا تھا جبتک کہ اس نے صبح کا اخبار نہیں دیکھ لیا تھا۔

ان کا خیال تھا کہ اب سب ہی ان سے گذشتہ رات کے واقعات کے بارے میں دریافت کریں گے۔ انھوں نے طے کیا کہ اسے کچھ اس طرح بتایا جائے جس میں کچھ ان کی بہادری بھی ظاہر ہو۔ یعنی وہ قاتل سے اکیلے ہی الجھ گئے تھے لیکن وہ ان کی گرفت سے نکل کر بھاگ گیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

اس وقت راستہ طے کرتے ہوئے وہ اپنے کو ایک مشہور شخصیت محسوس کر رہے تھے۔ یکایک انہیں اس مقام پر خیال آگیا جہاں گذشتہ رات انھیں ایک حادثے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ان کے دل میں پھر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس جگہ کو جاکر دوبارہ دیکھیں اور اس خیال کے آتے ہی انھوں نے اپنا رخ موڑ دیا۔

رائے نگر میں جس وقت کاٹیج کے پاس پہنچ کر انھیں بہت ہی مایوسی ہوئی۔ ان کا خیال تھا وہ جگہ تماشائیوں سے بھری ہوگی جہاں انھیں رات کو ایک حادثے

سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس جگہ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

وہ جسونت کالج کے سامنے پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ ہاں، یہی وہ مقام تھا جہاں ٹریجڈی ظہور میں آئی تھی۔ سامنے چہار دیواری کی ریلنگ بھی موجود تھی۔ جس سے ان کی چھڑی پھسل کر دوسری طرف جا کر گر گئی تھی، مسٹر جیکب گذشتہ رات کی بات یاد آتے ہی کچھ خوفزدہ ہو چلے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ ان کے پاس ہی ایک نوجوان اور کھڑا ہوا اس مقام کو دیکھ رہا ہے جہاں لاش پائی گئی تھی۔

"میرا خیال ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں گلا گھوٹنے کی واردات ہوئی تھی"۔ اجنبی نے لاپرواہی سے کہا۔

"ہاں ہاں یہی وہ جگہ ہے"۔ مسٹر جیکب نے جلدی سے کہا۔ "اس میں تو شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ کم سے کم میں تو یقین سے اس بات کو کہہ سکتا ہوں"۔

وہ شخص لانبے قد کا ایک تندرست جوان تھا۔ اس نے مسٹر جیکب کی طرف غور سے دیکھا

"آپ کا مطلب میں نہیں سمجھا"۔ اس نے کہا۔

"میں ہی اس کے پیروں سے ٹکرا کر گرا تھا۔" مسٹر جیکب نے فخریہ لہجے میں جواب دیا

"اوہ" تو وہ آپ ہی تھے۔ آپ تو کافی خوفزدہ ہوئے ہوں گے"۔ اجنبی شخص نے ہوشیاری سے اپنے دائیں بائیں سمت یہ دیکھتے ہوئے اطمینان سے کہا کہ کوئی آ نہیں رہا ہے"۔

"مجھے اتنا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ سب سے پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ ایک شہری کی حیثیت سے میرا فرض کیا ہے۔ یعنی کہ — آپ میرا مطلب تو سمجھ گئے ہوں گے"۔ مسٹر جیکب نے اجنبی کے چہرے کی طرف دیکھا کہ ان کی باتوں کا اس پر کیا اثر ہو رہا ہے۔

"ہاں۔" اجنبی نے پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر اطمینان کر لیا کہ کوئی آ نہیں رہا ہے پھر پوچھا "۔ لیکن ہوا کیا تھا۔

"قاتل میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔"

"اوہ"۔ اجنبی کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی مسکراہٹ چھا گئی تھی "۔ آپ نے اسے دیکھا تھا۔"

"وہ اس وقت بھاگ ہی رہا تھا جب میں اس جگہ آیا تھا۔"

"پھر تو آپ نے اس کا حلیہ پولیس کو بتا دیا ہوگا۔"

مسٹر جیکب نے اپنے سر کو حرکت دی "۔ اندھیرا بہت زیادہ تھا اور میری آنکھیں بھی کمزور ہیں"۔ پولیس نے اس بارے میں جب مجھ سے سوال کیا تھا تو میں نے یہ کہا تھا کہ میں نے اسے اپنے پاس سے گذرتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ آخر میں تو میں نے یہ بھی اقرار کر لیا تھا کہ ممکن ہے وہ صرف میرا نظری دھوکا ہی رہا ہو۔

"میرا خیال ہے آپ اسے دوبارہ دیکھنے کے بعد شناخت نہ کر سکیں گے"۔ اجنبی نے پوچھا۔

"شاید نہیں"

"پھر، اس کے بھاگ جانے کے بعد کیا ہوا تھا"۔

مسٹر جیکب نے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"پولیس نے آکر معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔"

"انہیں کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔"

"بدقسمتی سے یہاں قاتل نے کوئی سراغ ہی نہیں چھوڑا تھا"۔

"یہ بہت بُرا ہوا"۔ اجنبی نے اپنا قدم اٹھاتے ہوئے کہا "۔ آجکل سڑکوں پر چلتے ہوئے بھی اپنے کو محفوظ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اب اسی واقعے کو دیکھئے۔"

ایک بار پھر اس طرف دیکھتے ہوئے جہاں اب بھی مسٹر جیکب کھڑے ہوئے تھے وہ شخص چند قدم اور آگے بڑھنے کے بعد بائیں طرف گھوم گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب طرح کے جذبات چھائے ہوئے تھے اور اس کی آنکھیں بے چینی سے ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ ایک یا دو بار اس نے اپنے شانوں کے اوپر سے پیچھے کی طرف بھی دیکھا پھر نہ جانے کس خیال کے آجانے سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے خم پیدا ہو گئے۔

اس واقعے کے چند گھنٹے بعد ایک خوبصورت لڑکی اس سے مون لائٹ ریسٹورنٹ میں ملی وہ ایک گوشے کی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ جمیلہ کی آنکھیں اس کا جائزہ لیتے ہوئے چند سکنڈ کے لئے نصف بند ہو گئیں۔

"مجھے آنے میں دیر ہو گئی صفدر۔" وہ بولی۔ "معاف کرنا۔ نعیم نے روک لیا تھا۔"

"کیوں؟"

جمیلہ نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔

"آج تم کچھ گھبرائے ہوئے نظر آ رہے ہو۔"

"نہیں تو"۔ صفدر مسکرایا۔ "میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

"لیکن تم کچھ بدلے ہوئے نظر آ رہے ہو۔"

"وہ کیسے۔" اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میں اسے بیان نہیں کر سکتی۔" وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اس نے جسمانی تکلیف کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کی تھی لیکن اس وقت اس کے ذہن پر خوف کا سایہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ اس کے خون کی گردش بھی تیز ہو گئی ہے۔ جمیلہ کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ صفدر کی عمر کل کے مقابلے آج بہت زیادہ

نظر آ رہی ہے۔ یکایک اسے نعیم کا وہ جملہ یاد آ گیا جو اس نے اس سے چلتے وقت کہا تھا "اس سے پوچھنا کہ شوکت کو کس نے ہلاک کیا ہے۔ میں تمہیں ہوشیار کر دینے کی ایک خاص وجہ رکھتا ہوں۔"

"کیا کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔" اس نے پوچھا۔

"میرے خیال میں تو نہیں۔" صفدر نے جواب دیا۔ "اب کھانے کا آرڈر دیا جائے۔"

جمیلہ نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔

"آج صبح کا اخبار دیکھا ہے۔"

"ہاں۔" اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "کیوں؟"

جمیلہ نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ صفدر نے اس کے ذہن کی بات معلوم کر لی ہے۔ وہ کچھ پیچھے کھسک گئی اور اس کی نظریں اس کے ہاتھ پر جم گئیں جو مضبوط تھے لمبی لمبی انگلیاں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا — اس نے کوشش کر کے اپنی نظریں اس کے ہاتھ پر سے ہٹائیں۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں"۔ وہ جھجکتے سے بولی۔

"کہو۔" وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"تمہیں گنگدہ سے تعلق رکھنے والے معاملوں کے بارے میں کیا معلوم ہے۔"

"شی۔" جمیلہ گھبرا کر کچھ اور پیچھے کھسک گئی جب صفدر کے ہاتھوں نے اسے ہوشیار کرنے کے لئے مس کیا۔ "اس طرح کی باتیں یہاں نہیں کی جا سکتیں۔"

"لیکن میں یہیں کرنا چاہتی ہوں"۔

"اس کھوسٹ نعیم نے پھر تمہیں میرے بارے میں بھڑکایا ہے۔" صفدر نے طیش میں آتے ہوئے کہا۔

جمیلہ اسی وقت ایک فیصلے پر پہنچ گئی۔ اب یہ نعیم کے الفاظ کا نتیجہ تھا یا اس کی حس

تھی ۔ اس بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا لیکن اب وہ اپنے کو صفدر کی گرفت سے آزاد محسوس کر رہی تھی ۔

" اگر میں نے تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہوتا تو نعیم یا دنیا کی اور کوئی طاقت مجھے اس سے روک نہیں سکتی تھی ۔" وہ بولی ۔ " لیکن اب یہ ہماری آخری ملاقات ہے ۔"

" کیا ۔ تمہارا مطلب کیا ہے ۔"

جمیلہ اُٹھ کھڑی ہوئی ۔

" میں لنچ نہیں کھاؤں گی ۔"

صفدر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا ۔

انیتسواں باب

نیا معمہ

شفیق کی نظر ـــ کارخانے کی طرف جاتے ہوئے جب بھی ادریس احمد کے بنگلے پر پڑتی تھی، وہ ایک عجیب طرح کی بے چینی محسوس کرنے لگتا تھا۔

اس نے اخباروں میں ان تمام واقعات کو غور سے پڑھا تھا جو گلکدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کچھ ایسی باتیں بھی تھیں جو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آئی تھیں لیکن اپنے مالک جمال کے قتل کے بارے میں اس کے اپنے بھی کچھ خیال تھے اور اسے اس بات پر حیرت تھی کہ پولیس کیوں نہیں کوئی قدم آگے بڑھا رہی ہے۔

کارخانے کی طرف جاتے ہوئے ـــ بنگلے کے قریب پہنچتے ہی اس نے اپنی رفتار تیز کردی۔ ایک شخص ایک قتل کرنے کے بعد دوسرا بھی آسانی سے کرسکتا تھا اور شفیق کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس نے انسپکٹر شاہد کو، جمال اور کمال کے جھگڑے کی جو بات بتائی تھی اس سے کمال واقف ہوگیا ہے یا نہیں۔

بنگلے کے سامنے سے گذرتے ہوئے اس کی نظر پھاٹک کے پاس پڑی ہوئی ایک شے پر گئی لیکن وہ اپنے خیالات میں اس طرح اُلجھا ہوا تھا کہ اس نے اس پر توجہ نہیں دی لیکن پھر کچھ یاد آتے ہی اس نے جھٹکے سے اپنے سر کو موڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے اسے جھک کر اٹھا لیا۔

حالانکہ یہ دسمبر کی ایک سرد صبح تھی لیکن اس شے کو ہاتھ میں لیتے ہی گرمی کی ایک تیز لہر اس کے تمام جسم میں دوڑ گئی۔ وہ اپنی ہتھیلی پر اُسے لئے دیکھتا رہا۔ اس کی نظر میں اسے

دھوکا نہیں دے رہی تھیں۔ وہ کانپنے لگا۔ آخر اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے اور اب کیا ہونے والا ہے۔

چند منٹ بعد شفیق اپنے کارخانے کی سمت جا رہا تھا لیکن اس کے ذہن میں ایک طوفان سا اُٹھا ہوا تھا۔

اسے کیا کرنا چاہئے۔ پولیس کو اطلاع دینا ضروری تھا لیکن شفیق انسپکٹر لطیف کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتا تھا

لیکن اسے کچھ کرنا ہے۔ اس نے سوچا، اور جو کچھ کرنا ہے جلد ہی کرنا ہے کارخانے کے پاس پہنچتے پہنچتے یکایک اس کے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ وہ اس بارے میں جتنا سوچتا تھا اتنا ہی اسے یقین ہوتا جاتا تھا کہ اس کے لئے بہتر راستہ یہی ہے۔

آخر ساڑھے دس بجے کے قریب اس نے پوری طرح فیصلہ کر لیا اور کوٹ اٹھاتے ہوئے اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ خوش قسمتی سے ایک ٹرین اسے بمبئی جانے کے لئے مل گئی۔

پونے گیارہ بجے وہ بمبئی کی طرف سفر کر رہا تھا اس کے ذہن میں سفر کے دوران یہ بات آئی کہ ممکن ہے ادریس احمد کے بنگلے میں ہی کوئی قاتل موجود ہو اور اس نے غلط نتیجہ اخذ کر لیا ہو۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔

وی ٹی اسٹیشن پر اُترنے کے بعد وہ باہر نکلا اور چند منٹ تک پیدل چلنے کے بعد ایک ایسی عمارت کے پاس پہنچ گیا جہاں پہرے پر ایک باوردی سپاہی کھڑا ہوا تھا۔

"کیا سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ یہی ہے۔" شفیق نے سپاہی سے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا کام ہے؟"

"میں انسپکٹر شاہد سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے۔"

سپاہی نے غور سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

چند منٹ بعد شفیق انسپکٹر شاہد کے کمرے میں داخل ہوا۔

"کیوں شفیق۔" شاہد نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

شفیق کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکالا اور بغیر کچھ کہے ہوئے اس کی گرہ کھول کر وہ چیز انسپکٹر شاہد کے سامنے میز پر ڈال دی۔

چار سرخ چیزیں میز پر لڑھکنے لگیں۔

انسپکٹر شاہد کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"ٹانگا بین۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"یہی میں نے بھی سوچا تھا لیکن مجھے پوری طرح یقین نہیں تھا۔"

"یہ تمہیں کہاں ملے۔"

"ادریس صاحب کے بنگلے کے سامنے۔"

"آج صبح جب میں کارخانے کی طرف جا رہا تھا۔" شفیق نے جواب دیا۔ "سب سے پہلے مجھے پھاٹک کے پاس ایک نظر آیا۔ میں نے اسے کبھی دیکھا تو نہیں لیکن اخبار میں ضرور پڑھا تھا۔ چونکہ اس کا رنگ اسی طرح سرخ تھا اس لئے میں نے اسے اٹھا لیا۔ اٹھاتے وقت مجھے دوسرا، پھاٹک کے نیچے پڑا ہوا دکھائی دیا۔"

کیا تمہیں اسے اٹھاتے ہوئے کسی نے دیکھا تھا۔"

"نہیں۔ وہاں مجھے کوئی نظر نہیں آیا تھا اور جب میں دوسرے کو اٹھا رہا تھا تو مجھے پھاٹک کے اندر باغ کے فٹ پاتھ پر دو اور پڑے دکھائی دیئے تھے۔ اور میں نے اندر جا کر انہیں بھی اٹھا لیا تھا۔ انہیں یقیناً کسی نے رات کو اس جگہ رکھا ہوگا۔" شفیق نے اس طرح کہا جیسے ایک سراغرساں دوسرے سے بات کر رہا ہو۔

"ایسا سوچنے کی کوئی وجہ۔"

"میرا مطلب ہے دن میں، تو اسے اس جگہ رکھنے کی کوئی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔"

"کیا اس کے بارے میں تم نے اور کسی کو بتایا ہے۔"

"جی نہیں۔ میں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا تھا۔"

"ہوں۔" انسپکٹر نے پُر فکر لہجے میں کہا اور پھر فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ارجنٹ کال۔ پونہ، پولیس ہیڈ کوارٹر۔" شاہد کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا اور شفیق نے ایسا محسوس کیا جیسے انتظار کی گھڑیاں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ "ہلو۔" شاہد نے لیکایک کہا۔ "انسپکٹر لطیف — میں انسپکٹر شاہد بول رہا ہوں۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ادریس احمد کے بنگلے پر پہنچ جاؤ اور معلوم کرو کہ سب کچھ ٹھیک ہے یا نہیں۔ میرے پاس ایک ایسی اطلاع پہنچی ہے جس کی وجہ سے میں کچھ پریشان ہو اٹھا ہوں۔ لیکن اس سلسلے میں تم وہاں کچھ نہ کہو گے۔ اگر ممکن ہو تو مجھے وہیں سے اطلاع کرنا۔ ادریس کے یہاں فون موجود ہے۔ اور ہاں، ادریس سے خاص طور پر اس بات کو پوچھ لینا کہ اس وقت کمال کہاں ہیں۔ سمجھ گئے۔ اب فوراً روانہ ہو جاؤ۔" شاہد نے کہتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

شفیق چند لمحے تک کھڑا شاہد کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔ انسپکٹر شاہد بے چینی سے کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اسے اس کا احساس ہی نہیں تھا کہ وقت تیزی سے گذرتا جا رہا ہے۔ فون کی گھنٹی بجتے ہی اس نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہاں ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ "کہو۔"

"میں اس وقت بنگلے پر ہی ہوں"۔ لطیف نے جواب دیا۔ "یہاں کسی قسم کی گڑبڑی وجود میں نہیں آئی۔ ادریس صاحب یہیں موجود ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کمال صاحب کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"لیکن کہاں اور کب"۔

"وہ گذشتہ رات قریب نو بجے بمبئی کے لئے گھر سے روانہ ہوئے تھے۔"

"کیا تم نے یہ دریافت کیا کہ وہ بمبئی میں کس جگہ ٹھہرے گا؟"

"ہاں۔ لیکن ادریس صاحب اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

"اچھی بات ہے اور میری بات غور سے سنو۔ اپنے اس آدمی کو ایک مکان کی نگرانی کے لئے مقرر کر دو اور اس وقت دن رات وہاں اُسے موجود رہنا چاہیئے جب تک میں اسے واپس بلا لینے کے لئے نہ کہوں۔"

ریسیور رکھنے کے بعد وہ شفیق سے مخاطب ہوا۔

"کبھی کبھی ایسا بھی وقت آتا ہے جب ایک بات کو پوشیدہ رکھنا بہت ہی ضروری ہو جاتا ہے اس لئے تم اس بارے میں کسی کو بھی کچھ نہ بتانا۔ کوئی ایسی بات ظہور میں آنے والی ہے جس کو میں ابھی تک سمجھ نہیں سکا ہوں۔ اب تم بھی درمیان میں آ گئے لیکن میں اس بات کی پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ اس ٹانگا بین کے پائے جانے کے بارے میں صرف ہم دو ہی آدمی جانتے ہیں اس لئے اگر تم نے اپنی زبان ہلائی تو ممکن ہے کوئی تمہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے۔"

"میں خاموش ہی رہوں گا۔" شفیق نے جواب دیا۔

شفیق کے جانے کے بعد شاہد کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظر میں چار سرخ ٹانگا بین پر جمی ہوئی تھیں۔ ادریس احمد کے بنگلے کے سامنے انہیں پایا گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا وہاں کچھ ہونے والا ہے۔ کیا ہونے والا تھا یہ شاہد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں تھا کہ وہ ٹانگا بین جب نجمہ کے پاس پہنچے تھے تو ان کا کیا مطلب تھا۔ اسے مار ڈالنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ قاتل نے صرف اسے بھیجنے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اس نے نجمہ کو مار ڈالنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن

پھر بھی اس کیس میں سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ مرنے والے بشیر احمد، جمال اور شوکت ــــ ان تینوں میں کسی کے پاس یہ سرخ رنگ کا ٹکا بین موت کا پیغامبر بن کر نہیں پہنچا تھا۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو نجمہ کے علاوہ اور کسی کو اس کے ذریعے دھمکی دی ہی نہیں گئی تھی۔

شاہد نے اپنے پیر اٹھا کر میز پر رکھے اور ایک سگریٹ سلگا کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اسی طرح اپنے خیالوں میں بیٹھا تھا کہ رپورٹر ذاکر اس کے آفس میں داخل ہوا۔

اس وقت تمہاری حالت ایسی ہو رہی ہے جیسے کوئی مرغی انڈے پر بیٹھی ہو۔" ذاکر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

شاہد نے بغیر کچھ جواب دیئے ہوئے میز پر پڑے ہوئے کی طرف اشارہ کیا۔

"ارے"۔ ذاکر نے حیرت سے کہا۔ "ابھی تک تو ہمارے ہاتھ صرف تین آئے تھے۔ کیا ان میں سے کسی نے بھیج دیا ہے"۔

شاہد نے اسے بتایا۔

ذاکر نے آہستہ سے سیٹی بجائی۔

"یعنی اس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص ادریس یا اس کے بیٹے جمال یا پھر دونوں کو مار ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے"۔

"اس کا ظاہری مطلب تو یہی ہے"۔ شاہد نے جواب دیا۔

"کیا تم اور کچھ بھی سوچ رہے ہو"۔

"کاش میں سمجھ سکتا کہ میں کیا سوچوں اور کیا نہ سوچوں۔ اس کیس نے تو مجھے اس طرح چکر میں ڈال دیا ہے کہ اب یہ سمجھنے لگا ہوں کہ میری صلاحیتیں ختم ہو گئی ہیں"۔

"کیا آج کی اس دریافت کو شائع کرنے کی اجازت دیتے ہو"۔

"مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آئی کہ میں منع کروں۔ لیکن شفیق کا نام نہ آنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہمیں کام کی بات کرنی چاہیے۔ ممکن ہے ادریس احمد کے خاندان کو کسی ایسی وجہ سے دھمکی دی گئی ہو جس سے ہم ابھی تک ناواقف ہیں ممکن ہے جمال کو بھی ٹانگا بین ملا ہو اور اس نے یہ سوچ کر اپنے باپ اور بھائی کو نہ بتایا ہو کہ وہ لوگ خوفزدہ ہو جائیں گے۔ اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اس کے بعد شاہد تم یہ کہو گے کہ ان دونوں باپ بیٹے کو ختم کرنے کے بعد میرا بھی نمبر آسکتا ہے"۔ شاہد نے کہا۔

"نہیں۔" ذاکر نے اپنے پائپ سے دو تین کش لینے کے بعد دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔" میں دیکھ رہا ہوں کہ تم زیادہ بھی پریشان نظر نہیں آرہے ہو۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔"

"جب تم بہت زیادہ پریشان ہوتے ہو تو اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبانے لگتے ہو اور تمہاری پیشانی کی رگیں بھی اُبھر آتی ہیں۔"

"کبھی کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے جب اس طرح کے نشان ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن ذاکر اس وقت میں واقعی بہت پریشان ہوں۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔ ان ٹانگا بینوں کا ادریس کے بنگلے کے سامنے پائے جانے سے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے وہیں کے کسی آدمی نے یہ ٹانگا بین اس لئے رکھ دیئے ہوں گے تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ وہ قاتل نہ ہو کر خود شکار بننے والے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اور دوسرا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"کمال کل رات کو اپنے گھر سے بمبئی روانہ ہونے کے لئے نکلا تھا۔" شاہد نے

کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ ٹا نگا بین اتفاق سے اس وقت اس کی جیبوں سے باہر گر پڑے ہوں جب اس نے رومال وغیرہ نکالا ہو"۔

کچھ دیر بعد جب ذاکر شاہد سے جدا ہو کر عمارت سے باہر نکل رہا تھا تو اس کی نظریں سڑک کی دوسری طرف چلتے ہوئے ایک جانے پہچانے چہرے پر جا کر جم گئیں وہ کمال تھا۔"

ذاکر اسے دیکھتے ہی ایک طرف ہو گیا۔ کمال سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ جھجکا، کھڑا ہو گیا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دور آگے جانے کے بعد وہ پھر رک گیا۔ اس بار وہ کافی دیر تک کھڑا سوچتا رہا۔ پھر آخر میں کسی فیصلے پر پہنچنے کے بعد ایک طرف گھوم کر چل دیا۔

ذاکر بھی اس کے پیچھے چل دیا اور کچھ دور چلنے کے بعد ایک چوراستے پر اس طرح اس کے سامنے پہنچ گیا جیسے اتفاقیہ طور پر ان کی ملاقات ہو گئی ہو۔

"ہلو"۔ اس نے کہا۔

کمال رپورٹر کو دیکھ کر کچھ گھبرا گیا۔

"ہلو"۔ اس نے کچھ بے چین لہجے میں جواب دیا۔

کچھ دور تک دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

"کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں"۔ آخر ذاکر نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں"

"میرا خیال ہے کہ اگر آپ سمجھنے کی کوشش کریں تو سمجھ جائیں گے"۔ ذاکر نے کہا میں سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ کے پاس ہی کھڑا آپ کو دیکھ رہا تھا۔ آپ ہچکچا تے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ آپ کو وہاں جانا چاہئے یا نہیں"۔

کمال نے اپنی نچلی آنکھوں سے ذاکر کی طرف دیکھا اور پھر اس کی رفتار دھیمی ہو گئی

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں" اس نے کہا۔

"کوئی وجہ نہیں کہ آپ ایسا نہ کریں"

"آپ لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے"

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب بہت ہوشیاری سے دینے کی ضرورت تھی

"مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے ایسا کبھی کہا ہے" ذاکر نے کہا۔

"لیکن آپ سوچتے تو ہیں۔ کیونکہ پولیس بھی یہی سوچتی ہے اور حد یہ ہے کہ میرے والد بھی اسی شبہ میں مبتلا ہیں۔ انھوں نے کبھی کچھ کہا نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ یہ خیال کس قدر تکلیف دہ ہے"

ذاکر کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ کمال کہنا کیا چاہتا ہے۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے سامنے جو باتیں آتی ہیں ہم اسی سے نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں"۔

"ہاں ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے بھائی سے جھگڑا کیا تھا۔ اچھا مسٹر ذاکر یہ بتائیے کہ کیا آپ کے بھائی ہیں"

"ہاں۔ کیوں"

"کبھی آپ کا ان سے جھگڑا ہوا تھا"

"ہاں کئی بار"

"پھر کیا آپ کے ذہن میں یہ بات کبھی آئی تھی کہ اس کو ہلاک کر دیں۔ آپ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کو صرف اس لئے قتل کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا کہ ان میں اختلاف رائے ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ میری پوزیشن کس قدر تکلیف دہ ہو رہی ہے"

"ہاں۔ لیکن یہ بتائیے کہ آپ نے جمال کو قتل کیا ہے یا نہیں"

کمال کی آنکھیں چند لمحے کے لئے نصف بند ہو گئیں۔ اس نے ذاکر کی طرف دیکھا اور پھر سڑک پر گذرنے والی ٹریفک کو دیکھنے لگا۔

"ہوں۔" وہ بولا۔ "میں مشتبہ ہوں اور اب آپ لوگ کسی بھی حالت میں اپنا نظریہ تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

"کوئی شخص اپنا نظریہ صرف اس وجہ سے کبھی تبدیل کرنے پر تیار نہ ہو گا کہ آپ کے کہنے کے مطابق آپ کی پوزیشن بہت نازک ہو رہی ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہی تو ہے۔" کمال نے کہا۔ "ہم بیکار اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"ایسا بھی نہیں ہے۔" ذاکر نے کہا۔ "میں دو باتوں کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"وہ کیا ہیں۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے مجھے اس بات کا یقین نہیں دلایا ہے کہ آپ بے گناہ ہیں۔"

"کیا فائدہ۔" کمال نے کہا۔ "میرے خیال میں ہر قاتل اپنے جرم سے آخر وقت تک انکار کرتا رہتا ہے۔ بہر حال میں نے اپنے بھائی کو قتل نہیں کیا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں کوئی ایسی بات ہے جسے آپ پولیس کو بتانا بھی چاہتے ہیں لیکن بتانے میں جھجک بھی محسوس کر رہے ہیں ابھی کچھ دیر پیشتر سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ کے سامنے آپ کو دیکھ کر میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

کمال کانپ اٹھا

"کیوں نہ ہم لوگ کہیں بیٹھ جائیں"۔ اس نے کہا۔

"وہ سامنے کیفے لاسورا بیا ہے۔ اس وقت وہاں بھیڑ بھی نہ ہو گی"۔ ذاکر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ "ایک منٹ۔"

اس نے اپنی جیب سے نوٹ بک اور پنسل نکالی۔ ایک سادے صفحے پر کچھ

لکھا اور اسے پھاڑ کر ہاتھ میں لے لیا۔

"میں اسے انسپکٹر شاہد کے پاس بھیجتا ہوں۔"

"کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ اس میں میرا نام تحریر ہے یا نہیں" کمال نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس میں آپ کا نام درج نہیں ہے۔"

"پھر بھی میں اس کا مضمون دیکھ لینا چاہتا ہوں۔ اگر اعتراض نہ ہو تو ۔ اسی صورت میں ہم کچھ باتیں کر سکیں گے۔"

"ضرور دیکھئے۔" کہتے ہوئے ذاکر نے کاغذ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس میں تحریر تھا۔

"ڈیر شاہد، اب میں بھی انڈے پر بیٹھنے جا رہا ہوں لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ انڈے اچھے ہیں یا گندے۔ ممکن ہے یہ انڈے میرے لئے ڈائنامیٹ ثابت ہوں۔ لیکن بہادر شخص ایک ہی بار مرتا ہے۔"

"اگر میں تمہیں ایسی حالت میں کہیں پڑا ہوا ملوں کہ میری گردن کٹی ہوئی ہو تو یاد رکھنا کہ مجھے گلاب بہت پسند تھے۔ ذاکر۔"

شاہد نے اسے کئی بار پڑھا۔

"آخر اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔" وہ آپ ہی آپ بڑبڑایا۔

وہ اور ذاکر ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ ان دونوں کا فائدہ تھا کہ وہ ایک ہی جرم کے کیس میں مختلف نظریئے کے ساتھ کام کرتے تھے لیکن ان میں کبھی کسی قسم کی دشمنی پیدا نہ ہوتی تھی۔ دونوں ہی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ایک کے مصیبت میں آجانے سے دوسرا اپنی جان کی بازی لگا سکتا ہے۔ ان میں اکثر اشاروں میں بھی باتیں ہو جایا کرتی تھیں اور اسوقت شاہد کے سامنے یہی مسئلہ تھا کہ ذاکر نے اس سے کونسا اشارہ کیا ہے۔

تیسواں باب

کمال کی کہانی

مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے وہ تحریر دکھادی تھی " کمال نے کیفے لاسورابیا کے ایک کیبن میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

" کیوں "

اس سے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ میری پوزیشن کیا ہے۔ آپ کے ساتھ۔ مجھے امید ہے آپ مجھ پر پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش نہ کریں گے "

" کم سے کم آپ اس پر تو یقین کرلیں کہ میں سامنے سے وار کرنے کا عادی ہوں تاکہ آدمی ہوشیار ہوجائے "

" لیکن اگر آپ مجھے مجرم سمجھتے ہیں ۔ اور میں آپ کو کوئی ایسی بات بتاؤں جس سے آپ کے شبہے کو تقویت حاصل ہو تو آپ اسے پوری دنیا کو بتانے پر تیار ہوجائیں گے۔ کیا یہ پیچھے سے وار کرنے کے برابر نہ ہوگا "

" اب آپ میری پوزیشن نازک بنا رہے ہیں "

" لیکن مسٹر آپ سمجھتے کیوں نہیں۔ اگر آپ سے ہزار گنی زیادہ میری پوزیشن خراب نہ ہوتی تو میں آپ سے باتیں کرنے کے لئے یہاں کیوں آتا "

" کیا مجھے ایک سوال پوچھنے کی اجازت ہے "

" ہاں پوچھئے "

" کیا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتانے جا رہے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ

کسی طرح بھی آپ کا قتل کے معاملے سے تعلق ہے اور پھر یہ بھی چاہتے ہو کہ میں خاموش رہوں۔ ایسی حالت میں آپ کے جرم کو چھپانے کا مطلب ہو گا کہ میں آپ کا ساتھی ہوں۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو گا کہ میں بھی مجرم ہوں"۔

"میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں نے اپنے بھائی کو قتل نہیں کیا ہے"۔

"پھر وہ کون سی بات تھی جس کی وجہ سے آپ محکمہ سراغرسانی کی عمارت کے سامنے کھڑے ہچکچا رہے تھے۔

"یہ سچ ہے۔" کمال نے کہا۔ "لیکن آپ کی باتیں مجھے خوفزدہ کر رہی ہیں کہ میں آپ کو کچھ نہ بتاؤں۔ اس کے ذریعہ حالاتی ثبوت سے میرے گلے میں پھانسی کا پھندا آسانی سے پڑ سکتا ہے۔ یہی ایک تکلیف دہ بات ہے جسے میں فراموش نہیں کر پا رہا ہوں۔ میرے ایک طرف کنواں ہے اور دوسری طرف کھائی اور میرا ذہن اس کی وجہ سے معطل ہوتا جا رہا ہے۔ اب مجھ میں زیادہ برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی ہے۔ حقیقت میں یہ دیکھا جائے تو میں جس قدر اپنے لئے پریشان ہوں اسی قدر اپنے والد کے لئے بھی پریشان ہوں۔ میرا تو خیال ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے انہیں نیند ہی نہیں آتی اور ان کی تندرستی دن بدن گرتی جا رہی ہے"۔

"پھر بہتر یہی ہو گا کہ مجھے سب کچھ بتا دو۔"

کمال نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور پھر کرسی کے ہتھے کو سہلانے لگا۔

"میں صاف صاف بات کرنے جا رہا ہوں"۔ اس نے کہا۔ "کیونکہ مجھے کسی کے مشورے کی ضرورت ہے۔ میرے والد نے مجھ سے قسم لے لی ہے کہ میں اس بات کو کبھی کسی سے نہیں بتاؤں گا۔ ان کا کہنا ہے کہ خاموشی ہی ہمارے لئے بہتر ثابت ہو گی۔ ممکن ہے ان کا خیال صحیح ہو لیکن مجھے اس پر یقین نہیں ہے۔ صرف تین شخص ہی اس حقیقت سے واقف ہیں۔"

کمال خاموش ہو گیا اور چھت کی سمت دیکھنے لگا۔"

"کون سی حقیقت"۔

"ان ملاقاتوں کی حقیقت۔"

"اور جاننے والے تین شخص کون ہیں۔"

"میرے والد ۔ میں اور ۔ اور نجمہ ۔"

رپورٹر کی آنکھیں نصف بند ہو گئیں۔ اس کے خیال سے کہیں زیادہ کمال کی ملاقات دلچسپ ثابت ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب پردہ اٹھنے ہی والا ہے۔

"ہاں"۔

کمال خاموشی سے چند منٹ تک ذاکر کو دیکھتا رہا۔

"مجھے جو بات معلوم ہے اگر میں پولیس کو بتا دوں تو وہ اسے ریکارڈ کر لیں گے" اس نے پوچھا۔

"ہاں" ذاکر نے جواب دیا۔ "لیکن میرا مشورہ ہے کہ اگر تم کسی طرح کا خطرہ نہیں لینا چاہتے ہو تو تمام باتیں انسپکٹر شاہد کو بتا دو۔"

"اور شاید اس طرح اپنے باپ کو موت کے منہ میں پہنچا دوں، جبکہ انھوں نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کہا تھا۔ انھیں آپ میری طرح نہیں جانتے ورنہ آپ سمجھ جاتے کہ میں جو کچھ آپ کو بتاؤں گا اسے پولیس کو بتانے پر ان پر کیا گذر سکتی ہے۔ اس وقت مجھے ایک سلجھے ہوئے دماغ کی ضرورت ہے جو مجھے کوئی اچھا مشورہ دے سکے اور نہ جانے کیوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں آپ پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔"

"اس بھروسے کا شکریہ۔" ذاکر نے کہا۔ "لیکن ایک شخص کو اس وقت بہت ہی ہوشیاری سے کام لینا پڑتا ہے جب اس کا واسطہ قاتل سے پڑ گیا ہو۔"

"میرے ذہن میں راستہ چلتے ہوئے یکایک یہ بات آئی تھی کہ اگر میں آپ کو تمام باتیں بتادوں تو یہ ایک عقلمندی کی بات ہوگی۔ درحقیقت میں ادھر اسی غرض سے آیا تھا کہ تمام باتوں سے انسپکٹر شاہد کو آگاہ کردوں لیکن آخری لمحے میں میری ہمت جواب دے گئی تھی۔ اگر آپ کو میں اس وقت کچھ بتادوں تو کیا آپ وعدہ کرتے ہیں کہ اسوقت تک خاموش ہی رہیں گے جبتک کہ خاموش رہنا ممکن ہو سکے گا۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو آپ مجھے کچھ مشورہ بھی دیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" ذاکر نے فوراً جواب دیا۔

"اس سے تو آپ واقف ہوں گے۔" کمال نے کہا "کہ تمام واقعات ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں۔"

"عام طور پر خیال یہی کیا جاتا ہے۔"

"اسی لئے اگر میں ہوشیاری سے کام نہ لوں گا تو تمام آفت ہیں پر آسکتی ہے۔ میرا مطلب ہے مجھ پر اور میرے والد پر۔ حالات ہی کچھ ایسے ہیں۔ میں نے کسی اچھے وکیل کے پاس جانا طے کیا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر نہیں گیا کہ وہ بھی کچھ نہ کر سکے گا۔"

"کیوں نہ آپ شروع سے ہی تمام باتیں بتائیں"۔

"بتانے کے لئے ٹانگا بیں کے علاوہ میرے پاس اور کوئی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ منحوس شے میرے والد کی ہے"۔

ذاکر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اوہ۔" اس نے کہا۔ "یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے۔ آگے۔"

"میرے یہ کہنے سے کہ وہ شے میرے والد کی ہے میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خیال ہے وہ انھیں کا ہے کیونکہ اس طرح کی چیزوں کو کوئی بھی شناخت نہیں کرسکتا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ اس ملک میں پیدا نہیں ہوتے یہانتک کہ جنوبی افریقہ کے زیادہ

تر باشندے بھی اس سے ناواقف ہوں گے کیونکہ یہ زیادہ تر دلدلی علاقوں میں ہی پھلتا ہے۔ ان کی کوئی قیمت نہیں ہے نہ ہی اس سے ان مقامی لوگوں کے علاوہ اور کوئی دلچسپی لیتا ہے جو اسے اپنے دشمن کے پاس بھیجنا پسند کرتے ہیں۔

"دو تین سال پیشتر میرے والد کے ایک دوست — جو زیادہ تر جنوبی زولولینڈ میں تجارت کا کام کرتے ہیں یہاں آئے تھے اور والد کے ساتھ ہی کچھ دنوں تک مکان میں ٹھہرے تھے۔ ایک دن انھوں نے اپنی جیب سے کچھ ٹانگابین نکال کر میرے والد کو دکھاتے ہوئے پوچھا کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ میں اس کے بارے میں پہلے بھی والد سے سُن چکا تھا کس طرح بنگرو لوگ اسے موت کا پیغامبر بنا کر دوسروں کے پاس بھیجتے تھے۔ اب اس تاجر سے ملنے کا خیال کیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ وہ افریقہ واپس چلا گیا ہے اور واپس جاتے ہوئے اس ٹانگابین کو ہمارے پاس چھوڑ گیا تھا۔ کاش وہ اسے اپنے ساتھ واپس لیتا گیا ہوتا۔ لیکن کسی نے اسے ہال کی میز کے ایک خانے میں رکھ دیا تھا اور وہ وہیں پڑے رہے تھے۔"

"ایک منٹ۔" ذاکر نے کہا۔ "اس وقت کون کون موجود تھا جب اس تاجر نے انھیں تمھارے والد کو دکھایا تھا۔"

"میرے والد، میرا بھائی جمال اور میں۔"

"ان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ہم نے اسے چھپا کر نہیں رکھا تھا۔ ممکن ہے والد صاحب نے انھیں کسی اور کو دکھایا ہو۔"

"کیا آپ کو یقین ہے انھوں نے ایسا کیا تھا۔" ذاکر نے پوچھا۔

"میں نے ان سے دریافت کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اس بارے میں یقین سے کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میری پوری بات سُن لیجئے۔ جب مجھ کو

دھمکی دی گئی اور اس کے کتے کو مار ڈالا گیا تو اس نے اس منحوس شے کو انھیں دکھایا تھا جو کتے کے پٹے سے بندھی ہوئی ملی تھی۔ آپ کو یہ تو یاد ہی ہوگا کہ میرے والد ہی نے بجرنگ کو بتایا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ پھر گھر واپس آکر سب سے پہلے انھوں نے میز کا خانہ کھول کر دیکھا تھا۔ اس میں ایک بھی ٹانگا بین موجود نہیں تھا۔ کسی نے انھیں وہاں سے نکال لیا تھا۔

"یہیں سے ہماری مصیبتیں شروع ہوتی ہیں۔ پھر جو واقعات ظہور میں آئے اور جو باتیں معلوم ہوئیں ان سے کوئی بھی شخص یہ سمجھنے کی غلطی کر سکتا تھا کہ ہمارا خاندان ہی مجرم ہے۔

میرے والد نے بجرنگ کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ ہمارے ٹانگا بین غائب ہو گئے ہیں۔ اس وقت بشیر احمد وکیل بھی موجود تھے۔ انھیں یعنی بشیر صاحب کو اس پر یقین تھا کہ میرے والد اس طرح کا کوئی کام نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ بجرنگ کو مار ڈالنے کی دھمکی دی گئی تھی اور اس کے مرنے کے بعد والد صاحب ہی ایک ایسے شخص تھے جو اس کی جائداد کے مالک بن سکتے تھے اس لئے دونوں نے ان سے خاموش رہنے کے لئے کہا تھا کیونکہ اس بات کے ظاہر ہونے پر والد صاحب ہی پر شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔

"والد صاحب کو شروع میں اس کی وجہ سے کافی پریشانی شروع ہوئی تھی لیکن بعد میں حالات کو دیکھتے ہوئے انھوں نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ خاموش رہیں۔ آپ تو سمجھتے ہی ہوں گے کہ اگر یہ بات ظاہر ہو گئی ہوتی تو ہماری پوزیشن کس قدر نازک ہو گئی ہوتی۔"

"یہ تو سچ ہے۔" ذاکر نے کہا۔

"اس کے علاوہ اُس وقت ۔ مسٹر بشیر کو چھوڑ کر سب ہی کا یہ خیال تھا کہ کسی نے مذاق کیا ہے۔ یہاں تک کہ مقامی پولیس نے بھی اس میں زیادہ دلچسپی

نہیں لی تھی۔"

"پھر نجمہ احمد آباد چلی گئی اور ہمیں اس وقت تک اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا جبکہ بشیر صاحب کو بمبئی کے ایک ہوٹل میں قتل نہیں کیا گیا۔ اسوقت ہم نے پوری طرح محسوس کیا کہ ہم بری طرح حالات کے شکار ہو رہے ہیں۔"

"والد صاحب پولیس کو وہ تمام باتیں بتانا چاہتے تھے جن سے وہ واقف تھے لیکن نجمہ نے پھر انہیں مجبور کیا کہ وہ خاموش ہی رہیں۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس کا فیصلہ کرنا بہت ہی مشکل تھا اور وہ بھی اس حالت میں جبکہ انسپکٹر شاہد ہمیں مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ والد صاحب اس وقت بمبئی میں ہی موجود تھے جب مسٹر بشیر کو قتل کیا گیا تھا اس سے ان کی پوزیشن اور بھی خطرے میں آجاتی تھی۔ لیکن سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ ہفتوں بعد پولیس کو ناگا مین کے بارے میں بتایا جاتا۔

"یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ والد صاحب نے تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد خاموش ہی رہنا طے کر لیا تھا کیونکہ اسوقت ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہمیں گرفتار کیا جانے والا ہے اور اس بات کو ظاہر کرنے کا مطلب تھا کہ ہم خود اپنا ہاتھ، ہتھکڑیوں کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اگر ہمیں اس بارے میں بھی کچھ اندازہ ہوتا کہ اس منحوس چیز کو کس شخص نے چرایا تھا تو پھر معاملہ دوسرا ہی ہوتا۔ اس کے علاوہ نجمہ نے ہمیں خاموش رہنے کی ہدایت کی تھی۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ہم اس سے یہ گواہی دلا سکتے ہیں کہ ہم نے اپنی طرف سے کسی بات کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ذاکر نے ایک لمبی سانس لی۔

"آپ لوگ خود اپنے لئے مشکلات پیدا کرتے رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"آپ کبھی اس خوف سے بیدار نہ رہے ہوں گے کہ ممکن ہے آپ کو پھانسی دے دی جائے۔"

"ابھی تک تو نہیں لیکن میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ دوسروں پر کیا گزرتی ہوگی"

"ہاں پھر کیا ہوا۔"

"پھر میرے بھائی جمال کا قتل وجود میں آیا۔ اور سب سے بڑی بدقسمتی اس کے ساتھ ہی یہ تھی کہ اسی دن اس سے میرا جھگڑا ہوا تھا۔ میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ پایا ہوں کہ انسپکٹر شاہد نے مجھے میرے بھائی کے قتل کے جرم میں گرفتار کیوں نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے میں نے کچھ سوچنے سمجھنے میں غلطی کی ہو لیکن ہر طرح سے اس معاملے میں مجرم میں ہی نظر آتا ہوں۔"

"پولیس کا اس بات سے واقف ہو جانا کہ قاتل کون ہے اور پھر اسے گرفتار کرنا دو الگ الگ باتیں ہیں۔" ذاکر نے بتایا۔ "وہ اس وقت تک انتظار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں جبتک کہ ان کے ہاتھ کوئی ثبوت نہ آجائے جس سے وہ جیوری کو مطمئن کر سکیں۔"

"کیا۔ کیا اس کا مطلب ہے کہ وہ انتظار کر رہے ہیں۔" کمال نے پوچھا

"ممکن ہے۔ میں اس بارے میں کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ شاہد نے مجھے کچھ بتایا بھی نہیں ہے۔"

"اور اب ۔ اگر میں انہیں بتا دوں ۔ ٹانگا بین کے بارے میں ۔"

ذاکر ظاہر طور پر اطمینان سے اپنے پائپ کو پی رہا تھا لیکن حقیقت میں وہ شاہد کی کہی ہوئی ایک بات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "ممکن ہے کمال کی لاعلمی میں رومال وغیرہ نکالتے ہوئے یہ ٹانگا بین پھاٹک کے پاس گر گئے ہوں۔ فرض کر لیا جائے اگر اس کی بات سچ ہے ۔ فرض کر لیا جائے کہ

کمال نے بعد میں یہ محسوس کیا ہو کہ رومال وغیرہ نکالتے وقت وہ ٹانگا بین اس کی جیب سے کہیں گر گئے ہیں تو اس حالت میں کیا کر سکتا تھا۔ سیدھی سی بات بھی وہ یہی کر سکتا تھا جو اب کر رہا تھا کہ اس پر کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ اس کی جیب سے وہ گرے ہوں گے۔

"آپ نے جواب نہیں دیا۔" کمال بولا۔ "ایسی حالت میں انسپکٹر شاہد کیا خیال کریں گے۔"

ذاکر نے اسے غور سے دیکھا۔

"جب آپ اپنے گھر سے روانہ ہوئے تھے تو اس وقت کون سے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔"

"یہی جو اس وقت پہنے ہوں۔"

"کیا آپ میری ایک بات مانیں گے۔"

"اگر ممکن ہوئی تو۔"

"اپنی جیبوں کو خالی کر کے انھیں الٹ دیں۔"

"اگر واقعی آپ ایسا چاہتے ہیں"۔ کمال کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ "تو یہ ایک عجیب خواہش ہے۔ پھر بھی —"

اس نے بغیر کسی جھجک کے اپنی تمام جیبیں الٹ دیں۔

"یہ دیکھئے۔" کمال نے کہا۔ "آپ کو کس چیز پانے کی اُمید تھی۔"

"اسے بھول جائیے۔" ذاکر نے کہا۔ "کیا آپ یا آپ کے والد کو یاد ہے کہ آپ کے یہاں کتنے ٹانگا بین تھے۔"

"ہم نے اس بارے میں گفتگو کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ تعداد میں چھ یا سات تھے۔"

اگر کمال کا کہنا صحیح ہے، ذاکر نے سوچا، تو پھر وہ سب مل چکے تھے۔ پہلا کتے کے پٹے سے بندھا ملا تھا۔ دوسرا نجمہ کو احمد آباد میں اور تیسرا اس کے مکان گلکدہ میں اسے ملا تھا۔ چار شفیق نے ادریس احمد کے مکان کے سامنے پائے تھے۔

"ایک بات اور ہے جس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے اور حقیقت میں دیکھا جائے تو اسی وجہ سے میں نے آج انسپکٹر شاہد سے ملنا طے کیا تھا۔" کمال نے کہا۔ "خلوص دل سے میری تو یہی دعا ہے کہ نجمہ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچ پائے لیکن ان حالات کو دیکھتے ہوئے جو ابھی تک ظہور میں آچکے ہیں یہ ممکنات سے ہے کہ وہ بھی کسی کا شکار ہو سکتی ہے۔ بشیر احمد اور نجمہ — یہی دو ہستیاں ایسی ہیں جو جانتی تھیں کہ ٹانگا بین ہمارے ہیں۔ بشیر صاحب مر چکے ہیں۔ اب اگر اتفاق سے نجمہ کو بھی کچھ ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ٹانگا بین —"

"آپ کو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔" ذاکر نے کہا۔ "جیوری صرف اتنی ہی باتوں سے مطمئن ہو سکتی ہے۔"

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔" کمال نے پوچھا۔

ذاکر نے پائپ کو دانتوں میں زور سے دبا لیا۔

"پہلی بات جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انسپکٹر شاہد جلد سے جلد آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔" ذاکر نے کہا۔ "آپ ان سے فوراً مل لیں کیونکہ کچھ نئی باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ اگر آپ جلدی ہی اس سے ملاقات نہ کریں گے تو پھر وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گا جسے آپ قطعی پسند نہ کریں گے آپ نے مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے اور میں آپ سے یہی کہوں گا کہ بغیر کسی

جھجک کے شاہد سے ملکر آپ اسے تمام باتیں بتا دیں۔"

"لیکن ——"

"لیکن اور مگر سے کام نہیں چلے گا۔" ذاکر نے تلخ لہجے میں کہا۔"آپ حالات کا شکار ہیں یا اس معاملے میں آپ کا بھی ہاتھ ہے اس سے میں واقف نہیں ہوں۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ نے ہوشیاری سے کام نہ لیا تو پھر آپ کو اور بھی مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

کمال کی پیشانی پر پسینے کے قطرے آ گئے۔

"انسپکٹر شاہد کو بتانے کا مطلب ہوگا کہ میں اپنے والد کو بھی اس میں گھسیٹ لوں ——" وہ کچھ گھبرا کر بولا۔" اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں تو آپ کیا کریں گے۔

ذاکر جواب دینے سے پیشتر چند لمحے تک غور کرتا رہا۔

"جبتک ممکن ہو سکے گا میں اپنے وعدے کے مطابق خاموش رہوں گا۔ کیونکہ آپ نے مجرم ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے۔"

"انسپکٹر شاہد مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔" کمال نے پوچھا۔

ذاکر اٹھ کھڑا۔

"اگر میں اپنے طریقے پر شاہد کو یہ تمام باتیں بتاؤں تو ممکن ہے کہ وہ سمجھ لے کہ کس طرح آپ کو اس معاملے میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ فیصلہ کیا کرے گا۔ بہر حال میں ہر طرح سے آپ کی مدد کرنے کو تیار رہوں۔"

کمال اور بے چین نظر آنے لگا۔

میں انسپکٹر شاہد کو فون کرنے جا رہا ہوں۔" ذاکر کہتا گیا۔ میں اس سے

یہاں آنے کے لئے کہوں گا لیکن آپ کا نام نہیں لوں گا۔ اس درمیان میں آپ کو روکنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ اگر آپ چلے جائیں گے تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہو گی۔ میں اپنے وعدے کے مطابق اسے یہ نہیں بتاؤں گا کہ آپ یہاں تھے

لیکن ابھی آپ نے یہ اشارہ کیا تھا کہ اگر میں جلد ہی اس سے نہیں ملونگا تو ممکن ہے وہ مجھے گرفتار کر لے۔

" میرے خیال میں آپ کے لئے بہتر یہی ثابت ہو گا کہ اس کے آنے تک آپ یہیں موجود رہیں۔"

ذاکر کیبن سے نکل کر شاہد کو فون کرنے چلا گیا۔

" بس اپنے آفس سے نکل کر کسی ٹیکسی پر سوار ہو جاؤ۔" اس نے فون پر کہا۔" اور سیدھے کیفے لاسورابیا میں آجاؤ۔"

" ابھی تک انڈے پر بیٹھے ہو۔" شاہد نے پوچھا

" نہیں، کچھ نکل بھی آیا ہے لیکن میں سمجھ نہیں سکا ہوں کہ وہ کیا چیز ہو سکتی ہے۔"

ذاکر نے ریسیور رکھتے ہوئے اس کیبن کی طرف دیکھا جہاں وہ کمال کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ اب بھی اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔

اکتیسواں باب

اندھا فقیر

اندھا راجو ایک عمارت کے پاس کھڑا اپنے ہاتھوں کو منھ کی بھاپ سے گرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آج سردی کافی تھی اور یہ بات شاید اس کے قدموں کے پاس بیٹھا ہوا کتا بھی محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ کچھ بے چین نظر آرہا تھا۔ جس وقت راجو نے آگے بڑھنے کے لئے اپنا قدم اٹھایا کتا بھی دم ہلاتا ہوا اس کے ساتھ چلنے لگا۔

کتے کی گردن میں بندھی ہوئی ڈوری کے سہارے آگے بڑھنے کے لئے جب راجو نے ایک گلی کی سمت گھومنے کے لئے اپنا رخ موڑا تو اسے ایک آواز سنائی دی۔ وہ آواز۔۔ اس نے ایسا محسوس کیا جیسے کسی فرشتے کی ہے۔

"کیا تم بغیر کسی مصیبت کے دس بیس روپے کمانا چاہتے ہو۔"

راجو نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔

"بابو۔ میں نے آج سے پہلے اس طرح کی بات کبھی نہیں سنی"۔ اس نے کہا "آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"اس کار میں بیٹھ جاؤ۔" فرشتے نے کہا۔ "میں آگے بڑھتے ہوئے تمہیں سب باتیں بتاؤں گا۔۔ تم بیٹھ جاؤ، میں کتے کو بٹھا دوں گا۔ ہاں۔ اب ٹھیک ہے۔ تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

اس کے بعد اندھے راجو نے اپنے ہاتھوں میں کسی شے کو آتے ہوئے محسوس

گیا۔ اسے ہاتھ میں لیتے ہوئے ایک عجیب طرح کی لذّت محسوس کی۔ اس فقیرانہ زندگی میں اسے نوٹوں سے واسطہ نہیں پڑتا تھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"زیادہ کچھ نہیں۔" آواز نے جواب دیا۔" میں چاہتا ہوں تم اپنا یہ پھٹا ہوا اوور کوٹ اتار کر مجھے دے دو۔ اس کی جگہ پر میں تمہیں اپنا کوٹ دیدونگا اور ایک نیا کنٹوپ بھی دیدوں گا۔ جس سے تم اپنے کان اچھی طرح بند کر سکوگے۔"

راجو نے دوسرا اوورکوٹ لے کر پہنا اور پھر اس پر اپنی انگلیاں پھیرنے لگا۔

"ایک فقیر کے پاس اس طرح کا کوٹ نہیں ہوتا بابو۔" اس نے کہا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہارا کوٹ تمہیں واپس کر دوں گا۔ ایک بات اور ہے۔ میں ایک یا دو دن کے لئے تمہارا کتا بھی چاہتا ہوں۔"

یہ بات سن کر اندھا راجو خوش نہیں ہوا۔" نہیں بابو، میں اسے آپ کو نہیں دوں گا۔ یہی تو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔"

"اچھی بات ہے تو پھر ہم میں معاملہ طے نہیں ہو سکے گا۔" اسے جواب ملا۔

راجو نے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے نوٹ کو ٹٹولا۔ اس نے ایک خوشگوار قسم کی لذّت محسوس کی۔ اس خیال سے اسے تکلیف پہنچی کہ وہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

"کیا آپ اس کی دیکھ بھال اچھی طرح کریں گے۔"

"میں اسے اپنا کتا سمجھ کر اس کی دیکھ بھال کروں گا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ صرف ایک یا دو دن کے لئے۔"

"ہاں"۔ آواز نے کہا۔" اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تم دو تین دن تک بھیک مانگنے کے لئے گھر سے نہیں نکلو گے۔"

"لیکن مجھے یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کب میں اپنے کام پر نکلوں"۔ اندھے نے پوچھا
"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہارے گھر آکر بتا دوں گا۔"
"میرے گھر۔" اندھے نے حیرت سے پوچھا "آپ جانتے ہیں میرا گھر کہاں ہے۔"

"ہاں۔" اجنبی نے اسے اس کے گھر کا پتہ بتا دیا۔
"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا" اندھے نے مشتبہ ہو کر پوچھا۔
"بہت سی باتوں کو جاننا ہی میرا کام ہے۔ اس بارے میں تم کسی سے کچھ نہ کہنا۔ تمہیں اس کا معاوضہ اچھا ملے گا۔ یہ لو، ہم اس گلی کے پاس آگئے ہیں جہاں تمہاری جھونپڑی کا ہے۔ اب جاؤ، لیکن یاد رکھنا اس بارے میں تم کسی سے کچھ نہ کہو گے ورنہ میں تمہیں ایک پیسہ بھی اور نہیں دوں گا۔ تمہارے کتے کو میں جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"
اندھا راجو نیچے اُتر پڑا اور اپنی لکڑی کے سہارے ایک طرف چلتے ہوئے سوچنے لگا کہ آخر اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔
"کھو راجو، آ گئے۔" اس نے ایک آواز سنی۔ اس کی لکڑی کی کھٹ کھٹ بند ہو گئی۔

"یہ کیا ہے بنسی۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا جس میں نوٹ تھا۔
"دس دس کے دو نوٹ۔" بنسی نے حیرت ظاہر کی۔ "کسی کی جیب صاف کر دی ہے کیا۔"
اندھے نے حفاظت سے نوٹوں کو جیب میں رکھ لیا۔
"میں جمع کر رہا ہوں"۔ اس نے کہا اور پھر فرش زمین پر اس کی لکڑی کے

ٹکرانے سے آواز پیدا ہونے لگی۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد اسی جگہ پر ایک دوسرا اندھا فقیر بیٹھا ہوا تھا جہاں پر راجو کھڑا اپنے ہاتھوں کو منھ کی بھاپ کی گرمی پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے ساتھ کے کتّے نے بھر سردی سے بے چین ہوتے ہوئے اس کے گرد دو تین چکر لگائے اور اس کے قدموں میں گھس کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ ایسی باتیں تھیں جو اس کتّے کی سمجھ میں آرہی تھیں۔ وہ شخص جو پھٹا ہوا پرانا اوورکوٹ پہنے تھا اس کے مالک کی طرح ہی نظر آرہا تھا۔ لیکن اس کا اصلی مالک نہیں تھا۔

تینتیسواں باب

تلاشی

ناٹے قد کے اس موٹے شخص نے ۔ جس نے اپنے دانتوں میں سگار دبا رکھا تھا اور عمدہ قسم کا سوٹ پہنے تھا ۔ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے تینوں ساتھیوں کو غور سے دیکھا ۔

نفس ۔ جس کی پیشانی کافی چوڑی تھی خاموشی سے بیٹھا ہوا مطمئن نظر آ رہا تھا لیکن اس کی تیز اور سرد نگاہیں پوری طرح سب کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ بہت کچھ کرنے کے لئے ایک سکنڈ کے اندر تیار ہو سکتا تھا ۔

ایک دوسری آرام کرسی پر ایک دوسرا شخص بیٹھا ہوا بار بار عجیب طرح سے منھ بنا رہا تھا ۔ اسے لوگ کالے خاں کے نام سے جانتے تھے اور اس وقت وہ بری طرح کوکین کی ضرورت محسوس کر رہا تھا ۔ آج اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کر سکتا ۔ یہاں تک کہ اسے کوئی ایسا دوست بھی نہیں مل سکا تھا جو اس کی کچھ مدد کر سکتا ۔ اس کی لمبی پتلی انگلیاں کسی آرٹسٹ کی ہی ہو سکتی تھیں اور حقیقت میں اس کے والدین نے اسے ایک بہترین دائلنسٹ بنانا چاہا تھا لیکن اس نے تجوری کھولنے کے کام میں مہارت حاصل کر لی تھی ۔

" چوتھا شخص وہ تھا جو بار بار اپنے رومال کو مروڑ رہا تھا ۔ اس کے شانے چوڑے ناک چھوٹی اور آنکھیں چمکدار تھیں جس سے اس کے چالاک ہونے کا پتہ چلتا تھا ،

"جب ہم ایک کام کو شروع کریں تو پھر اسے ختم کر کے ہی چھوڑنا چاہئے۔" ناٹے قد کا موٹا شخص کہہ رہا تھا۔ "اس کے لئے ہمیں صرف دماغ کی ضرورت پڑتی ہے اور میں کہتا ہوں اس بارے میں صفدر پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے معین۔" فضل نے کہا۔ "بولنے میں اس کے لب مشکل سے ہی جنبش کرتے نظر آرہے تھے۔ "لیکن یہ صفدر کون ہے۔"

"ہاں۔ یہی میں بھی جاننا چاہتا ہوں"۔ کالے خاں بول اٹھا۔

"سنو۔" معین نے کہا۔ "اگر تم میں سے کوئی علیحدہ ہونا چاہتا ہے تو ابھی وقت ہے۔ صفدر اپنے کام کو کرنا اچھی طرح جانتا ہے۔ تم سب نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب ایک ہفتہ پہلے ہم یہاں ملے تھے اور یہ طے ہوا تھا کہ ہم لوگ اس کی ماتحتی میں کام کریں گے۔ میں بھی اس کے بارے میں تم لوگوں سے زیادہ نہیں جانتا لیکن وہ کام کرنا چاہتا ہے اور میں بھی کام کرنا چاہتا ہوں۔ ہم چار آدمی مل کر بہت آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ اب تمہیں اور کیا چاہئے۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ تم اس سے چارلی لنگ کے ہوٹل میں ملے تھے"۔ ناک والے شخص نے پوچھا۔

"ہاں، لیکن چارلی بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکا ہے کہ صفدر کون ہے کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے۔" معین کہتا گیا۔ "اگر تم لوگ اپنا کام اچھی طرح کرو گے تو صفدر اس کے بدلے میں اچھی رقم دے گا لیکن اگر یہ جاننے کی کوشش کرو گے کہ وہ کون ہے تو ممکن ہے ایک چھوٹی سی سیسے کی گولی کسی کی موت کا سبب بن جائے۔"

اسی وقت دروازہ کھلا اور وہ شخص اندر داخل ہوا جس کے آنے کا وہ لوگ انتظار کر رہے تھے۔

"میں نے آج کی رات کے لئے ایک آسان کام ڈھونڈ لیا ہے"۔ صفدر نے رسمی باتوں میں وقت نہ گنواتے ہوئے سیدھے سیدھے کہا۔ "تم اپنا سامان لائے ہو کالے خاں؟"

کالے خاں نے سر ہلاتے ہوئے اپنی جیب کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارے پاس پستول ہے فضل"۔

سرد آنکھوں والے نے بھی اپنے سر کو جنبش دی۔

"اگر سب لوگوں نے اپنا کام ہوشیاری سے کیا تو کام بہت آسانی سے ہو جائیگا" صفدر نے کہا۔ "اب سنو۔"

وہ لوگ خاموش بیٹھے صفدر کی باتیں سنتے رہے جو انھیں بتا رہا تھا کہ وہ اپنا کام کس طرح سرانجام دیں گے۔ پھر دھیرے دھیرے ایک ایک کرکے سب ہی کمرے کے باہر چلے گئے۔

یہ اسی رات دس بجے کی بات ہے جب نعیم اپنے فلیٹ سے باہر نکلا تو صفدر کافی دور پر کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ اس کے ساتھ جمیلہ بھی ہے۔ اسے صرف جمیلہ ہی کی طرف سے خطرہ تھا لیکن اب وہ بھی نعیم کے ساتھ دور جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ نعیم رات کو دس بجے ہی اپنے کام کے سلسلے میں باہر نکلتا تھا اور صفدر اس سے واقف تھا۔

وہ اس وقت تک کھڑا انتظار کرتا رہا جبتک نعیم اور جمیلہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔ پھر وہ ٹہلتا ہوا اس عمارت کے قریب پہنچ گیا جس میں نعیم کا فلیٹ واقع تھا۔ اسی وقت چھوٹی ناک والا اور کالے خاں بھی دوسری طرف سے آگر اس کے ساتھ ہو گئے۔

"سب ٹھیک ہے"۔ صفدر نے کہا لیکن ان لوگوں نے اس کی طرف کوئی توجہ

نہیں دی اور عمارت میں داخل ہو گئے۔

ان لوگوں کے اندر جانے کے بعد صفدر تین منٹ تک ایک جگہ کھڑا رہا۔ اس نے کسی کام میں حصہ نہیں لیا لیکن وہ تصور کی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

فضل اور کالے خاں سیڑھیاں طے کرتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچے اور وہاں فضل نے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کے بٹن کو ایک بار زور سے اور دو بار آہستہ سے دبایا۔ اس درمیان چھوٹی ناک والا شخص دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی نتھنوں کو مضبوطی سے بند کر چکا تھا۔

گھنٹی کے جواب میں نعیم کے ملازم نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے تارے ناچتے ہوئے نظر آنے لگے اور پھر وہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر فرش پر لڑھک گیا۔ ٹھیک اسی وقت صفدر بھی اس جگہ پہنچ گیا جب فضل ملازم کو گھسیٹ کر ایک طرف لے جا رہا تھا تاکہ اس پر آنے جانے والوں کی نظر نہ پڑ سکے۔ پروگرام کے مطابق چھوٹی ناک والا ملازم کے پاس کھڑا ہو گیا تاکہ اگر اسے ہوش آنے لگے تو اسے دوسری خوراک بھی دے سکے۔

"جلدی کرو۔" صفدر نے کہا۔ "ہمارے پاس صرف بیس منٹ کا وقت ہے۔ معین ہمیں سیٹی بجا کر اشارہ کرے گا۔"

کالے خاں پہلے ہی ایک تجوری کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ چکا تھا۔ اس تجوری میں نمبروں سے کھلنے والا قفل لگا ہوا تھا اور کالے خاں کی انگلیاں بہت ہوشیاری سے اس کے ڈائل پر گھوم رہی تھیں۔

ملازم کے بے ہوش ہونے کے پانچ منٹ بعد ہی تجوری کا دروازہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

گھڑی نے ساڑھے دس کا گھنٹہ بجایا ہی تھا کہ نعیم اپنے فلیٹ میں داخل ہوا۔

وہ چند لمحے تک ہال میں کھڑا اپنے وفادار ملازم کو دیکھتا رہا جو ایک کونے میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ تیز قدموں سے اس کمرے میں پہنچ گیا جس میں تجوری رکھی ہوئی تھی۔ وہاں کی تمام چیزیں بے ترتیبی سے پھیلی ہوئی تھیں۔ نعیم نے انھیں دیکھتے ہوئے ایک سگار نکال کر جلالیا۔

"صفدر موقع سے فائدہ اٹھانا اچھی طرح جانتا ہے جمیلہ"۔ اس نے کہا اور پھر وہ اس الماری کے پاس پہنچا جس میں بکھری ہوئی کتابیں رکھی تھیں۔ اس نے انھیں ایک طرف ہٹایا اور جیب سے ایک چابی نکال کر الماری کے تختوں کی درز میں ایک جگہ ڈال دی۔ چابی کے گھماتے ہی تختہ ڈھیلا ہوگیا اور پھر اس کے پیچھے ایک چھوٹی تجوری کا دروازہ نظر آنے لگا۔ نعیم نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں نوٹوں کی گڈیاں اور چند جواہرات رکھے ہوئے تھے۔

جمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر اس نے اپنی خفیہ تجوری کو بند کردیا۔

"ممکن ہے لوگ مجھے بیوقوف سمجھتے ہوں لیکن میں ان چوروں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ سوچتے ہیں کہ وہ بہت ذہین ہیں لیکن حقیقت میں ان کے پاس ذہن ہوتا ہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم کل ان جواہرات کو ٹھکانے لگا دو۔"

اسی وقت گھنٹی بجی۔

نعیم نے انگلی اٹھا کر جمیلہ کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔

"مجھے اس نوکر کو اٹھانے میں مدد دو۔"

دونوں نے ملازم کو اٹھا کر بستر پر لٹایا اور پھر جمیلہ تیزی سے کمرے کی حالت درست کرنے لگی۔ گھنٹی نے دوسری بار بجنا شروع ہی کیا تھا کہ نعیم نے دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ نعیم انھیں دیکھتے ہی فوراً سمجھ گیا کہ وہ کون ہوسکتے ہیں۔ اس بارے میں اس نے اپنے کاروبار کے سلسلے میں کافی تجربہ حاصل کرلیا تھا

"کیا یہاں کچھ گڑبڑی ہوئی ہے۔" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"گڑبڑی کیسی۔ آپ کون ہیں۔"

"میں خفیہ پولیس کا انسپکٹر کیلاش ہوں۔"

"اوہ"۔ یہاں تو کوئی گڑبڑی نہیں ہے"۔ نعیم نے اپنا سر اٹھا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ صفائی کر رہے ہیں۔"

"اتنی رات گئے۔"

"جی ہاں۔ لیکن آپ چاہتے کیا ہیں۔"

"کیا یہاں آپ کا کوئی ملاقاتی موجود ہے۔"

"ملاقاتی۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ یہاں صفائی ہو رہی۔ تمام سامان بکھرا ہوا ہے۔ ایسے میں ملاقاتی کو بیٹھنے کو کہاں جگہ دی جا سکتی ہے۔"

"کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اندر آ کر دیکھ لوں"۔ کیلاش نے کہا۔

"میں اسے ضروری نہیں سمجھتا۔" نعیم نے خشک مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

انسپکٹر نے بغیر کسی جھجک کے فوراً ہی کہا۔

"غیر سرکاری۔ بالکل غیر سرکاری طور پر۔ میرا خیال ہے سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ میں جو کہوں آپ اسی پر عمل کریں۔

حقیقت میں یہ شخص کتنی باتوں سے واقف ہے۔ نعیم کے ذہن میں یہ سوال چکر لگا رہا تھا۔ ظاہر تو یہی ہوتا تھا کہ کیلاش کو کچھ باتیں معلوم ہیں۔ پھر اس نے آخری جملہ اس لہجے میں کہا تھا جیسے وہ اسے مشورہ دے رہا تھا

"آپ چاہتے کیا ہیں۔" آخر نعیم نے پوچھا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیا مجھے تلاشی کا وارنٹ حاصل کرنے کی ضرورت پڑے گی۔"

جاسوس کے اس جملے کا نعیم پر خاطر خواہ اثر پڑا۔

"اگر آپ مجبور ہی کرتے ہیں تو دیکھ لیں۔" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔

اس درمیان جمیلہ نے بہت چیزوں کو سلیقے سے رکھ دیا تھا۔ لیکن پھر بھی ابھی تک وہ اس قابل نہیں ہو سکی تھی کہ ان تمام نشانوں کو مٹا دے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ صفدر اس جگہ آیا تھا۔

"رات کو اور صفائی۔" انسپکٹر نے کمرے کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔ "سامان کافی بکھرے ہوئے ہیں۔ شاید آپ لوگوں کو صفائی کرنے کا تجربہ نہیں ہے۔"

"اوہ، تھوڑی دیر میں ہم سب ٹھیک کر لیں گے۔" نعیم نے کہا۔

دوسرے کمرے سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ اس کمرے کا دروازہ بند تھا۔

"ادھر کیا ہو رہا ہے؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ۔ میرے ملازم کے سر میں چوٹ آگئی ہے ۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا ہے۔"

"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟"

اپنے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے نعیم نے کمرہ کا دروازہ کھول دیا۔ ملازم کو اب ہوش آرہا تھا۔ انسپکٹر کیلاش جیسے ہی اسے دیکھنے کے لئے جھکا اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

"اس کے تو جبڑے میں کافی چوٹ آئی ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔ "آپ کہہ رہے تھے کہ سر میں چوٹ آئی ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

"آپ صرف اتنی ہی باتیں مجھے بتانا چاہتے ہیں۔"

"اور میں کیا بتا سکتا ہوں۔" نعیم نے سگار چباتے ہوئے کہا۔

"مثال کے طور پر یہ چھپانے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے کہ اس جگہ چور آئے تھے۔" انسپکٹر نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"اس جگہ کو دیکھ کر معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" نعیم نے کہا۔ "کیوں انسپکٹر۔ کہیں آپ یہ تو شبہ نہیں کر رہے ہیں کہ اس کام میں میں نے بھی حصّہ لیا تھا۔

"حقیقت میں دیکھا جائے تو مجھے یہی نہیں معلوم ہے کہ شبہ کس بارے میں کیا جائے۔" انسپکٹر نے کہا۔ "لیکن کیا آپ مجھے کچھ اور بتانے کی زحمت کریں گے۔"

نعیم جو سوچ ہی رہا تھا کسی نتیجے پر پہنچ گیا۔

"آپ کا اندازہ صحیح ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "واقعی میرے فلیٹ میں چور آئے تھے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ میری بہن یہاں آنے والی ہے وہ دل کی مریض ہے۔ اسی لئے میں اس کی رپورٹ پولیس میں درج کرانا نہیں چاہتا کیونکہ اگر اسے معلوم ہو جائے گا تو اسے تکلیف پہنچے گی۔ اب شاید آپ یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم کیوں اس وقت گردن کی صفائی کر رہے ہیں اور کیوں اس معاملے کی رپورٹ پولیس میں درج کرانا نہیں چاہتے۔"

کیلاش بستر پر پڑے ملازم سے مخاطب ہوا۔

"تمہارے منہ پر کس نے گھونسہ مارا تھا۔"

"میں نہیں جانتا۔" اس نے جواب دیا۔

انسپکٹر نے ایک کے بعد دوسرے کے چہرے کو دیکھا۔

"بات دراصل یہ ہے ہمیں کسی طرح یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ اس فلیٹ میں کچھ لوگ داخل ہوئے تھے۔ وہ لوگ یہاں کیوں آئے تھے۔"

"میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ـــ میری بھتیجی ہی نے کیونکہ ہم ایک کام سے باہر گئے تھے۔" نعیم نے جواب دیا۔ "میں تو صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہاں آنے والے بد قسمت تھے۔ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو چرائی جانے کے قابل ہو۔"

"شاید وہ آپ کے ملازم سے ہی ملنے آئے ہوں"۔ انسپکٹر نے ملازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" بہرحال میں اس معاملے کو نظر انداز کر دوں گا۔ کچھ خاص وجوہات سے میں اس بارے میں آپ کو کچھ بتا نہیں سکتا لیکن آپ اپنی بیمار بھتیجی کے آنے کے باوجود......"

"بھتیجی نہیں بہن"۔ نعیم نے تصحیح کی۔

"خیر بہن ہی سہی۔ لیکن میں آپ کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ میں اس معاملے کو اس وقت تک کے لئے ملتوی کرتا ہوں جب تک کہ آپ کی بہن نہیں آجاتی۔ میں پھر آپ سے ملوں گا۔ شاید اس وقت آپ آزادی سے گفتگو کر سکیں۔"

انسپکٹر کے جاتے ہی نعیم جمیلہ سے مخاطب ہوا۔

"ہماری ذرا سی غلطی ہمارے خاتمے کا سبب بن سکتی ہے۔ اس نے کہا۔" یہ جاسوس بیوقوف نہیں ہوتے۔ تم دیکھ نہیں رہی ہو کیا ہو رہا ہے۔ سب کچھ دن کی روشنی کی طرح صاف ہے۔ یہ صفدر کا ہی کام ہے اور پولیس اس سے واقف ہے۔ میرا خیال ہے، وہ لوگ صفدر کا تعاقب کر رہے ہیں۔ وہ لوگ شاید اسے ابھی اس لئے گرفتار نہیں کر رہے ہیں کہ انہیں اس کے ذریعہ کچھ اور بھی معلوم کرنے کی امید ہے لیکن یاد رکھو جس دن وہ پکڑا گیا تو پھر میرے بارے میں بھی پولیس کو سب کچھ بتانے پر تیار ہو جائیگا"

"لیکن ابھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ کام صفدر نے ہی کیا ہے"۔ جمیلہ نے

کہا۔ جب سے وہ صفدر سے علیحدہ ہوئی تھی اس کے دل میں کئی بار یہ خیال اُبھرا تھا کہ کہیں اس نے زبردستی ہی تو صفدر کو مشکوک نہیں سمجھ لیا ہے اور اس سے خواہ مخواہ بگڑ گئی ہے۔

"تمہیں یقین ہو یا نہ ہو" نعیم نے کہا۔ "لیکن مجھے ہے۔ ہمارے لئے اب بہتر ہے کہ ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں اور یہ کام ہم کل رات کو کریں گے۔ ہم کسی ایسی جگہ چل کر رہیں گے جہاں ہمیں پولیس کا خطرہ نہ ہو گا۔

تینتیسواں باب

حق دوستی

چمن پور کے اس مکان میں روشنی بالکل نہیں ہو رہی تھی جس میں گلکدہ کا ملازم وحید رہتا تھا۔

اسی کے پہلو والے کمرے میں ایک دوسرے کرائے دار پڑے ہوئے اونگھ رہے تھے لیکن ابھی تک سوئے نہیں تھے۔ رمضان اور اس کی بیوی دونوں ہی کچھ پریشان نظر آرہے تھے۔ ان کے پہلو کے کمرے میں وحید کی چارپائی برابر چرچرا رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی نیند خراب ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وحید بے چینی سے اپنی چارپائی پر پڑا کروٹیں بدل رہا ہے۔

آخر رمضان کی بیوی کی ناک سے آواز نکلنے لگی اور اس نے سمجھ لیا کہ وہ پورے چھ گھنٹے کے لئے بے خبر سو گئی ہے۔

لیکن رمضان کی آنکھ اب بھی بند نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اب بھی پوری طرح ہوش میں رہ کر پہلو کے کمرے سے آنے والی آواز کو سن رہا تھا۔

آخر ایک بجے رات کو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے ایک ایسا راز معلوم تھا کہ جس سے وہ اپنے ذہن پر ایک بار محسوس کر رہا تھا اور اب اس کی قوت برداشت جواب دے رہی تھی

اپنی چارپائی سے اٹھتے ہوئے اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور اس کا اطمینان کیا کہ وہ واقعی سو رہی ہے۔ پھر جب وہ وحید کے دروازے پر

آہستگی سے دستک دے رہا تھا تو اس کا سارا جسم بُری طرح کانپ رہا تھا۔

جس وقت وحید نے دروازہ کھولا اس کی گڑھے میں دھنسی ہوئی آنکھیں جلتی ہوئی سی نظر آ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے؟"

رمضان کی کپکپاہٹ کچھ اور بڑھ گئی۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"کیسی بات؟" وحید کی آنکھوں میں خوف پیدا ہونے لگا تھا۔

"وہی — وہی جمعہ کی رات کے بارے میں۔"

کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔

"تمہارا مطلب ہے جب پولس یہاں آئی تھی؟" آخر وحید نے پوچھا۔

"میرا مطلب اس رات سے ہے۔ لیکن یہ پولیس کے آنے سے پہلے کی بات ہے۔"

وحید نے تھوک نگلنے میں دقت محسوس کی۔

"کہو"۔ اس نے اطمینان ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"میں باتیں کرنے پر مجبور ہوں وحید۔ میری بیوی بھی جانتی ہے۔"

"کیا جانتی ہے؟"

رمضان کے چہرے سے اس کی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے اسے کس بات کا شبہ ہے۔ میں نے ابھی تک اسے منہ بند رکھنے پر مجبور کیا ہے لیکن اب میں اور زیادہ دنوں تک اس پر اعتبار نہیں کر سکتا۔"

"لیکن ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کس سلسلے میں بات کر رہے ہو؟"

"جمعہ کی رات کو کوئی گنگدہ میں گھسا تھا اور وہاں روشنی دیکھی گئی تھی۔

اس رات میری بیوی کی طبیعت کچھ خراب تھی اس لئے ہم دونوں ہی جاگ رہے تھے ۔" اس نے گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا اور اس قدر آہستہ سے بولا کہ اس کی آواز مشکل سے ہی سنی جا سکتی تھی ۔" ہم دونوں نے تمہیں اس رات باہر جاتے اور پھر دو بجے رات کو واپس آتے ہوئے دیکھا تھا ۔"

وحید کا چہرہ برف کی طرح سفید ہو گیا۔

" کیا یہ ممکن نہیں کہ تم لوگوں کو دھوکا ہوا ہو ۔"

" میرا تو خیال کچھ ایسا ہی تھا لیکن میری بیوی نے باہر نکل کر تمہیں جاتے ہوئے دیکھا تھا ۔"

وحید نے اپنی آنکھیں جھپکائیں

" اور تم لوگوں نے اس وقت پولیس کو کچھ نہیں بتایا جب وہ یہاں آئی تھی"۔ اس نے کہا۔" تمہاری بیوی کیا کہتی ہے ۔"

" میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا"

" لیکن بتانے میں کیا حرج ہے ؟"

" اچھی بات ہے ۔" رمضان نے کہا ۔" مجھے یہ تو نہیں معلوم ہے کہ تم کہاں گئے تھے لیکن میری بیوی کبھی کبھی بے وقوفی کی باتیں کرنے لگتی ہے۔ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہے کہ اس رات گنگدہ میں داخل ہونے والے شخص تم ہی تھے

" ہاں" ۔ وحید نے سر ہلاتے ہوئے کہا ۔" میرا خیال ہے وہ اسی نتیجے پر پہنچ سکتی تھی ۔"

" مجھے اس کی باتوں پر بالکل یقین نہیں ہے ۔" رمضان نے کہا ۔" لیکن

مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں دوسروں سے اس بارے میں نہ کہنا شروع کر دے۔ وہاں کے سلسلے میں اس جگہ نہ جانے کتنی کہانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور لوگوں کا خیال ہے کہ جمعہ کی رات کو گلکدہ میں جانے والا شخص ہی قاتل تھا۔ میں اسی......... اسی وجہ سے ڈر رہا ہوں کہ وہ کہیں تمہارے باہر جانے کی بات نہ کھول دے۔

"اس کا کہنا ہے کہ یہ بات پولیس کو بتا دینا چاہیئے اور اس نے کل صبح تک چپ رہنے کا مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ میں اسی وجہ سے اس وقت تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہیں ہوشیار کر دوں۔"

وحید اپنے ساتھی کو دیکھتا ہوا خاموش بیٹھا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کا ذہن کہیں اور ہے۔ اس کی نظریں ایک ہی جگہ پر جمی ہوئی تھی اور وہ اپنے آس پاس سے اس طرح بے خبر معلوم ہو رہا تھا کہ اسے ہوشیار کرنے کے لئے رمضان کو اس کے شانے پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

"اب تم کیا کرو گے وحید۔"

"کیا کروں گا"۔ وحید خوابیدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں ــ تم سمجھتے کیوں نہیں۔ اگر یہ بات پولیس کو معلوم ہو گئی ــ اور مجھے یقین ہے کہ معلوم ہی ہو جائے گی ــ تو پھر نہیں کہا جا سکتا کہ تم پر کیا مصیبتیں آ سکتی ہیں۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ تم نے مجھے بتا دیا ہے یہ ہی بہت ہے۔"

رمضان اور بھی قریب آ گیا۔

"اگر تم کہیں جانا چاہتے ہو تو چپکے سے چلے جاؤ۔" رمضان نے کہا۔ "میں کسی سے کچھ نہ بتاؤں گا اور میری بیوی اب صبح ہی اٹھے گی۔"

وحید نے رمضان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

" میں بھاگوں گا نہیں رمضان ۔ اب صرف ایک ہی راستہ ہے اور میں اسے صاف دیکھ رہا ہوں۔ میں نے سب کچھ طے کر لیا ہے ۔ اب تم جاکر آرام کرو ۔"

" لیکن ۔ لیکن صبح اُٹھتے ہی وہ یہ بات لوگوں کو بتانا شروع کر دے گی۔ اور حد تو یہ ہے کہ وہ انسپکٹر کے گھر میں صفائی کا کام بھی کرتی ہے۔ سب سے پہلے اسی کو بتائے گی ۔"

" جب اس نے طے ہی کر لیا ہے تو اسے روک کون سکتا ہے"۔ وحید نے کہا " شاید یہی بہتر ثابت ہو۔ اب تم جاؤ ۔"

رمضان نے واپس جاتے ہوئے ایک بار پھر وحید کی طرف دیکھا۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وحید کی جلتی ہوئی آنکھوں میں بے پناہ غم کے آثار ابھر آئے ہیں۔

اس رات ایک منٹ کے لئے بھی رمضان کی آنکھ نہیں لگی۔ جب اس کی بیوی صبح بیدار ہوئی تو وہ جاگ رہا تھا۔

" کیا تم آج انسپکٹر کو بتا دوگی ۔"

" ہاں ۔"

" لیکن تم نے جو کچھ سوچا ہے وہ غلط بھی ہو سکتا ہے ۔"

" ممکن ہے ۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ لیکن وحید پولیس کو خود ہی جواب دیدے گا۔ یہ خون کا معاملہ ہے ۔ اگر اس نے خون کیا ہے تو پتہ نہیں کسی دن ہمارا ہی گلا دبا دے ۔ اگر وہ پولیس کو اطمینان دلا دیگا کہ وہ اس رات گلکدہ نہیں گیا تھا تو دوسری بات ہے ۔ میں اپنے کام پر جاتی ہوں۔

اور وہ چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد وحید نے ایک گلاس میں پانی بھرا۔ پھر ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس کے سیال کو پانی میں انڈیلا اور شیشی کو ایک جگہ چھپا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

چونتیسواں باب

اقبالِ جرم

تھوڑی ہی دیر بعد انسپکٹر لطیف پرجوش حالت میں وہاں پہنچ گیا۔ گلکدہ کا معاملہ اس کے ذہن پر ایک بار بنا ہوا تھا کیونکہ ابھی اس کا سر پیر کہیں دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن اب جو باتیں اسے معلوم ہوگئی تھیں۔ اور اگر وہ سچ تھیں تو پھر وہ پہلی صحیح خبر تھی جو اس تک پہنچی تھی۔

وحید کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنی ٹوپی پیچھے کھسکائی اور وحید کو دیکھنے لگا۔ وہ بستر پر پڑا ہوا بیمار نظر آرہا تھا۔ اسوقت وہ اپنی عمر سے پندرہ سال بڑا نظر آرہا تھا۔ کوئی شے اس کی پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی

"مجھے کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں جو تم سے تعلق رکھتی ہیں وحید" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ اور اسی لئے میں تم سے ملنے آیا ہوں"

وحید کا ہاتھ دل کی طرف گیا جو بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"جی۔ آپ کیا چاہتے ہیں"

"کیا تم جمعہ کی رات اس گھر سے باہر نکلے تھے"۔

"ہاں" وحید نے اطمینان سے جواب دیا۔

تو واقعی جو بات اسے معلوم ہوئی ہے وہ سچ ہے۔ انسپکٹر لطیف نے ایسا محسوس کرنا شروع کیا جیسے اس نے گلکدہ کے اسرار کو حل کر لیا ہے۔

"میرا خیال ہے تم سمجھ رہے ہوگے کہ یہ ایک بہت ہی اہم معاملہ ہے" لطیف

نے ایچو فوٹ ہاتھ نکالتے ہوئے کہا۔

"ایک لمحے کے لئے وحید کی سانس رک گئی۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں"۔ اس نے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے۔ تم کس وقت یہاں سے باہر نکلے تھے؟"

"تقریباً بارہ بجے۔"

"تم نے یہاں کسی آدمی کو نہیں بتایا تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو"۔

"نہیں"۔

"تم کہاں گئے تھے"۔

"گلگدہ"۔

"اکیلے"۔

"ہاں"۔

"قریب ڈیڑھ بجے رات کو میں نے اوپری منزل کی ایک کھڑکی میں روشنی دیکھی تھی"۔

"وہ میرے ٹارچ کی ہی رہی ہوگی۔ وحید نے جواب دیا۔

"یہاں سے جانے اور واپس آنے کے درمیان کیا تم کسی سے ملے بھی تھے"۔

"میں کسی سے ملا نہیں تھا لیکن جب واپس ہو رہا تھا تو میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ وہاں کسی دروازے کی طرف گئے تھے"۔

"اس وقت تم کہاں تھے"۔

"میں مہندی کے پیچھے چھپ گیا تھا"۔

"کیا تم اپنا بیان دینے کے لئے تیار ہو کہ تم اس رات گلگدہ میں گئے تھے"۔

"ہاں اب یہی بہتر ہوگا"۔

"میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے۔ لطیف نے کہا

"لیکن میں تمہیں پہلے سے ہی آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں قتل بھی شامل ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر یہ بتانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جو کچھ تم کہو گے اسے تمہارے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال میں لایا جائے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔" آخر وحید نے کہا۔

انسپکٹر لطیف کے چہرے پر اطمینان کے آثار چھا گئے۔ اب وہ اس معاملے میں کامیابی حاصل کرنے جا رہا تھا جس کا کیس اس کے ہاتھ میں نہیں تھا وہ سوچنے لگا کہ شاید اس ناکامی کو کس طرح برداشت کرے گا۔ "اچھا وحید۔" لطیف نے اپنی پنسل سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ "حملہ کی رات کو گلکدہ جانے میں کیا مقصد تھا۔"

"بس ایک ٹائپ رائٹر چھپانا چاہتا تھا۔"

انسپکٹر کی بھویں تن گئیں۔ "تمہارا مطلب ہے تم گلکدہ میں ایک ٹائپ رائٹر چھپانے گئے تھے۔"

"نہیں۔ وہ اسی جگہ اوپری منزل کے کباڑ خانے میں رکھا تھا۔"

"اوہ میں سمجھا۔ پھر تم نے اسے کہاں رکھا۔"

"میں اسے اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا لیکن اس میں خطرہ تھا اس لئے میں نے اسے چھت پر لگی ہوئی پانی کی ٹنکی میں ڈال دیا تھا۔"

"کیوں"

"میرا خیال تھا اس جگہ اسے کوئی نہ دیکھ سکے گا۔"

"ہاں۔ لیکن تم اس ٹائپ رائٹر کو چھپانا کیوں چاہتے تھے۔"

"مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ پولیس کے ہاتھوں میں نہ آ جائے۔ میں نے پولیس کو

دھوکا دینا چاہا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ وہ دھمکی والے خط جو تجھ کو ملے تھے اسی ٹائپ رائٹر پر کئے گئے تھے۔ وہ مشین اسی کے باپ کی تھی۔ اخباروں میں جب میں نے یہ پڑھا کہ یہ پتہ لگایا جا سکتا ہے تو میں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ اسے کہیں چھپا دینا چاہئے۔"

لطیف نے جو کچھ امید کی تھی اس سے کہیں زیادہ باتیں اسکو معلوم ہو رہی تھیں اس نے پوچھا "تمہارا ساتھی کون ہے۔"

"کوئی نہیں"۔

"کیا۔" لطیف نے حیرت ظاہر کی۔ "تمہارا مطلب ہے وہ انگریزی خط تم نے ہی لکھے تھے۔ تم کہاں تک پڑھے ہو۔"

"پڑھا اتنا ہوں کہ انگریزی کے حرف پہچان لیتا ہوں۔" وحید نے کہا۔ "وہ خط میں نے ایک آدمی سے کہہ کر لکھائے تھے کہ میں مذاق کے طور پر اسے بھیجوں گا۔"

"وہ آدمی کون ہے۔"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ میں نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ اس پر آنچ نہ آنے دونگا۔"

"تمہارا مطلب ہے اس معاملے میں تمہارا کوئی ساتھی نہیں ہے۔"

"میں اتنا بیوقوف بھی نہیں ہوں کہ اس طرح کے معاملے میں کسی پر اعتبار کر لیتا۔"

لطیف نے اپنا سر ہلایا۔ ظاہر تو ایسا ہو رہا تھا جیسے وہ سب کچھ سمجھ گیا ہے لیکن حقیقت میں یہ بات اسکی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اپنی پولیس کی زندگی میں اسے اس طرح کے معاملے سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ "تمہیں ٹانگا مین کے بارے میں کیا معلوم ہے۔"

"میں نے ہی انہیں بھیجا تھا۔"

"کیا تم نے ڈی لکس ہوٹل میں بشیر احمد کو قتل کیا تھا۔"

"ہاں ہاں۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں میں بچہ کو ختم کرنا چاہتا تھا لیکن بشیر صاحب درمیان میں آ گئے تھے۔

"لیکن تم تو اسوقت گنگمردہ میں تھے جب بشیر احمد کو قتل کیا گیا تھا۔"

"لوگوں کا خیال یہی ہے۔ لیکن میں بمبئی گیا تھا اور واپس آ گیا تھا اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ دوسرے نوکروں نے سمجھا تھا کہ میں جلدی سونے کے لیے چلا گیا ہوں۔"

"اوہ۔" لطیف نے کہا۔ "لیکن ایک بات اور ہے جس وقت تم نے ڈی لکس ہوٹل میں نجمہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی اور پھر دروازہ کھولنے کے لئے کہا تھا تو کیا وہ تمہاری آواز نہیں پہچان سکتی تھی۔ تم ایک زمانے سے اسکے یہاں کام کر رہے ہو۔"

"میں نے اپنی آواز کچھ بھاری کر دی تھی۔ اس سے وہ نہ پہچان سکی ہو گی۔"

"اچھا۔ پھر۔"

"بشیر صاحب نے دیکھ لیا تھا کہ میرے ہاتھ میں خنجر ہے۔ انھوں نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ میرا ارادہ کیا ہے۔ اسوقت میرے پاس سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا اس لیے میں انھیں خنجر مار کر وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔"

"اچھا اب تم بتاؤ کہ تم نجمہ کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے وصیت نامے کی رو سے روپے مل جاتے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ صرف تھوڑے سے روپیوں کیلئے تم اپنی اس مالکہ کو قتل کرنا چاہتے تھے جس کے یہاں تم نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ گذارا ہے۔"

وحید کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ لطیف نے سوچا کہ وحید کی حالت زیادہ خراب ہو رہی ہے۔ اس نے پاس ہی رکھے ہوئے گلاس کو اٹھا کر اس کے منھ سے لگا دیا۔ وحید نے آنکھیں کھول دیں اور گلاس کو ہٹاتے ہوئے خوفزدہ نظروں سے لطیف کو دیکھنے لگا۔

"کیا تم جمال کے قتل کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہو۔"

"ہاں۔ مجھے اسے مجبوراً قتل کرنا پڑا۔ میرا خیال تھا وہ اس سے واقف ہو گیا کہ میں نے کیا کیا ہے۔ اور

لطیف کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ جس دن جمال کو قتل کیا گیا تھا اس دن گلکدہ کی بخوبی نگرانی ہو رہی تھی۔ مظہر اور ملازم نصیر اس رات کو بیدار رہ کر پہرہ دے رہے تھے۔

"تم اس رات مکان سے باہر کس طرح نکلے تھے"۔ لطیف نے پوچھا۔

"مکان کے پچھلے حصے میں ایک کھڑکی ہے۔ یہ کام بہت آسان تھا۔ میں نے اس تار کو کھڑکی سے نکال دیا تھا جو چوروں سے ہوشیار کرنیوالی گھنٹی میں لگا ہوا تھا"۔

"کیا تم یہ تمام باتیں اپنے ہوش و حواس میں کہہ رہے ہو"۔ لطیف نے پوچھا۔ جو محسوس کر رہا تھا کہ وحید بیمار ہے اور کسی وقت بھی اس کا ہارٹ فیل ہو سکتا ہے۔

وحید نے غمگین نظروں سے لطیف کیطرف دیکھا "میں پوری طرح اپنے ہوش و حواس میں ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا مطلب بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں اب میں کسی بات کو چھپانا نہیں چاہتا"۔

"تم اقبال کرتے ہو کہ تم نے بشیر احمد اور جمال کو قتل کیا ہے"۔ لطیف نے بہت ہوشیاری سے پوچھا

"ہاں میں نے کل ہی طے کیا تھا کہ تمام باتیں پولیس کو بتا دوں لیکن مجھ میں ہمت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ پھر رمضان نے مجھے بتایا کہ اسکی بیوی کیا کرنیوالی ہے"۔

یکایک نیا سوال لطیف کے ذہن میں آیا "نجمہ کے زیورات کس نے چرائے تھے"۔

"میں نے"

اس جواب نے سوال کرنے کا ایک اور راستہ کھول دیا۔

"وہ زیورات کہاں ہیں"۔

وحید نے اپنے سینے کو زور سے دباتے ہوئے کہا "اب مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہیں ہے"۔

"میرے ایک سوال کا اور جواب دیدو۔ کیا تم کسی شوکت نامی شخص کو جانتے ہو"۔

"اب میں کچھ نہیں بتا سکتا"۔ وحید نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا

جس وقت اس کی کانپتی ہوئی انگلیوں نے گلاس کو پکڑا اس کے چہرے پر کسی فیصلے پر پہنچ جانے کے آثار تھے۔ لطیف کو یاد آیا کہ جس وقت وہ اسے پانی پلانا چاہتا تھا تو اس نے کس طرح گلاس کو ہٹاتے ہوئے خوف زدہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

اس نے وحید کے ہاتھ سے گلاس چھین لیا اور اسے اپنی ناک تک لے گیا۔ اس میں ایک خاص قسم کی بو موجود تھی۔ "پروسک ایسڈ" اس نے کہا اور گلاس والے ہاتھ کو دوسری طرف کر لیا کیونکہ وحید اٹھ کر اب اس سے گلاس لے لینا چاہتا تھا۔ "مجھے گلاس دیدو۔" وحید نے التجا کی۔ "اب میرے لیے یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔"

لطیف نے گلاس ایک طرف رکھ دیا اور پھر ڈھکیل کر اس نے وحید کو بستر پر بٹھا دیا۔ "نہیں وحید"۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔ "ایک دوسرا راستہ بھی ہے عدالت اور جیوری کے سامنے پیشی جو پھانسی کے پھندے پر جاکر ختم ہوگی۔"

وہ خالی خولی نظروں سے خلاء میں گھورتا رہا۔

"میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم ایک شخص شوکت سے واقف ہو۔" لطیف نے پھر پوچھا۔

وحید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا تمہیں نے اس کا گلا دبا کر اسے ہلاک کیا تھا؟"

"وحید کے لب اب بھی بند رہے۔"

لطیف نے اپنا گلا صاف کیا۔ "میں تمہیں قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔"

پینتیسواں باب (۳۵)

ایسا کیوں

چند گھنٹے بعد جب ڈیڈکیٹو انسپکٹر شاہد وحید کے کمرے سے باہر نکلا تو اس کے ساتھ انسپکٹر لطیف کے علاوہ بچہ کا فیملی ڈاکٹر بھی تھا۔ وحید اپنی چارپائی پر خاموش پڑا ہوا تھا اور اس کی جلتی ہوئی آنکھیں چھت کی سمت لگی ہوئی تھیں۔ اس کے پاس ہی کسی شکاری کتے کی طرح ایک کانسٹبل کھڑا ہوا تھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" شاہد نے کہا۔ "وہ کسی کے کچھ کہنے پر کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔ میرا خیال ہے وہ پوری طرح ہوش و حواس میں ہے۔"

"اس میں تو شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"اس نے طے کر لیا ہے کہ اب وہ کچھ اور نہیں کہے گا۔" انسپکٹر لطیف نے کہا "میں نے اس پر الزام تو لگا دیا ہے لیکن اسے اپنے ساتھ تھانے لے جانے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ اس کی حالت بہت ہی خراب ہو رہی تھی اور اسی لئے میں نے آپ کو بلایا تھا ڈاکٹر۔"

"یہ آپ نے اچھا ہی کیا تھا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "میرا خیال ہے اگر تم اسے بستر سے اٹھاتے تو شاید اس کی موت ہی واقع ہو جاتی۔"

"انسپکٹر، کیا تمہیں یقین ہے کہ جب وہ تمہارے سوالوں کا جواب دے رہا تھا تو پوری طرح ہوش و حواس میں تھا۔" شاہد نے پوچھا۔

"میں کوئی ذہنی امراض کا اسپیشلسٹ تو نہیں ہوں لیکن مجھے یقین ہے وہ اس وقت

تک پوری طرح ہوش میں تھا جب اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔

شاہد ڈاکٹر کی طرف گھوما۔

"میرا خیال ہے ڈاکٹر آپ پہلے بھی اس سے ملے ہوں گے"۔

"ہاں، چونکہ میں مسٹر وہاب کا فیملی ڈاکٹر ہوں اس لئے ان کے ملازم بھی میرے ہی پاس آیا کرتے تھے۔ میں قریب پندرہ سال سے اسے جانتا ہوں اور وہ اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا"۔

شاہد نے ڈاکٹر کو غور سے دیکھا۔

"پھر تو آپ اچھی طرح جانتے ہوں گے۔"

"ہاں"۔

"کیا آپ نے کبھی یہ بھی محسوس کیا کہ وہ کسی دماغی بیماری میں مبتلا ہے"۔

"اگر آپ کا مطلب پاگل پن سے ہے تو میں یقینی طور سے نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہمیشہ میری ہی طرح ہوشمند نظر آیا ہے"۔

"پھر کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی ذہنی خلجان میں مبتلا تھا"۔

"مصیبتیں تو ہر شخص پر ہی آیا کرتی ہیں اور ان سے ذہنی الجھن میں مبتلا ہو جانا قدرتی بات ہے" ڈاکٹر نے اپنے کو بچاتے ہوئے جواب دیا۔

شاہد نے اپنا سر ہلایا۔

"ہاں، میں خود اس کیس کی وجہ سے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں"۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں اور ہر شخص کو ایک مریض کی حیثیت سے دیکھتا ہوں۔ اور میں نے آپ کے سوال کا جواب اپنی بہترین پیشہ ورانہ قابلیت کو کام میں لاتے ہوئے دیا ہے"۔

"میں نے آپ کی قابلیت پر کبھی شبہ نہیں کیا۔ ڈاکٹر۔ شاید آپ میرے کہنے کا

مطلب اس سے اچھی طرح سمجھ جائیں کہ اس وقت ہمارا مطلب سابقہ جرم سے نہیں بلکہ سائیکلوجی سے ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"

"میرا خیال ہے گذرے ہوئے برسوں میں آپ نے اس کے بارے میں اچھی ہی رائے قائم کی ہوگی۔"

"ہاں۔ اس کے اقبالِ جرم کی یہ کہانی میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"اور وہ بیمار ہونے کے بعد آپ کے پاس جاتا تھا۔"

"ہاں، در اصل اسے دل کی بیماری ہے۔ میرا خیال ہے اسی وجہ سے موجودہ حالات نے اس پر گہرا اثر کیا ہے اور اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کا دل شروع سے ہی کمزور تھا۔"

"اصل میں تو شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔"

"اور کسی طرح کا غیر فطری جوش اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر۔ یہ اس کیس کا ایک اہم نکتہ ہے۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے یہ کیوں کہا تھا کہ اسوقت ہمارا سابقہ جرم سے نہیں بلکہ سائیکلوجی سے ہے۔ جہاں تک وحید کا تعلق ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جس وقت بشیر احمد کو قتل کیا گیا تھا اس وقت قاتل کافی جوش میں رہا ہوگا۔"

"اس میں تو شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ کوئی شخص جوش میں ہی اگر کسی کو قتل کر سکتا تھا اگر وہ وحید تھا تو وہ جوش اس کے لئے خطرناک تھا۔"

"پھر اس کے بعد جمال کا قتل ہے۔"

"مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ وحید کا بیان جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔"

"جھوٹا معلوم ہوتا نہیں ڈاکٹر بلکہ ہے۔" شاہد نے کہا۔ "یہی ایک نکتہ ایسا ہے

جسے میں صاف کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"حیرت کی بات ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "میں نے ہمیشہ یہ اندازہ لگایا ہے کہ اسے سچ بولنے کی عادت ہے۔"

"لیکن پھر بھی اس نے انسپکٹر لطیف کو جو بیان دیا ہے وہ شروع سے آخر تک جھوٹ سے پر معلوم ہوتا ہے۔ اور میں ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس پر یقین بھی ہے۔ دل کی بیماری کے علاوہ اس کی تندرستی بھی زیادہ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ طاقتور نہیں نظر آتا۔ کیوں۔"

"یہ صحیح ہے۔"

"دوسری طرف نجمہ تندرست اور طاقتور ہے۔ وحید نے اقبال کیا ہے کہ وہ ہی ان تمام جرموں کا ذمے دار ہے جو اس سلسلہ میں پیش آئے ہیں اور میرا خیال ہے جس مجرم کی ہمیں تلاش ہے اسی نے نجمہ پر کلوروفارم کو آزمایا تھا۔"

"کلوروفارم کا اثر فوراً ہی نہیں ہوتا۔" وہ کہتا گیا۔ "اور جب نجمہ پر اسے آزمایا گیا تھا تو مجھے یقین ہے کہ اس نے جنگلی بلی کی طرح اپنے کو بچانے کی جدوجہد کی ہوگی لیکن وہ شخص جس نے اس پر حملہ کیا تھا، بہت ہی طاقتور تھا۔ کیونکہ اس نے ایک ہاتھ سے نجمہ کو پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے کلوروفارم سے تر کپڑا اس وقت تک اس کے منھ پر دبائے رکھا تھا جبتک کہ وہ بے ہوش نہیں ہوگئی تھی۔ آپ کو میری اس رائے سے اتفاق تو ہوگا ہی کہ یہ کام وحید نہیں کر سکتا تھا۔"

"ہاں، یہ کام تو وہ کسی حالت میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"پھر ہمارے سامنے ایک نقب زن ہے جسے گلا دبا کر مارا گیا تھا اور یہ کام بھی وحید نہیں کر سکتا تھا۔"

"میرے خیال میں ایسا سوچنا ہی بیوقوفی ہوگی۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"اور اب ہم اس کیس کے سب سے عجیب نکتے پر آتے ہیں۔ آخر کیوں ایک شخص جو آپ کے کہنے کے مطابق ہوشمند ہے۔ اس طرح کی کہانی تیار کرے گا۔ یہ یاد رکھیئے کہ اس نے دوبارا سے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی جسے وہ اپنی بیٹی کی طرح چاہتا تھا۔"

"گذشتہ چند دنوں میں ضرور ہی کچھ ایسی باتیں ظہور میں آئی ہوں گی جس کا اثر وحید پر گہرا پڑا ہو گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "اس سے تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کہ ہوشمند سے ہوشمند انسان کے ذہن پر جب بہت زیادہ بوجھ پڑتا ہے اور اس کی اُلجھنوں میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اس کا ذہن معطل ہو جاتا ہے۔ اچھا اب مجھے اجازت دیں۔

شاہد ڈاکٹر کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

"آؤ۔" شاہد نے انسپکٹر لطیف سے کہا اور کار میں بیٹھ گیا۔ "ان تمام باتوں کا فیصلہ کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔"

وہ دونوں گلکدہ گئے اور پھر وہاں کا زینہ طے کرتے ہوئے سب سے اوپری چھت پر پہنچ گئے۔

"اب ہمیں اس پانی کی ٹنکی کو دیکھنا ہے۔" شاہد نے کہا۔ "اس طرح ایک بات کا فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا۔"

انھوں نے چھت پر لگی پانی کی ٹنکی میں جھانک کر دیکھا لیکن انھیں پانی کے علاوہ اور کوئی شے نظر نہیں آئی۔ شاہد نے ایک بڑی سی لکڑی تلاش کی اور اسے پانی میں ڈال کر ادھر اُدھر ہلانے لگی۔

"اوہ۔" اس نے جیب سے ایک ہتھکڑی نکالتے ہوئے کہا۔ "اوہ۔ اندر کوئی چیز ہے اور اسے بغیر ہک کے نہیں نکالا جا سکتا"

اس نے کھلی ہوئی ہتھکڑی کو لکڑی کے سرے پر باندھ دیا اور پھر پانی میں ڈال کر اسے ہلانے لگا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ کامیاب ہو گیا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں"۔ اس نے لکڑی کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔" تو یہ اس کیس کا اکزبٹ "اے" (پہلا ثبوت ہے)۔"

انسپکٹر لطیف نے ہاتھ بڑھا کر ٹائپ رائٹر کو پکڑ لیا۔

"اسے نیچے لے چلو۔" شاہد نے کہا۔

مشین کو کھڑکی کے پاس ایک میز پر لے جا کر رکھ دیا گیا۔ انسپکٹر شاہد آہستہ آہستہ سیٹی بجا رہا تھا۔ کسی خاص بات کی دریافت عمل میں آنے کے وقت سیٹی بجانے کی اس کی عادت سی پڑ گئی تھی۔ اس نے مشین کے کیپٹل وائی کو اٹھایا اور اسے محدب شیشے کے ذریعہ غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے شیشہ لطیف کے ہاتھ میں دیدیا۔

"تمہیں اس حرف میں کوئی خاص بات نظر آتی ہے"۔ اس نے پوچھا۔

"داہنی طرف کا اوپری حصہ کچھ گھسا ہوا نظر آ رہا ہے"۔

"ٹھیک"۔ شاہد نے کہا۔" اب یہ بات سو فیصدی یقین کے ساتھ کہی جاسکتی کہ یہ وہی مشین ہے جس پر نجمہ کے پاس آنے والے دھمکی کے خط ٹائپ کئے گئے تھے۔ میرا خیال ہے جب اکسپرٹ اس کی جانچ کریں گے تو وہ ہمیں کچھ اور بتائیں گے۔"

"بہر حال"۔ لطیف نے کہا۔" اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وحید نے واقعی جھوٹ نہیں بولا تھا۔"

"اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ وہ کسی کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے"۔ شاہد نے کہا۔" اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔"

"ہاں لیکن کسے"۔ لطیف نے پوچھا۔ اسے پھر اپنی کامیابی دور بھاگتی نظر آ رہی تھی۔

"وہ کوئی ایسا شخص ہے جس کے لئے وحید اپنی جان بھی دینے کو تیار ہے"۔

لطیف نے اپنی ٹوپی پیچھے کھسکائی۔ اور شاہد کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا آپ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"لیکن ...."

"لیکن کیا۔"

"میں کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتا جس سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کر لیا جائے۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ اس وقت تم گواہوں کے کٹہرے میں نہیں کھڑے ہو۔"

"اپنے قاتل ہونے کا اقرار کرنا اور پھر خودکشی کی کوشش کرنا ـــ کوئی ایسا کرنے کے لئے مشکل سے ہی تیار ہو سکتا ہے۔"

"انسان کسی کی محبت میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

"میں اسی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے وحید کے دل میں صرف ایک ہی ہستی کی محبت ہو سکتی ہے۔"

"ہاں ہاں کہو۔ ہمیں ہر نظریے سے اس کیس پر نظر ڈالنی ہے۔"

"اور میرے خیال میں وہ ہستی نجمہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"اور نجمہ ہی وہ پہلی ہستی ہے جس پر بشیر احمد کے قاتل ہونے کا شبہ کیا گیا تھا۔"

"ہاں۔" لطیف نے کہا۔ "لیکن میں نے جب بھی نجمہ کو دیکھا، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ان میں سے نہیں ہے جو قتل کرنے کے لئے بھی تیار ہو سکتے ہوں۔"

"کسی کے بارے میں اس طرح کی رائے قائم کر لینا اور اس پر یقین سے کچھ کہنا بہت ہی مشکل ہے۔" شاہد نے کہا۔ "کسی کے سامنے ایک اچھا سا قتل کا مقصد آجائے تو کوئی بھی کسی شخص کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا کرے گا اور کیا نہیں۔"

"آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔" لطیف نے کہا۔ "کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ نجمہ نے دھمکی کے وہ خطوط خود ہی تحریر کئے تھے لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وہ کیوں ایسا کرے گی۔"

"حقیقت یہ ہے میں نے اس پر کئی دن غور کیا ہے لیکن ابھی تک کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔"

"نجمہ کے علاوہ اور کسی کو آسانی سے اس کا موقع نہیں مل سکتا تھا کہ وہ تجوری کی دوسری چابی تیار کرا لے۔ اور جہاں تک کلوروفارم کا معاملہ ہے"۔ لطیف پُرجوش حالت میں کہتا گیا۔" وہ خود ہی اس کا انتظام کر سکتی تھی۔"

"یہ ناممکن نہیں ہے"۔ شاہد نے کہا۔

"لیکن وہ زیورات انشورڈ نہیں تھے"۔ انسپکٹر لطیف نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"نجمہ کافی دولت مند ہے۔ دس بیس ہزار روپے کے زیورات کے لئے انشورنس کمپنی کو دھوکا دینا اس نے بہتر نہ سمجھا ہو گا۔"

"میں سمجھا آپ کا کیا مطلب ہے"۔ لطیف نے کہا۔" ممکن ہے اس طرح اس نے دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہو۔ اب جمال کا قتل سامنے آتا ہے۔ اس رات وہ بہت آسانی سے اپنے مکان سے نکل کر جا سکتی تھی اور جمال کو قتل کر سکتی تھی"۔

"لیکن یہ فراموش نہ کرو کہ شوکت کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔"

"وہ کوئی تندرست و طاقتور شخص نہیں تھا۔ ممکن ہے کسی طرح اس پر بھی اس نے قابو پا لیا ہو۔ میرا خیال ہے وحید کے دماغ میں یہی سب باتیں ہیں اور شاید یہی جانتا ہے کہ نجمہ نے یہ سب کیوں کیا ہے۔ اور اسی لئے اسے بچانے کے لئے تمام الزام اپنے سر لینے کو تیار ہو گیا ہے۔"

"ہاں انسپکٹر"۔ شاہد نے کہا۔" تمہاری یہ کہانی کافی اچھی ہے لیکن اسے ثابت کس طرح کرو گے۔"

"شاید میں وحید کو مجبور کر سکوں کہ وہ سب کچھ بتا دے۔"

اور ممکن ہے وہ نہ بھی بتائے۔ اس طرح کے آدمی بہت کم ہی ملتے ہیں۔ اس کا

اندازہ تم کو اس کے اقبالِ جرم کے بیان سے ہی لگا سکتے ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ اگر تم اس کا عضو عضو الگ کردو گے تو بھی وہ کچھ بتانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اچھا یہ مشین میری کار تک پہنچا دو۔ میں واپس جاؤں گا۔ تم نے اپنا کام بہت خوبی سے انجام دیا ہے اور مجھے اس معاملے میں بہت مدد ملے گی۔ حالانکہ میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ ایک مختلف ہی بات ہے۔ بہرحال میں تمہارا شکر گزار تو ہوں کیوں کہ مجھے تم سے کافی مدد ملی ہے۔“

لطیف کھڑا ہوا شاہد کی کار کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آسکا تھا کہ شاہد کے آخری جملے کا مطلب کیا تھا۔

شاہد کے اپنے آفس میں پہنچنے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی ذاکر بھی وہاں پہنچ گیا۔

”کوئی خاص بات ظہور میں آئی ہے۔“ ذاکر نے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں نے تو یہ نہیں کہا۔“

”تمہیں الفاظ میں کہنے کی ضرورت نہیں شاہد۔“ ذاکر نے کہا۔ ”تمہارے چہرے کو دیکھ کر کوئی بچہ ہی دھوکا کھا سکتا ہے میں نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات خلافِ توقع ظہور میں آئی ہے جس نے تمہاری اُلجھنوں میں اضافہ کر دیا ہے۔

”اچھا یہ بتاؤ۔ لوگ کسی ایسے جرم کا کیوں اقبال کرتے ہیں۔ جبکہ وہ مجرم نہیں ہوتے۔“

”عام طور سے ذہنی خرابی یا پھر محبت کی وجہ سے۔ کیوں۔“

”اور کوئی دوسری وجہ۔“

”خودکشی کرنے کا بھی ایک ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔“

”لیکن وہ اقبالِ جرم کرنے کے بعد خودکشی کرنے جا رہا تھا۔“ شاہد نے کہا۔

"پھر تو وہ عاشقوں کا لیڈر ہی مانا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ "وہ" ہے کون۔"

"وحید۔"

ذاکر نے ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لاتے ہوئے سیٹی بجائی۔

"ہوں" ذاکر نے کہا۔ "تو کس قتل کا سہرا وہ اپنے سر پر باندھنا چاہتا ہے۔"

"سب کا۔" شاہد نے جواب دیا۔

"اس طرح کے معاملوں میں رومانس کا بھی زیادہ ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن یہ میرے لئے واقعی حیرت کی بات ہے۔" ذاکر نے کہا۔ "اس بوڑھے کی عمر ساٹھ سال سے کم نہ ہوگی۔"

"ایک بات ابھی میں نے تمہیں نہیں بتائی ہے۔ اس کے کمرے میں مجھے ایک عورت کی تصویر بھی ملی تھی۔"

"پھر تو ہمیں اور آگے بڑھ کر سوچنے کا موقع ملتا ہے۔ وہ اس کی بیوی کی تصویر ہو سکتی ہے۔ کاش ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس کے کوئی بیٹا بھی تھا۔"

"اور اس بارے میں بھی میں تقریباً ایک گھنٹے سے غور کر رہا ہوں۔" شاہد نے کہا

چھتیسواں باب

نیلی کار

یہ اسی رات کی بات ہے جب جمیلہ نے فون کا ریسیور اٹھاکر جواب دیا۔

وہ اور نعیم اس وقت سے بہت ہی ہوشیار ہو گئے تھے جب سے پولیس نے ان کے فلیٹ پر آکر وہاں کی دیکھ بھال کی تھی اور ایک قسم کی دھمکی دے کر واپس گئے تھے۔ اب انھوں نے پوری تیاری کرلی تھی اور ایک گھنٹے کے اندر ہی بمبئی چھوڑکر کسی دوسری جگہ کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔

جمیلہ کے کان ریسیور سے لگے ہوئے تھے اور اس بات کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"کیا تم ہو جمیلہ"۔ صفدر کی آواز تھی۔

"ہاں"۔

"میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ کیا میں تم سے مل سکتا ہوں"۔

"نہیں"۔ جمیلہ نے سختی سے کہا۔ "میں اب تم سے پھر ملنا نہیں چاہتی"۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔

"جمیلہ مجھے امید ہے تم اس بڈھے کے کہنے پر مجھے اس طرح نہ چھوڑ دو گی۔ اگر تمہیں میرے جذبات کا علم ہو جائے تو تم کبھی ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں — میں تمہارے لئے اس دنیا میں سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

جمیلہ کے ہونٹ کانپنے لگے۔ شاید اگر اس وقت وہ اس کے پہلو میں کھڑا ہوتا تو وہ ضرور ہی نرم ہو گئی ہوتی۔

"تم مجھے جلد ہی بھول جاؤ گے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیسے بھول سکتا ہوں۔ میں تم سے کتنی ہی بار کہہ چکا ہوں کہ تم ہی میرے لئے سب کچھ ہو۔ یہ سچ ہے کہ اگر کسی شخص نے مصیبتوں میں بھی محبت کی ہے تو میں ہی وہ شخص ہوں۔"

"مجھے جو فیصلہ کرنا تھا وہ میں کر چکی ہوں صفدر۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" جمیلہ نے جواب دیا لیکن اس کا دل اس سے کہہ رہا تھا۔ جیسا کہ پچھلے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں وہ محسوس کرتی رہی تھی کہ ممکن ہے نعیم نے صفدر کے بارے میں اندازہ لگانے میں غلطی کی ہے۔ "لیکن یہ تو بتاؤ تم پر مصیبت کیا آئی ہے۔ اس نے پوچھا۔

"میں فون پر زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ وہ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ تم سمجھ گئی ہو گی میرا اشارہ کس کی طرف ہے۔ ممکن ہے نعیم کے بارے میں بھی میری ہی طرح کچھ سوچ رہے ہو اور اس کا مطلب تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔"

"اور اگر وہ نہیں سوچے تو کیا تم انھیں بتا دو گے۔"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دوں گا جمیلہ۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم نے ایسا سوال پوچھا ہی کیوں۔ تمہیں تو دوسروں کے مقابلہ میں مجھے اچھی طرح جاننا چاہئیے۔

جمیلہ کا دل اب اور تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پھر اس راستے پر واپس نہیں جانا چاہتی تھی جدھر سے اس نے اپنا رخ موڑ لیا تھا۔ لیکن اس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ غلطی کر رہی ہو۔

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو"۔ اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ لوگ صبح سے میرا تعاقب کر رہے ہیں اور مجھے اپنے چھپنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ وہ لوگ میرے گھر کی بھی نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر میں جلد ہی بمبئی سے باہر نہ پہنچ گیا تو وہ مجھے جلد یا بدیر گرفتار کر ہی لیں گے۔ اور اگر انھوں نے ایک بار مجھے پکڑ لیا تو پھر بچنے کی کوئی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔"

"کیا وہ اب بھی تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

"نہیں۔ لیکن یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ایک گھنٹے پہلے میں نے انھیں دھوکا دیدیا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم میرے پاس آجاؤ تو ممکن ہے ہم اس شہر سے باہر جانے میں کامیاب ہو جائیں۔"

یہ اس صفدر کی باتیں نہیں تھیں جسے وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ لیکن شاید وہ بہت زیادہ گھبرا گیا تھا اسی لئے اس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔

جمیلہ اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔

"کیا تمہارے پاس روپے ہیں۔"

"ہاں اپنی ضرورت کے مطابق ہیں۔"

"اس وقت تم کہاں ہو۔"

"میں سیوری سے بول رہا ہوں۔"

"تم اس گیرج کے پاس آجاؤ جہاں میری کار رہتی ہے۔" جمیلہ نے کہا۔ "اس جگہ کا آدمی تمہیں جانتا ہے اس لئے کار تمہیں دیدے گا۔" پچھلے چوبیس گھنٹے کی گھبراہٹ میں یہ بھول ہی گئی تھی کہ فرار ہونے سے پہلے اسے اپنی کار کو بھی ٹھکانے لگانا ہے۔ اب یہ اس سے نجات حاصل کرنے کا آسان طریقہ تھا۔ "جلدی نہ کرنا صفدر۔"

"تم مجھے کہاں ملوگی"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

جمیلہ ہچکچائی پھر کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اس نے آخری سوال کا جواب دیئے بغیر آہستہ سے ریسیور رکھ دیا۔ اب آگے کا کام صفدر کو کرنا تھا۔ وہ اس کے لئے جو کچھ کر سکتی تھی اس نے کیا تھا۔ اس نے اتنا کیوں کر دیا تھا اس پر ہی اُسے خود حیرت تھی جمیلہ اس سے ناواقف تھی۔ لیکن نعیم نے دروازے کے پاس چھپ کر اس کی تمام باتیں سُن لی تھیں۔ جمیلہ کے ریسیور رکھتے ہی وہ آہستہ سے پیچھے ہٹا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں اُبھری ہوئی تھیں۔ اگر صفدر کا تعلق گلکدہ میں ہونے والے تمام واقعات سے ہے تو پھر اس پر پاگل کتے کی طرح اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

نعیم نے سگار کو چبانا شروع کر دیا تھا۔ فرض کرو صفدر گرفتار نہیں ہوتا۔ وہ جمیلہ سے محبت کرتا ہے اور جمیلہ بھی ابھی پوری طرح اس سے متنفر نہیں ہوئی ہے جلد یا بدیر ممکن ہے وہ پھر اپنا ارادہ تبدیل کرتے ہوئے صفدر سے جا کر ملجائے پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرض کرو کہ اپنی گذشتہ ناکامیوں کو یاد کرتے ہوئے وہ ایک اور قتل کرنے پر تیار ہو جائے اور اس کا شکار خود نعیم ہو۔

نعیم کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ اپنی تندرستی کی وجہ سے اس پر یقین رکھتا تھا کہ اسے کوئی قتل نہیں کر سکتا اور پھر اگر اسے اس بات کا خوف ہوتا تو وہ اپنے کاروبار کو آسانی سے نہیں چلا سکتا تھا۔

پولیس کو اطلاع کر دینے کے بعد تمام معاملات ٹھیک ہو سکتے تھے لیکن نعیم کے دل میں ایسا کرنے کی خواہش نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ پولیس اپنا کام کس طرح کرتی ہے۔ وہ فون پر باتیں کر رہا ہوگا اور اس درمیان یہ پتہ لگاتے ہوئے کہ وہ کہاں سے باتیں کر رہا ہے ریسیور رکھنے سے پیشتر ہی پولیس اس کے سر پر پہنچ جائے گی۔

نہیں۔ نعیم نے فیصلہ کیا۔ اسے اس معاملہ میں دوہری ہوشیاری سے کام لینا

پڑے گا۔ اس نے میز کا خانہ کھول کر اس میں سے اخبار کے وہ تراشے نکالے جو گمکدہ کے اسرار سے تعلق رکھتے تھے۔ اس میں شروع سے آخر تک کے تمام واقعات کی تفصیل شامل تھی کیونکہ اسے جمع کرنے میں اس نے بہت ہی ہوشیاری سے کام لیا تھا۔ اس کے بہت سے واقف کار ایسے تھے جن سے وہ اس وقت گفتگو کر سکتا تھا لیکن اس وقت وہ اپنی یادداشت کو تازہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن سے کرائم رپورٹر ذاکر کا نام چپک کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے فلیٹ سے نکل کر سب سے نزدیکی فون بوتھ کے پاس پہنچ گیا۔

"نہیں۔ مسٹر ذاکر موجود نہیں ہیں۔" اس کے سوال کے جواب میں ذاکر کے آفس سے کسی نے جواب دیا۔ لیکن ابھی ابھی میں نے ان سے فون پر گفتگو کی ہے شاید وہ وہیں ہوں۔ آپ انہیں فون نمبر 9 8 6 3 پر فون کریں۔

نعیم نے پھر رنگ کیا۔ اسے ایک مرد کی آواز سنائی دی۔

"کیا آپ مسٹر ذاکر ہیں۔"

"نہیں۔ میں منظر ہوں۔ مسٹر ذاکر ابھی ابھی یہاں سے چلے گئے ہیں۔ ان کے لئے کوئی خبر ہے کیا۔"

"تو آپ مسٹر منظر ہیں" نعیم نے کہا اور اس کے ذہن میں یہ بات گونجنے لگی کہ منظر بھی اُن میں سے ایک ہے جن کا تعلق گمکدہ کے معاملے سے ہے"۔ میرا خیال ہے آپ سے بھی کام نکل سکتا ہے۔ مسٹر ذاکر کو یہ اطلاع دیدیں یا پھر اپنے دوست مسٹر شاہد کو ہی۔ لیکن جتنی جلدی آپ اس اطلاع کو ان تک پہنچائیں گے اتنا ہی اچھا نتیجہ برآمد ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ ان سے کہو کہ نیو روڈ کے گیرج میں ایک نیلے رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی ہے اس کا نمبر 3 4 2 7 3 V. M. B. ہے۔ سمجھ گئے۔ ایک آدمی اسے جلد ہی باہر نکالے گا۔ اور مسٹر

ذاکر کو میری طرف سے اس بات کا یقین دلا سکتے ہیں کہ وہ شخص وہی مجرم ہے جس کا تعلق گلگدہ کے جرموں سے ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اس میں تاخیر نہ ہونی چاہئے شب بخیر۔" نعیم نے کہتے ہوئے یکایک ریسیور رکھ دیا۔

نعیم کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا اور اب یہ پولیس کا کام تھا کہ وہ اس پر عمل کرے۔

" تیار رہو جمیلہ"۔ وہ فلیٹ میں واپس پہنچتے ہوئے خوش گوار لہجے میں بولا "ٹھیک، ہم لوگ جتنی جلدی یہاں سے نکل جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

" ابھی میں نے کچھ دیر پہلے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تھی۔ کیا تم باہر گئے تھے۔" جمیلہ نے مشتبہ لہجے میں پوچھا۔

" ہاں۔" نعیم نے جواب دیا" مجھے ایک شخص سے کچھ باتیں کرنی تھیں۔

مظہر اس وقت اپنے بمبئی کے فلیٹ میں ہی موجود تھا۔ جس وقت اس نے ریسیور رکھا اس کے چہرے پر عجیب طرح کے آثار چھائے ہوئے تھے۔ نجمہ نے جو اس کے پہلو ہی میں کھڑی تھی اسے دیکھا اور اندازہ لگا لیا کہ کوئی اہم بات اسے فون پر معلوم ہوئی ہے۔"

" کیا بات ہے۔" اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

" میں تمہیں بتانے کے لئے ٹھہر نہیں سکتا۔" اس نے جلدی سے کہا۔" مجھے فوراً ہی کسی سے ملنے جانا ہے۔ تم پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کر دو۔ ان سے کہو جس آدمی کی انہیں تلاش ہے۔ جس نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی وہ کار نمبر 3 4 2 7 3 . ٧ . M . B کو استعمال میں لا رہا ہے۔ یہ اس میں لکھا ہے۔" اس نے ایک کاغذ کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔" ان سے کہنا

جلدی کریں ورنہ پھر وہ ہاتھ نہ آسکے گا۔ میرا خیال ہے کہ انسپکٹر شاہد اپنے آفس میں موجود ہوگا۔ ذاکر اس سے وہیں ملنے گیا ہے۔ اگر تم جلدی کروگی تو ممکن ہے وہ لوگ قاتل کو گرفتار کرسکیں۔

"لیکن سنو!" نجمہ یکایک خوفزدہ ہوکر چیخی۔ اسے منظر سے ملے کچھ ہی دن ہوئے تھے لیکن اتنے ہی دنوں میں وہ سمجھ گئی تھی کہ منظر جوش کی حالت میں کیا کرسکتا ہے۔

لیکن منظر اس کی بات سننے کے لئے ٹھہرا نہیں۔

سینتیسواں باب

مُجرم کے پیچھے

ذاکر شاہد کے آفس سے باہر نکلا۔ فٹ پاتھ کو طے کرتا ہوا اپنی کار پر جاکر بیٹھ گیا اور پھر اپنے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے شاہد سے ہونے والی باتوں پر غور کرنے لگا۔ "میں نے گلگدہ سے تعلق رکھنے والے مجرم کا پتہ لگا لیا ہے"۔ شاہد نے کہا۔ "ابھی کچھ کڑیاں ایسی ہیں جو مل نہیں رہی ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ میں جلدی ہی انہیں بھی تلاش کرلوں گا۔"

ذاکر اس سے زیادہ اور کچھ شاہد سے معلوم نہیں کر سکا تھا۔

اس نے طے کیا تھا کہ اب وہ گھر واپس جائے گا کیونکہ اس وقت رات کافی ہو گئی تھی اور اسے امید بھی نہیں تھی کہ کوئی نیا واقعہ اس رات ظہور میں آئے گا۔ کم سے کم شاہد نے اسے اس بات کا یقین دلا دیا تھا۔

ذاکر کے سامنے کمال نے اس سے جو باتیں اکیلے میں کی تھیں اسی کی بنا پر شاہد نے اپنے چوبیس گھنٹے کمال کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنے میں صرف کئے تھے۔ اگر کمال ایک بہترین ایکٹر نہیں تھا تو پھر شاہد کی سمجھ میں ابھی تک اس کی بتائی ہوئی کہانی میں کہیں بھی کوئی خلا نہیں ملا تھا اور اس طرح اس کی کہانی یقین کے قابل ہی تھی یہ بات ذاکر نے شاہد پر واضح کرنے کی کوشش کی تھی لیکن شاہد اپنے خیال کے مطابق ہی چلنا زیادہ پسند کرتا تھا۔

"اوہ ہو گا۔" ذاکر نے بڑبڑاتے ہوئے سلف اسٹارٹر کو دبایا۔

اسی لمحے شاہد اس کی کار کے پاس پہنچا۔ اس کے چہرے پر اس طرح کے آثار چھائے ہوئے تھے جیسے اسے کہیں بھونچال آنے کی اطلاع مل گئی ہے۔

"ٹیو روڈ۔ سیوری" وہ ذاکر کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ "جتنی تیز چلا سکتے ہو چلاؤ۔"

"صرف ایک سکنڈ کے لئے" ذاکر نے اپنے دوست کی طرف دیکھا۔ عمل کرنے کا وقت آگیا تھا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" ذاکر نے کہتے ہوئے کار آگے بڑھائی۔ "کیا میں یہ سمجھ لوں کہ اس وقت مجھے بھی وہ حقوق ملے ہوئے ہیں جو ایک پولیس کار کو بمبئی کی سڑکوں پر دوڑانے کے لئے حاصل ہیں۔"

"اگر تم منظر کے لئے پھول نہیں خریدنا چاہتے تو ہوائی جہاز کی رفتار سے گاڑی کو چلاؤ۔"

تیزی سے دوڑتی ہوئی کار کے وھیل کو گھماتے ہوئے ذاکر نے اسے ٹیکسی سے لڑنے سے بچایا۔ پھر بجلی کی سی تیزی سے ایک موٹر بس کے آگے سے گذرا اور آخر میں ایک وکٹوریہ سے لڑتے لڑتے بچا۔

"پھول میرے دوست منظر کے کس کام آئیں گے۔"

"وہ انہیں سونگھ نہ سکے گا۔ اف، تمہاری کار کو کیا ہو گیا ہے۔" شاہد نے بے چینی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست اس وقت کار کی رفتار ساٹھ سے اوپر پہنچ رہی ہے اور ہم بمبئی کی سڑک پر ہیں۔ اوہ۔" اس نے ایک ٹیکسی سے اپنی کار کو بچاتے ہوئے کہا۔ "مزہ تو اس وقت آئے گا جب یہ کار کسی سے ٹکرائے گی۔"

"تم اسی طرح چلائے جاؤ۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں تمہارے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہتا لیکن

اگر میں یہ کہوں کہ ہم غلط راستے پر چل رہے ہیں تو تم برا نہ مانو گے۔

"سامنے کی بس کو دیکھو۔ اوہ۔"

"تم نے ابھی سیوری چلنے کے لئے کہا ہے۔ کیوں۔" ذاکر نے کہا۔ "لیکن اگر تمہیں منظر کے پاس چلنا ہے تو ہم غلط راستے پر چل رہے ہیں۔

"روکو مت"۔ ذاکر نے جیسے ہی کار کی رفتار دھیمی کرنی چاہی شاہد چیخا۔ "چلے چلو۔"

"اچھی بات ہے۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی کہہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر پیشتر جب میں منظر سے مل کر واپس ہوا تھا وہ کافی خوش تھا۔ تمہیں ایک راز کی بات بھی بتا دوں۔ منظر اور نجمہ نے آج عدالت میں جا کر شادی کر لی ہے۔"

"خدا اس کے حال پر رحم کرے۔" شاہد نے کہا۔ "تمہارے وہاں سے واپس ہونے کے بعد واقعات کافی تیز رفتاری سے سامنے آئے تھے۔"

شاہد نے مختصر طور پر ذاکر کو تمام باتیں بتائیں اور یہ بھی بتایا کہ نجمہ کے کہنے کے مطابق منظر کس حالت میں اپنے فلیٹ سے باہر نکلا تھا۔

"ممکن ہے اس وقت ہم غلط راستے پر چل رہے ہوں۔" شاہد کہتا گیا۔ "دوسری صورت میں اگر نجمہ ابھی سے بیوہ بن گئی ہے تو ہم اس کیس کے انجام کے قریب پہنچ گئے۔ یہ نیو روڈ پر ہم آگئے۔ اور سامنے شاید گیرج ہی ہے۔

اس گیرج میں رات کو کام کرنے والے شخص نے ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ ذاکر نے ایک نیلے کار کی سمت اشارہ کیا جو وہاں کھڑی تھی۔

"تم صحیح راستے پر ہو شاہد۔" اس نے کہا۔ "منظر یہاں آیا تھا۔ یہ کار اسی کی ہے۔"

"کیا یہاں نیلے رنگ کی کوئی ٹوسیٹر ہے جس کا نمبر B.M.Y 3724 ہے۔" شاہد نے وہاں کے ملازم سے پوچھا۔

"آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں"۔ ملازم نے۔ جو چائے پی رہا تھا پیالے کے

اوپر سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"میرا تعلق پولیس سے ہے"۔ شاہد نے تیزی سے کہا۔

ملازم نے پیالہ رکھ دیا۔

"اوہ"۔ وہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے"۔

"تمہارا مطلب کیا ہے"۔

"بات کچھ اس طرح سے ہے جناب۔ کچھ دیر پیشتر ایک۔ صاحب اس کار کو لینے آئے تھے جس کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں۔ وہ کار شاید۔ شاید ان کی محبوبہ کی ہے لیکن وہ اکثر اسے لے جاتے تھے اور یہاں رکھنے کے لئے آئے تھے"۔

"کیا تم جانتے ہو وہ کون ہے"۔

"جی نہیں۔ میں نے صرف انہیں دیکھا ہے"۔

"کیا تم اس کا حلیہ بتا سکتے ہو"۔

"صاحب یہ کام میرے لئے ذرا مشکل ہے لیکن وہ کوئی شریف آدمی ہی نظر آتے تھے آپ کے قد کے برابر تھے"۔ اس نے ذاکر کی طرف اشارہ کیا۔ "میں تو یہ سوچتا تھا کہ شاید وہ ان میں سے ہیں جو فلموں میں کام کرتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ ہاں بتاؤ کیا ہوا تھا"۔

"جیسا کہ میں نے کہا وہ یہاں آئے اور انہوں نے کار نکالی۔ پھر جیسے ہی وہ گیرج سے باہر نکل رہے تھے یہ نیٹلے یہاں آگئی"۔ اس نے مظہر کی کار کی طرف اشارہ کیا۔

"اب وہ لوگ کہاں ہیں"۔

"مجھے معلوم نہیں ہاں تو جیسے ہی وہ ٹوسیٹر باہر نکل رہی تھی اس نیٹلے نے آکر اس کا راستہ روک لیا تھا اور پھر اس میں سے ایک نوجوان کود کر باہر آیا تھا۔ پھر ان میں کچھ باتیں ہوئیں جنہیں میں سن نہیں سکا۔ اس کے بعد نیٹلے کے مالک اپنی کار کو یہیں چھوڑ کر اس

ٹوسیٹر کو ڈرائیو کر کے کہیں لے گئے۔"

"اور وہ پہلا آدمی جو اس پر بیٹھا تھا۔" شاہد نے پوچھا۔

"دونوں ہی اسی کار پر چلے گئے تھے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اس بنگلے کا مالک ٹوسیٹر کو ڈرائیو کر کے لے گیا تھا۔" ذاکر نے پوچھا۔

"جی ہاں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔" ملازم نے پُریقین لہجے میں جواب دیا۔

"اب کیا کیا جائے۔" شاہد نے اپنے دوست سے آہستہ سے کہا۔ "میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میرے خیال میں اب تم منظر کی قبر پر چڑھانے کے پھول کا آرڈر دے ہی دو۔"

"وہ تیزی سے چلتا ہوا گیرج کے آفس میں داخل ہوا اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"انسپکٹر شاہد اسپیکنگ۔" پولیس ہیڈ کوارٹر سے نمبر مل جانے کے بعد وہ بولا۔ "میں ایک حکم دے آیا تھا کہ کار نمبر B.M.Y. 37243 کو روک کر اس کے بارے میں تفتیش کی جائے۔ اب اس روکنے کا تمام اعلان کر دیا جائے۔ اسکواڈ کی جتنی بھی کاریں ہیں سب کو کار نمبر B.M.Y. 37243 کو تلاش کرنے کی اطلاع دے دی جائے۔ خیال یہ ہے کہ کار سیوری کا روڈ کی طرف گئی ہے۔"

اپنے ساتھ ذاکر کو گھسیٹتے ہوئے وہ ذاکر کی کار کے پاس پہنچا۔

"چلو اسٹارٹ کرو۔ جلدی۔"

ذاکر کی کار پھر دوڑنے لگی۔ رات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اس وقت یہ سڑک ٹریفک سے صاف تھی۔

"لیکن ابھی تک میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ منظر کا اس کے ساتھ جانے میں مقصد کیا تھا۔" ذاکر نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے وہ کسی قسم کے جال میں پھنس گیا ہے۔

خیر، اگر وہ کار ڈرائیو کر رہا ہے تو اسے کم سے کم یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس طرح کے معاملوں میں کافی ہوشیار ہے۔"

"ممکن ہے یہ سچ ہو۔" شاہد نے کہا۔ "لیکن میں اس وقت صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی کار کی رفتار تیز سے تیز کرتے جاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ فائل ٹوسیٹر میں موجود ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔"

شاہد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار کی رفتار تیز ہوتی رہی۔ ایک جگہ پر شاہد نے اس سے کار روکنے کے لئے کہا اور دوڑتا ہوا ایک فون بوتھ تک گیا۔

"چلو۔" شاہد نے واپس آکر ذاکر کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میری پہلی اطلاع کچھ دیر میں پہنچی تھی۔ وہ کار سیوری روڈ سے گذر کر آئل ڈیپاٹ روڈ کی طرف چلی گئی ہے۔ تیز چلو۔"

"کیا مظہر کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

"یہ مجھ سے نہ پوچھو۔" شاہد نے کہا۔ "ایک اسکواڈ کار اس کے بہت ہی قریب پہنچ رہی ہے۔ دو یا تین کاریں اور بھی اس راستے پر ہیں۔ اب وہ زیادہ دور نہیں جا سکے گا۔"

شاہد نے ایک بار پھر ذاکر کو اس وقت کار روکنے کیلئے کہا جب اسے آئل ڈیپاٹ روڈ اور سیوری فورٹ روڈ کے چوراستے پر اسکواڈ کی ایک موٹر سائیکل کھڑی نظر آئی۔ اور اس کا مالک ٹریفک کو مشرق کی سمت جانے سے روک رہا تھا۔

"کیا بات ہے خان۔" شاہد نے اس کے پاس پہنچتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "ابھی مجھے انسپکٹر سنتوش سے اطلاع ملی ہے کہ وہ پوری رفتار سے اس ٹوسیٹر کے تعاقب میں جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اس وقت تک وہ آسانی سے اس کے پاس پہنچ گئے ہوں گے۔ مجھے یہاں ٹھہر کر آئندہ

کے احکام کا انتظار کرنے کو کہا گیا ہے۔"

شاہد واپس ذاکر کے پاس پہنچا اور سگریٹ بنانے لگا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کسی برانچ روڈ پر ٹوسیٹر گھوم کر دھوکا دے گئی ہے۔" اس نے کہا۔" اب انتظار کرنے کے سوا اور کیا ہی کیا جا سکتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

ٹھیک تین منٹ بعد اونٹ بیٹھا۔

اڑتیسواں باب

آخری حادثہ

اپنے فلیٹ سے نکلنے کے بعد منظہر نے اپنی فیٹ کو پوری رفتار سے نیو روڈ کی طرف چھوڑ دیا تھا۔ کافی فاصلہ طے کر لینے کے بعد اس کی سمجھ میں تمام باتیں آنا، شروع ہوئیں۔

نعیم نے جو باتیں اس سے فون پر کہی تھیں وہ اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ منظہر نے اس شخص کی آواز میں گہری سنجیدگی کے آثار پائے تھے۔

گیرج۔ نیلی ٹوسیٹر۔ B.M.Y 37243۔ یہ وہ باتیں تھیں جو اس کے ذہن میں چکر لگا رہی تھیں۔

اس کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا لیکن اس راستے پر چل کر اسے کیا حاصل ہو سکے گا اس کا اسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا۔ بہر حال اسے نجمہ پر بھروسہ تھا کہ وہ شاہد تک اس کی خبر پہنچا دے گی اور اس خبر سے ان میں ضرور جان پیدا ہو جائیگی۔

کبھی کبھی اپنی آنکھوں کے گوشوں سے وہ ان پولیس والوں کو بھی دیکھ لیتا تھا جو اسے نظر آجاتے تھے۔ وہ اسے روک سکتے تھے لیکن رُکنے کا مطلب دیر ہونا تھا اور اس وقت اس کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔

یکایک ایک خیال آجانے سے اس نے محسوس کیا کہ اس پر مایوسی چھانے لگی ہے گذشتہ کئی دنوں سے وہ ہمیشہ اپنے پاس ریوالور رکھتا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف نجمہ کو بچانے کا خیال رہتا تھا لیکن نصف گھنٹہ پیشتر اس نے اس پستول کو بستر کے

ایک خانے میں رکھ دیا تھا کیونکہ اسی دن اس نے شادی کر لی تھی۔

اب وہ بُری طرح اس پستول کی ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا واقعات پیش آئیں۔ پھر اس کے علاوہ اگر جیب میں پستول ہو ۔ خواہ اسے چلانے کی ضرورت نہ پیش آئے ۔ تو بھی ایک طرح کا اطمینان تو حاصل رہتا ہے۔

نیو روڈ پہنچتے ہی اس نے جلد ہی گیرج کو بھی تلاش کر لیا اور اپنی کار سیدھی لیجاتے ہوئے اس نے اس وقت دروازے پر روک دی جب ایک نیلے رنگ کی ٹوسیٹر باہر نکل رہی تھی۔

وہ کار وہی تھی جس کی اسے تلاش تھی۔ اس پر ایک شخص چشمہ لگائے اور گلے میں مفلر لپیٹے ۔ جس سے اس کی ٹھوڑی تک چھپی ہوئی تھی بیٹھا ہوا تھا۔

مظہر اپنی کار روکتے ہی تیزی سے نیچے اترا اور پھر دوسری کار کی طرف بڑھتے ہوئے بولا

"ایک منٹ۔"

چشمے کے اندر سے دو آنکھوں نے حیرت سے مظہر کی طرف دیکھا۔

"کسی قسم کی حرکت نہ کرنا" اس شخص نے کہا جس کے ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھے "ورنہ تمہارے سینے میں کوئی شے سوراخ کر دے گی"۔

مظہر اس شخص سے کافی تندرست تھا۔ ایک سکنڈ کے لئے اس کے ذہن میں آیا کہ وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنے دشمن پر ٹوٹ پڑے لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دیا۔ سینے میں سوراخ ہو جانے والی بات نے گہرا اثر چھوڑا تھا اور کم سے کم وہ بغیر ہنی مون منائے مرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اسے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ وقت پر پہنچ گیا ہے اور پھر اسے یقین تھا کہ نجمہ نے اس وقت تک پولیس کو اطلاع دیدی ہو گی اور پولیس نے اپنا کام شروع کر دیا ہو گا اور شاید وہ اس طرف آتے بھی ہوں۔ وہ سوچنے لگا کہ کس طرح تھوڑا وقت برباد کیا جا سکتا ہے

" میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ــــ "

" چھوڑیئے بھی مظہر صاحب" ۔ وہ شخص اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا ۔ " آپ کا کوئی بہانہ آپ کے کام نہیں آسکتا ۔ میں اسی وقت تم کو گولی مار کر اپنا پیچھا چھڑا سکتا ہوں لیکن خوف ہے کہ پستول کی آواز سن کر لوگ ادھر متوجہ ہو جائیں گے ۔ اب جلدی سے بیٹھ جاؤ اور اس کار کو ڈرائیو کرو ۔ ورنہ پھر میں ہر خطرہ مول لینے کو تیار ہو جاؤں گا ۔

مظہر اپنے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے ڈرائیونگ وہیل کے سامنے بیٹھ گیا ۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا ۔ شاید اس کی باری بعد میں آئے ۔ اس نے پھر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا تو اس بار اسے ایک پستول بھی اس کے ہاتھ میں دبا نظر آیا ۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے اندازہ لگایا کہ وہ اس کے ٹریگر کو بھی دبانے میں جھجک محسوس نہیں کرے گا ۔

" چلو اسٹارٹ کرو ۔" اس شخص نے پستول کی نال اس کے پہلو میں لگاتے ہوئے کہا ۔ " بائیں سمت گھوم کر چلنا ہے ۔ "

" ہم پہلے کہاں ملے ہیں ؟" مظہر نے اس کے کہنے کے مطابق کار آگے بڑھاتے ہوئے بائیں سمت موڑی اور پھر پوچھا ۔ " مجھے تمہاری آواز جانی پہچانی سی معلوم ہو رہی ہے ۔ "

" اگر تم نے اب ایک بھی غلطی کی تو پھر کسی شے کو شناخت کرنے کے قابل نہ رہ جاؤ گے " جواب ملا ۔ " تم میری باتوں کو اچھی طرح سمجھ لو تو بہتر ہے ۔ اگر پولیس مجھے گرفتار کر لیتی ہے تو پھر میرا خاتمہ ہو جائے گا ۔ اب اگر تم نے مجھے کسی قسم کا دھوکا دینے کی کوشش کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا ۔ مجھے قتل کے جرم میں صرف ایک بار پھانسی ہو سکتی ہے ۔"

" جیسی تمہاری مرضی" ۔ مظہر نے کہا ۔ " اب کدھر چلنا ہے ۔ "

"تم نارتھ روڈ کا راستہ جانتے ہو۔"

"ہاں، کیا ہمیں لمبا سفر کرنا ہے۔"

"ہاں، اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔ اب خاموش ہو کر اپنا کام کرو۔

پستول کی نال کا دباؤ منظہر کے پہلو پر بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ دوسری کاروں سے اپنی کار کو بچاتے اور آگے بڑھتے ہوئے منظہر محسوس کر رہا تھا کہ ابھی اس کی باری آنے میں دیر ہے۔ اس کا ساتھی اسے شہر کی سڑک پر ہی گولی مار سکتا تھا کیونکہ اگر منظہر کچھ کرتا تھا تو پھر اس کے ساتھی کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہ جاتی تھی۔ اور اس کا ساتھی اسے پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا اپنے کو بچانا دیکھ کر وہ کیا کر سکتا ہے۔ لیکن شہر کی حد سے باہر نکل جانے کے بعد خطرہ اور بھی بڑھ سکتا تھا

دونوں آدمی کافی دیر تک خاموش رہے۔ منظہر کو اس پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ بمبئی کی بھری بری سڑک پر ایک قاتل کے ساتھ سفر کر رہا ہے جو اسے خطرے کا احساس کرتے ہی ختم کر سکتا ہے۔

لیکن اب وہ سیوری روڈ سے گذر کر آئل ڈیپاٹ روڈ کی طرف گھوم گئے تھے۔ اور ابھی تک اس شخص نے گولی نہیں چلائی تھی۔ منظہر نے محسوس کیا کہ اگر وہ سیوری فورٹ روڈ پر پہنچ گئے اور اس سے آگے غیر آباد علاقے میں داخل ہو گئے تو پھر بہت دیر ہو جائے گی اس لئے اب اسے کچھ کرنا چاہیئے۔

اسی وقت ایک پولیس مین نے انھیں روکنے کی کوشش کی۔ وہ اس بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہ کار ساٹھ میل کی رفتار سے آ رہی ہے سڑک کے درمیان کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ہلا کر انھیں ٹھہرنے کا اشارہ کرنے لگا۔

"رکنا نہیں۔ ورنہ ــــ" منظہر کے ساتھی نے پستول کی نال کا دباؤ کچھ اور زیادہ کر دیا۔

منظہر نے بہت ہی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے پولیس والے کو بچایا۔ جس وقت اس کے پاس سے کار گذری مشکل سے ہی اس کے اور کار کے درمیان دو تین انچ کا فاصلہ رہا ہوگا۔ اسی وقت منظہر کو حکم ملا کہ وہ سب سے پہلے آنے والی کسی بھی برانچ روڈ پر کار کو موڑ دے۔ اس کے ساتھ ہی اسے پستول کی نال اپنے پیٹ میں دھنستی ہوئی سی معلوم دی۔

"اچھی بات ہے"۔ منظہر نے خوش گوار لہجے میں یہ سوچتے ہوئے کہا کہ آئندہ کے چند سکنڈ اس کی زندگی کے لئے سب سے قیمتی ثابت ہونے والے ہیں۔ آگے بائیں سمت ایک پتلی سڑک ہے۔ میں اسی طرف چلوں گا۔"

منظہر راستہ طے کرتے ہوئے یہ بھی سوچتا جا رہا تھا کہ وہ اپنے کو کس طرح بچا سکتا ہے۔ اس نے سوچ بھی لیا تھا کہ وہ کیا کرے گا اور صرف موقع کی تلاش میں تھا اور اب اسے وہ موقع ملنے والا تھا۔

اسے قریب چار کام لگاتار کرنا تھے اور ہر کام اپنی جگہ پر بہت ہی اہم تھا اور ساتھ ہی اس کار سے اپنی کار کو ٹکرانے سے بھی بچانا تھا جس کی ہیڈ لائٹس سامنے سے آتی دکھائی دے رہی تھیں۔

منظہر کو سب سے پہلے کام جو کرنا تھا وہ یہ تھا کہ کسی طرح اپنے ساتھی کو کچھ سکنڈ کے لئے گھبرا دے۔

"ارے، برک کام نہیں کر رہا ہے"۔ وہ برانچ روڈ کی طرف کار گھماتے ہوئے چیخا۔

جیسا کہ اس نے سوچا تھا اس موقع پر اس کا ساتھی کچھ گھبرا گیا اور اس کے پستول کا دباؤ بھی ہلکا ہو گیا۔ اسی وقت منظہر نے اپنی پوری طاقت سے برک دباتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اوپر کر دیا۔

پھر کار کے ٹکرانے کی آواز پیدا ہوئی اور ساتھ ہی گولی چلی جو چھت سے جا کر ٹکرائی

اس وقت تک مظہر نے اپنے دشمن کی گردن مضبوطی سے پکڑ لی تھی۔

اسی وقت مظہر نے محسوس کیا کہ اس کے سر پر ایک بھاری پہاڑ آ کر گر پڑا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا چلا جا رہا ہے۔ پھر اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ نیچے ہی نیچے اندھیرے میں گرتا چلا جا رہا ہے اور اس کے ہاتھ کوئی شے نہیں آ رہی ہے جسے پکڑ کر وہ اپنے کو گرنے سے بچا سکے۔

پھر کسی طرح۔ جسے مظہر سمجھ نہیں سکا۔ واپسی کا سفر شروع ہوا۔ اور جب وہ گڑھے سے نکل کر اوپر پہنچا تو اسے ذاکر کی آواز سنائی دی جو کسی سے کہہ رہا تھا کہ اب سب کچھ ٹھیک ہے۔

مظہر نے دیکھا اس سے کچھ فاصلے پر انسپکٹر شاہد کسی بیہوش آدمی پر جھکا ہوا ہے۔

اب مظہر کو یاد آیا کہ کار کے ٹکرا جانے سے اس کے سر میں گہری چوٹ آئی تھی اور شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا ورنہ درمیان کی باتیں بھی اسے یاد رہتیں۔

جب تک اس شخص کے چہرے سے چشمہ اور مفلر نہیں ہٹایا گیا کوئی بھی نہ جان سکا کہ وہ کون ہے وہ نصیر تھا۔ گلکدہ کا بٹلر۔

وہ بھی اس وقت بیہوش پڑا ہوا تھا۔

اُنتالیسواں باب
مُجرم کی کہانی

یہ دوسری صبح کی بات ہے۔

منظر کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں لیکن وہ بہت ہی خوش نظر آرہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ناشتے کی میز پر نجمہ، ذاکر اور انسپکٹر شاہد بھی بیٹھا ہوا تھا۔

"اگر مجھے جلد ہی تمام باتیں نہ معلوم ہوگئیں تو میرا سر پھٹ جائے گا۔" اس نے شاہد کے لئے چائے بناتے ہوئے کہا۔

نصیر نے اقبال کرلیا ہے۔" شاہد نے کہا۔ "اس کا خیال تھا کہ وہ مر رہا ہے اس لئے اس نے تمام باتیں صاف صاف بتادی ہیں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" منظر نے نجمہ کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔"

"اس کیس کی کنجی حقیقت میں یہ ہے کہ اس کا نام نصیر نہیں ہے۔ کیوں مس نجمہ۔ اوہ معاف کیجئے گا مسز منظر۔ کیا آپ نے وحید اور اپنے ملازم نصیر کے درمیان کوئی خاص قسم کی بات دیکھی تھی۔"

"میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی۔"

"خیر، یہ پچیس سال پیشتر کی بات ہے جب وحید شادی شدہ زندگی گذار رہا تھا بدقسمتی سے جب اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا تو اس کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اور اس نے اپنے بیٹے کو اپنی بھاوج کے سپرد کردیا تھا تاکہ وہ اسکی دیکھ بھال کرسکے۔

"اس لڑکے کا نام خلیل تھا۔ جبکہ اس کی پرورش اس کی چچی کے یہاں ہو رہی تھی وحید کو گلکدہ میں ملازمت مل گئی تھی۔ اسے اپنے بیٹے سے علیحدہ ہونے پر کافی تکلیف پہنچی تھی لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ وہ اس کی دیکھ بھال کرنے کی اہلیت اپنے میں نہیں پا رہا تھا اس لئے اس نے اسے اپنی بھاوج کے پاس ہی چھوڑ دیا تھا۔

"لڑکا بڑھا۔" شاہد کہتا گیا۔ "لیکن بری صحبت میں پھنس کر اس کی عادتیں خراب ہو گئیں۔ چودہ سال کی عمر میں اسے ریفارمری اسکول بھیجا گیا لیکن وہاں بھی اس پر کچھ اثر نہیں پڑا اور دھیرے دھیرے وہ ایک عادی قسم کا مجرم بن گیا پانچ سال پیشتر — جبکہ پولیس اسے ایک ماہر نقب زن اور صفدر کے نام سے جانتی تھی — اسے چوری اور تشدد سے کام لینے کے جرم میں جیل بھی جانا پڑا تھا۔

"اس کے باپ نے محسوس کیا کہ اس نے خود اپنے بیٹے کی دیکھ بھال نہیں کی ہے اور اسی کا بدلہ اسے یہ مل رہا ہے۔ جب وہ جیل سے رہا ہوا تو وہ اس سے جیل خانے کے دروازے پر ملا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ اسے سیدھے راستے پر لے آئے گا خواہ اسے تشدد سے ہی کام کیوں نہ لینا پڑے۔

اسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا۔ اس لئے وحید نے اسے گلکدہ میں بٹلر کی حیثیت سے نوکری دلادی اور اس نے وہاں نصیر کے نام سے کام کرنا شروع کر دیا۔

"ہاں۔ اسے وحید کے کہنے پر ہی ملازم رکھا گیا تھا۔" نجمہ نے کہا۔

"اس طرح وحید نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنے کا انتظام کر لیا۔" شاہد نے کہا۔ "لیکن یہ اس کی بیوقوفی تھی۔ بہر حال اس کے بیٹے نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کو فراموش کر کے ایک شریف کی سی زندگی گذارنے کی کوشش کرے گا۔ اور اس نے کافی عرصے تک ایسا ہی کیا۔

"لیکن آخر کب تک ۔ اس کے ذہن میں پھر اپنی پچھلی زندگی کی یاد پیدا ہونے لگی۔ اور وہ گلگدہ میں رہتے ہوئے گھبرانے لگا۔ اس کا باپ اس سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ دھیرے دھیرے نصیر نے اس سے وہ تمام رقم لے کر خرچ کر ڈالی جسے وحیہ نے کئی برسوں میں جمع کیا تھا۔ وہ مانگتا تھا اور وحیہ کو مجبور ہونا پڑتا تھا کہ کہیں وہ پھر اپنی پچھلی زندگی کی طرف واپس نہ چلا جائے۔

"پھر نصیر کے دل میں اپنے کو کچھ بنانے کی خواہش پیدا ہو گئی کیونکہ صفدر کی حیثیت سے وہ ایک لڑکی جمیلہ سے محبت کرنے لگا تھا۔ وہ اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ کافی عرصے تک وہ اِدھر اُدھر چھوٹی موٹی چوریاں کر کے رقم حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا تاکہ اس لڑکی پر اسے خرچ کر سکے۔

"آخر میں کسی طرح اسے یہ بات معلوم ہو گئی کہ نجمہ کے مرنے پر اس کے باپ کو ایک بڑی رقم نجمہ کے باپ کی وصیت کے مطابق مل جائے گی۔ اس کے باپ کے ہاتھ میں رقم آنے کا مطلب تھا رقم اس کے ہاتھ میں آجائے گی۔ پانچ ہزار روپے کچھ زیادہ نہیں لیکن نصیر کے لئے بہت تھے اور وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ملازم کی حیثیت سے کام کرتے کرتے گھبرا بھی گیا تھا۔

"اس لئے اس نے مسٹر مظہر کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اپنا کام نکالنے کے لئے اس نے ایسا پلان بنایا کہ تمام شبہ ادریس یا پھر اس کے بیٹوں پر کیا جائے۔ یہ کام بہت ہی آسان تھا جیسا کہ اسے معلوم تھا کہ نجمہ کے مرنے کے بعد ادریس ہی اس کی باقی تمام جائداد کا مالک ہوگا۔

"وہ ٹانگا بین ہال ایک میز کے خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ نصیر ان کے بارے میں جانتا تھا اور اس نے وہ کہانی بھی سنی تھی کہ افریقہ میں ان کا کیا مطلب سمجھا جاتا ہے۔ اس کام سب سے پہلا کام انھیں چوری کرنا تھا۔

"گلگادہ کے ایک کمرے میں ۔ جس میں استعمال میں نہ آنے والی چیزیں بھری ہوئی تھیں ایک ٹائپ رائٹر بھی پڑا ہوا تھا۔ نصیر کو اس کے بارے میں معلوم تھا وہ اسی مشین کو دھمکی کے خط ٹائپ کرنے کے کام میں لایا۔ وہ خط اس نے کس سے تحریر کرائے تھے یہ بات معلوم نہیں ہو سکی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مجرمانہ زندگی بسر کرتے ہوئے اس کا تعلق ایسے بھی لوگوں سے رہا ہو گا جو یہ کام اس کے لئے آسانی سے کر سکتے تھے۔

"بہر حال اس نے ان خطوں کو اس مشین پر ٹائپ کیا لیکن جس جگہ اس نے مسٹر ۔ آپ کو بلایا تھا وہاں اس کا جانے کا ارادہ قطعی نہیں تھا۔ وہ صرف ادریس احمد کی شخصیت کو مشتبہ کرنا چاہتا تھا۔

"اس کے بعد کتے کو مارنے کے بعد اس نے اس کے کالے ٹانگابین کو باندھ کر ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اس وقت مسٹر بشیر احمد کے مشورے سے مس نجمہ خطرے کا احساس کرتے ہوئے احمد آباد چلی گئیں۔ وحید ان کے آئے ہوئے تمام خطوط کو دوبارہ پتہ لکھ کر احمد آباد بھیج دیتا تھا۔ ایک دن وحید کی غیر موجودگی میں نصیر نے وہ لفافہ دیکھ لیا جو احمد آباد بھیجا جانے والا تھا۔ اس طرح اسے پتہ معلوم ہو گیا اور اس نے وہاں بھی ایک ٹانگابین روانہ کر دیا۔

جب بشیر احمد مس نجمہ کو لینے کے لئے احمد آباد گئے تو وہاں سے مس نجمہ نے وحید کو اطلاع کر دی کہ وہ اب ان کے خطوط وہاں نہ بھیجے کیونکہ وہ واپس ہو رہی ہے لیکن ایک کام کے سلسلے میں بمبئی ہو کر گھر پہنچے گی۔

اور اس جگہ وحید نے ایک بہت بڑی غلطی کی۔ دھمکی کے خطوط اور افریقہ کے تذکرے کی وجہ سے اس کا ذہن ادریس ہی کی طرف تھا اور وہ اسی پر شبہ کرتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو یہ بتا دیا کہ اس کی مالکن واپس آ رہی ہے۔

نصیر کے لئے اب وہ موقع تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مس تجمہ جو اکثر بمبئی جایا کرتی ہیں ہمیشہ ڈی لکس ہوٹل میں ٹھہرتی ہیں۔ وہ بمبئی پہنچا۔ وہاں اس نے نجمہ کو اپنے کمرے میں جاتے دیکھا اور پھر اس بات کی کوشش کی کہ اسے خنجر مار کر ہلاک کر دے لیکن بشیر احمد نے اسے دیکھ لیا اور نصیر انھیں خنجر مار کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس طرح اس نے پہلا قتل کیا۔

" اپنے پیچھے اپنا کوئی نشان نہ چھوڑتے ہوئے وہ واپس گلکدہ پہنچ گیا اور یہ کسی کو نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہیں گیا بھی تھا۔

اس دن ایک ہفتہ پیشتر نصیر کے سامنے ایک اور مصیبت آگئی تھی۔ ایک شخص شوکت نامی نے اسے پہچان لیا تھا کہ وہ بھی اسی طرح کی زندگی گذارنے والا ایک شخص ہے۔ اس نے سوچا کہ نصیر ضرور ہی لمبا ہاتھ مارنے والا ہے اس لئے وہ بھی ساجھی دار بننے کے لئے نزدیک کے ایک ہوٹل میں ٹھہر گیا۔ اگر اسے معلوم ہو گیا ہوتا کہ اس معاملے میں قتل کے واقعے بھی پیش آئیں گے تو شاید کھٹے انگور سمجھ کر اس نے نصیر کو اپنے ذہن سے نکال دیا ہوتا۔

نصیر نے تجوری کی چابی کا نشان موم پر اس وقت لے لیا تھا جب اسے موقع ملا تھا۔ اب اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ زیورات پر بھی ہاتھ صاف کرے کیونکہ اسے شوکت کا منھ بند کرنا تھا۔ شوکت نے اسے دھمکی دی تھی کہ وہ اس راز کو ظاہر کر دے گا کہ وہ ایک سزا یافتہ مجرم ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات تھی جسے نصیر روشنی میں لانا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے زیورات کی چوری کی اور اس میں سے نصف شوکت کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس وقت جبکہ وہ ایک گلی میں شوکت کو زیورات دے رہا تھا جمال کہیں سے آگیا اور اس نے نصیر کو شوکت کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔

اسی دن شوکت ہوٹل چھوڑ کر چلا گیا لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے پیچھے چوری کا ایک نشان ۔ ایک ایر رنگ اپنے کمرے میں چھوڑ گیا

جس وقت نصیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے محسوس کیا کہ اگر یہ بات جمال کو معلوم ہو گئی اور اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ اس نے اسے شوکت کے ساتھ دیکھا تھا تو پھر اس کا تمام پلان چوپٹ ہو جائے گا۔ اسی لئے اسی رات ۔ جبکہ وہ گلاندہ کی نگرانی کے لئے جاگ رہا تھا۔ باہر نکلا اور جمال کے کارخانے پہنچ گیا جہاں وہ اپنے حسابات دیکھ رہا تھا۔ اس نے وہاں رکھے ہوئے ایک رینچ کے ذریعہ اسے ختم کیا اور خاموشی سے واپس آگیا۔

"کیا اس وقت تک" نجمہ نے پوچھا۔ "آپ کو نصیر پر کچھ شبہ ہو گیا تھا"۔

"میری نظر میں ہر شخص مشتبہ تھا لیکن ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ جہاں تک نصیر کا تعلق ہے میں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ ادریس کے معاملے نے مجھے الجھا دیا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس قتل کرنے کا مقصد تھا اور اس کے علاوہ افریقہ سے بھی تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ یہ نصیر کی سب سے بڑی چالاکی تھی۔ اگر مجھے شروع میں ہی یہ بات معلوم ہو گئی ہوتی کہ وہ ٹانگابین ادریس احمد کے بیٹے ہیں تو میں نے انھیں فوراً ہی حراست میں لے لیا ہوتا۔

" لیکن جبکہ میں نصیر پر زیادہ توجہ نہیں دے رہا تھا اس کے باپ نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ کیا کیا باتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ اس کے ذہن میں ضرور ہی کچھ شبہات پیدا ہوئے ہوں گے۔ لیکن اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ وہ مجبور تھا۔

نصیر نے مجھے بتایا ہے کہ زیورات کی چوری کے بعد اس کے ساتھ اس کے باپ کے سلوک میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ میرا خیال ہے جس دن بشیر احمد کا قتل ہوا تھا اس دن نصیر کے غائب ہونے کی بات اسے معلوم تھی۔ بہرحال

یہ بات یقینی طور پر ہمیں کبھی نہ معلوم ہو سکے گی کیونکہ وحید ہمیں یہ کبھی بتانے کے لئے ۔ کسی بھی صورت میں تیار نہ ہوگا کہ اس کے ذہن میں کیا بات تھی۔

اب جبکہ ہمیں حقیقت معلوم ہو چکی ہے ہم سوچ سکتے ہیں کہ نصیر نے کس طرح نجمہ کو کلوروفارم سے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ اور اسی جگہ سے میں نے نصیر پر شبہ کرنا شروع کیا تھا۔ حالانکہ مجھے معلوم کچھ بھی نہ تھا۔

"پھر تفتیش کا وہ مرحلہ آتا ہے جب گلکدہ کو بند کر دیا جاتا ہے۔ سب اپنے اپنے مکان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ سب ہی کی شخصیتیں مشتبہ ہوتی ہے لیکن اس وقت سب سے زیادہ میری توجہ صرف کمال اور نصیر کی طرف تھی۔

"نصیر نے بمبئی اپنے ایک دوست کے یہاں جاکر ٹھہرنا طے کیا۔ سنیچر کی رات کو شوکت کو کسی نے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا۔ جس جگہ شوکت کی لاش پائی گئی وہاں سے کچھ ہی فاصلے پر نصیر اپنے دوست کے یہاں موجود تھا۔

"یہ جرم نصیر نے کیوں کیا تھا اس کا جواب بہت آسانی سے دیا جا سکتا ہے شوکت کو معلوم تھا کہ نصیر بمبئی آنے کے بعد کہاں ٹھہرتا ہے۔ سنیچر کے دن خود اس پر مصیبت آئی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ نصیر کے پاس گیا اور اس سے اور رقم طلب کی۔ نصیر نے اسے روپے دیدیئے لیکن اس کا تعاقب کیا اور موقع ملتے ہی اسے ہلاک کرکے اپنی دی ہوئی رقم اپنے قبضے میں کر لی۔

لیکن ہمارے پاس کوئی ثبوت ایسا نہیں تھا جسے ہم جیوری کے سامنے پیش کر کے کہہ سکتے کہ نصیر مجرم ہے۔ ہم خاموش رہے لیکن اب اس کی نگرانی شروع کی جا چکی تھی۔ یہاں تک کہ ہمارا ایک آدمی فقیر کا بھیس بدل کر اس کے دوست کے مکان کے سامنے پہرا دیتا رہا۔

مجھے نصیر کے بارے میں تمام اطلاعات برابر ملتی رہتی تھیں کہ وہ کہاں جاتا ہے

اور گیا کرتا ہے۔ ایک بار اسے چارلی لنگ کے ہوٹل میں جاتے بھی دیکھا گیا جس کے بارے میں پولیس اچھے خیالات نہیں رکھتی پھر رات کو وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ایک شخص نعیم کے فلیٹ میں گیا۔ لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس نے اس جگہ سے کیا حاصل کیا کیونکہ نعیم نے پولیس میں کوئی رپورٹ نہیں درج کرائی۔

اب مجھے اس کا یقین ہو گیا تھا کہ نصیر ہی وہ شخص ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔ لیکن میں اسے چوری کرنے کے جرم میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس میں اسے زیادہ سے زیادہ تین سال کی سزا ہو سکتی تھی اور میں اسے پھانسی کے تختے پر دیکھنا چاہتا تھا۔

نصیر کے ذہن سے ابھی تک یہ بات نہیں نکلی تھی کہ اسے ادریس احمد کی شخصیت کو برابر پولیس کی نظروں میں مشتبہ کر کے لانا ہے اس لئے اس نے وہاں جا کر باقی بچے ہوئے ٹانگا بین اس کے مکان کے سامنے پھیلا دیئے۔

پھر آج رات سب سے حیرت انگیز خبر مسز مظہر کے منہ سے مجھے سُننے کو ملی کہ ان کے شوہر تنہا قاتل سے مقابلہ کرنے گئے ہیں جو ٹوسیٹر پر فرار ہونے والا ہے۔ میں نے نصیر کی باتوں سے اندازہ لگایا ہے کہ یہ اطلاع کسی ایسے آدمی نے دی تھی جس سے جمیلہ واقف تھی۔ اس بارے میں نصیر کچھ اور کہنے کے لئے تیار نہیں ہے کیونکہ اس کے خیال میں اس شخص کی وجہ سے اس کی محبوبہ پر بھی کسی طرح کی آفت آ سکتی ہے۔

"بہر حال میں نے تصور کی آنکھوں سے دیکھا کہ نصیر کو چیلنج کر کے مسٹر مظہر نے اسے ایک قتل کرنے کا اور موقع دیدیا ہے۔

"لیکن جب گیرج پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ مسٹر مظہر ہی کار کو ڈرائیو کر کے

ے گئے ہیں تو میری مایوسی امید میں بدلنے لگی تھی لیکن پھر بھی مجھے پوری طرح یقین نہیں تھا ۔ " میں صرف سوچ سکتا تھا کہ ۔"

" میں بھی ۔" مظہر نے کہا ۔ " اس سفر کے دوران میں کافی سوچتا رہا تھا ۔ اور اسوقت تک سوچتا رہا تھا جبتک کہ کار ٹکرا نہیں گئی تھی ۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ اب سب معاملہ ختم ہو چکا ہے ۔"

" صرف پھانسی کو چھوڑ کر ۔" شاہد نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

ختم شد